بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخی، اصلاحی، قومی

رسالہ

رضیہ

جسے

بفرمان عالی نشان اعلیحضرت سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائینس تاجدار دکن

حرسہا اللہ عن الشر و الفتن

مدارس محروسہ سرکار عالی کیلئے خریدے جانیکا فخر حاصل ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق

روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں محمد علی رونق پبلشر، پرنٹر نے اپنے اہتمام سے چھاپا

قواعد

Checked 1965

۱ - "الفرقان" ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے، لہٰذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو تو وہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کر لیں۔ اس کے پرچہ نہ ملنے کی شکائت نہ سنی جائیگی،

۲ - نقل مقام کیوجہ سے جن احباب کا ایڈرس تبدیل ہو جائے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کر کے اپنے ایڈرس کی صحت کرالیں، ورنہ عدم رسی رسالہ کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا،

۳ - جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔

۴ - بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے،

۵ - ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے،

۶ - ہر قسم کی خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضروری ہے۔

۷ - نمونہ ملاحظہ کرنیوالے حضرات اگر منشائے خریداری یا عدم خریداری سے مطلع نہ کرینگے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت بصیغہ وی پی بھیجا جائیگا۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا،

۸ - طلباء بشرط تصدیق سالانہ قیمت میں ۸ ر کی رعائت لے سکتے ہیں مگر رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہوگی،

نیازمند

مینجر

فہرست مضامین

جلد ۲ | القریش امرتسر بابت جنوری سنہ ۱۹۲۸ء | نمبر ۱

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
(۱)	شذرات	ایڈیٹر	۴
(۲)	تہنیت نوروز	جناب شاکر صدیقی	۵
(۳)	اسلام ہندوستان میں	دلگداز	۶
(۴)	صاف بیانی	جناب ناظمی کوہ سوار نظامی	۱۱
(۵)	انقلاب تجارت کی مختصر تاریخ	شباب اردو	۱۳
(۶)	کیا ہندوستان میں ساڑھے لاکھ قریشی ہیں؟	جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۱۶
(۷)	انجمن قریشیان پنجاب	آنریری جنرل سکریٹری	۱۸
(۸)	جواہر ریزے	ایڈیٹر	۲۳
(۹)	نغمہ	جناب خیالی برہانپوری	۲۵
(۱۰)	حمیدہ بانو بیگم	جناب محمد عبدالرحمن صاحب	۲۶
(۱۱)	صدر نشین تبلیغ کانفرنس کی نصیحتیں ..	از خطبۂ صدارت	۲۹
(۱۲)	متفرقات	ایڈیٹر	۳۲

اطلاع

انجمن قریشیان پنجاب کی سالانہ کارگذاری کی رپورٹ عنقریب شائع ہو کر ممبران کی خدمت میں پہونچ جائیگی،

انجمن کے سالانہ اجلاس کے انعقاد پر مجلس عاملہ غور کر رہی ہے، سردی زوروں پر ہے ممکن ہے کہ مارچ و اپریل میں کوئی تجویز ہو جائے،

زندہ دلانِ قوم مجلس عاملہ کو اپنی اپنی آراء سے مستفید فرمائیں، خط و کتابت سکریٹری انجمن قریشیان پنجاب گوجرانوالہ کے پتہ سے کیجائے،

شذرات

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اس اشاعت کے ساتھ الفرقان کی چودھویں جلد شروع ہوتی ہے، خدا کرے کہ یہ تقریب الفرقان اور اس کے معاونین کرام کے لئے خیر وبرکت کا موجب ہو، آمین،

قارئین کرام اگر اس کی خدمات کی قدر کرتے ہوئے اسکی توسیع اشاعت کے لئے اس موقع پر دو، دو خریدار سے امداد کریں، تو مالی مشکلات کے آئے دن کا رونا ایک حد تک ختم ہو سکتا ہے، ہم اس اہم ضرورت اور تکلیف کا بارہا اظہار کر چکے ہیں، کیا ہی خواہاں قرین کچھ توجہ دینگے؟

نیازمند ایڈیٹر ایک اہم قومی خدمت اور ضرورت جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں ہوگی، کے لئے دو ہفتہ کے قریب دفتر سے غیر حاضر رہا، واپسی ایسے وقت میں ہوئی، جبکہ رسالہ کی اشاعت کے دن بالکل قریب تھے، اس لئے رسالہ کی ترتیب نہایت عجلت اور بے اطمینانی میں کیگئی، کئی ضروری نوٹ، کئی اہم واقعات ومضامین خواہ نخواہ رہ گئے، حتیٰ کہ قلمبرداشتہ بھی کچھ لکھنے کا موقع نہ ملا، کوشش کیگئی، کہ صحیح تاریخ پر رسالہ پوسٹ ہو جائے تاکہ محکمہ ڈاک کیطرف سے کوئی اعتراض نہو، مگر یہ بھی نہ ہو سکا، اور تین چار دن کی تاخیر ہو ہی گئی، ناظرین کرام ترتیب وتنظیم رسالہ کی فروگذاشتوں اور خامیوں پر توجہ نہ دیں، ہمیں اسباب کا بھی اعتراف ہے، کہ یہ اشاعت خلاف معمول تمام دلچسپیوں سے خالی ہونیکے علاوہ حجم میں بھی کمی ہو گئی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی جائیگی، اور اگر ہماری غیر حاضری کا کوئی حسب دلخواہ نتیجہ ہوا تو وہی ان تمام فروگذاشتوں کا ایک معقول جواب ہوگا،

جن اصحاب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ اپنے قدیم تعلقات اور ہماری ناچیز خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے سالانہ چندوں کی ترسیل سے مشکور فرمائیں ورنہ ماہ فروری کا رسالہ انکی خدمتمیں بصیغہ وی پی ارسال ہوگا جس کا وصول کرنا ان کا قومی واخلاقی فرض ہوگا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

جنوری ۱۹۲۸ء جلد نمبر ۱

تہنیتِ نوروز

کم ضو دیارِ ہند میں ہو نہ چراغِ القریش — اس سے ہی مل رہا ہے کچھ ہمکو سراغِ القریش

خلوتیان کہاں گئے بزمِ ادب کے تشنہ کام — بادۂ روح فزا سے پُر ہے ایاغِ القریش

مجھ سے کہا سروش نے رازِ فلاحِ قوم کا — نظمِ قریش کیلئے ڈھونڈ فراغِ القریش

ہمتِ بال و پر نہیں سحر عطائی خاص ہے — بامِ حرم نصیب ہے طائرِ زاغِ القریش

نخلِ حسد کو کاٹ کر شاکرِ خوش کلام نے
۱۹۲۸ = ۷۲ - ۲۰۰۰
مژدۂ سال نو کہا۔ رونقِ باغِ القریش

(شاکر صدیقی)

اسلام ہندوستان میں

ہندوستان میں اسلام کے آنے کے حالات سے بڑی بڑی قدیم وجدید تاریخیں بھری پڑی ہیں، مگر میرے خیال میں ابھی اس بارہ میں بہت کچھ کہنا باقی ہے، اس سے بھی مجھے بحث نہیں، کہ ہندوستان میں آئندہ اسلام کا کیا حال ہونیوالا ہے، اس مسئلہ کو میں اپنے دقیقہ رس سیاسین کے لئے چھوڑتا ہوں، مجھے اس وقت صرف اس قدر بتانا ہے، کہ ہندوستان میں اسلام کس شان سے آیا؟ اس کے لانیوالے کون تھے؟ اور آخر تک اس کی کیا حالت رہی؟

ارضِ عرب کے اطراف اور اس کے صوبجات میں اسلام خود حضرت رسالت کے عہد ہمایوں میں پھیل گیا تھا، لہذا اس وقت یعنی ابتدائے بعثت سے آغاز ۱۱ھ تک اسلام نمونہ ہے، تعلیمات محمدی کی اصلی حالت کا، آپ کے سفر فرمانے کے بعد خلافت راشدہ قائم ہوئی، جس کے آغاز میں اسلام ارتداد عرب کے فتنے کو مٹا کے سرزمین عرب سے باہر نکلا، اور شام و روم و مصر و عجم میں اسلام کو اسی رشد و برکت کے عہد نے پہونچایا،

اس عہد میں معمول تھا کہ جو شہر فتح ہو جاتے، انمیں مسجدیں قائم کیجاتیں، جنمیں امام اور موذن مقرر ہوتے، انکا کام تھا کہ عقائد و مسائلِ دین کی تعلیم کریں، ان کے علاوہ ہر جگہ قرآن کے مدرسے کھولے جاتے اور انمیں قرآن کیساتھ علوم عربیہ کی تعلیم لازم تھی، یہی مدارس اشاعتِ توحید کے ایسے ذریعے بنگئے، جیسے مبلغ دین، نہ بعد والے علوم کلام و عقائد کے فنون ہوسکے، اور نہ فقہ و حدیث کے عالیشان مدارس،

تبلیغ کی پہلی صورت یہ تھی، کہ عرب لوگ خود اپنی ذات سے تعلیم نبوی کے اعلیٰ نمونے بنگئے تھے، اور اخلاق و عادات اور معاشرت و تمدن کی بہترین اور پسندیدہ ترین تصویریں بنے ہوئے تھے، چنانچہ مفتوح رعایا انکی حالت اور وضع دیکھکر خود ہی ذوق و شوق سے دینِ حق کو قبول کرلیتی یہ دیکھکر عرب لوگوں کی اخلاقی قوت انہیں سب پر غالب کردیتی ہے اور کوئی تدبیر ان کے خلاف بن پڑتی، وہ مسلمان ہو رہے تھے، ساری ترقیوں کا راز اسلام کو پالیتے اور خود ہی آ آکے اقرار توحید کراتے اور کلمہ گو بن جاتے،

اس کے ساتھ چونکہ مفتوحہ علاقوں کے حکمرانوں اور تمام معزز سرداروں یا یوں کہنا چاہیئے کہ حکومت کی زبان عربی تھی، لہذا ہر شہر و قریہ کے غیر مسلم لوگ عربی سیکھنا چاہتے، اور انہیں مدارس قرآن کیطرف رجوع کرتے جنہیں عربیت کی تعلیم ہوتی تھی، ایسی درسگاہیں ہر جگہ کثرت سے موجود تھیں، مساجد میں اماموں اور موذنوں کے علاوہ اور بہت سے ایسے صحابہ موجود تھے، جو مسجد کے کسی کونے میں یا کسی اور جگہ بیٹھ جاتے، اور ان کے گرد ہزاروں طلبہ کا ہجوم ہوجاتا، یہ بزرگ ان باضابطہ اور تنخواہ یاب بزرگوں کے علاوہ تھے، جو مفتی یا قاضی کی حیثیت سے ازجانب خلافت ماموُر تھے،

بہرحال تعلیم دین اور تعلیم تربیت کا بہترین انتظام موجود تھا جس کے ذریعہ سے پہلے قرآن کی پھر عربیت کی لبعدازاں ایام عرب کی اور اسی سلسلے میں احادیث نبوی کی تعلیم ہر جگہ ہو رہی تھی ممالک دور و دراز کے نئے ایمان لانے والے عربی زبان کے ساتھ اس سے زیادہ ان باتوں کے جاننے کے شائق تھے، کہ رسول اللہ صلعم کے عادات و اطوار کیا تھے، آپکے اقوال و افعال کیا تھے، اور آپ کس نوعیّت اور کس شان کے انسان تھے، کہ آپکا دین، دنیا کے سارے دینوں پر اور آپ کی حکومت سارے عالم کی سلطنتوں پر چھائی جاتی ہے، کوئی معمولی شخص بھی جناب سرورِ عالم کے کچھ حالات بیان کرتا تو اس کے گرد ہزارہا خلقت کا ٹھٹھ لگجاتا، عوام کے اسی ذوق و شوق نے علم حدیث کو پیدا کیا۔ اور اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حدیث نبوی کو ایک فن بنانے کے ساتھ ساری دنیا میں تبلیغی خطوط بھیجکر ہندستان کے بعض راجاؤں تک کو مسلمان کرلیا۔ ان دنوں روایت حدیث مرجعیت و مقبولیت کا اعلیٰ ترین ذریعہ بنگئی، سینکڑوں آدمی گڑھ گڑھ کے اور بٹ بٹ کے جھوٹی حدیثیں سنانے لگے، اس فتنے کے روکنے کے لئے نقد حدیث اور جرح و تعدیل کے قوانین بنے اور حدیث کے تحت میں بہت سے نئے علوم پیدا ہوگئے، جو تاریخ و سیر کے لازمی ضمیمے ہیں،

الغرض خلافت راشدہ کے عہد میں قرآن و حدیث اور تعلیم عربیت کا یہ طریقہ تھا، اور یہ ایسا مبارک اور موثر طریقہ تھا۔ کہ تھوڑے ہی زمانہ میں باوجودیکہ مسلمان لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کے عاولانہ جادے سے کبھی نہیں ہٹے، ساری رعایا خود بخود مسلمان ہوگئی، اور عربی وہاں کی مادری زبان بنگئی خلافتِ راشدہ کے آخر عہد تک اسلام مشرق میں مکران، کرمان، سیستان، خراسان اور لب دریائے جیحون تک شمال میں آذربائیجان، کوہ قاف، حلب اور انطاکیہ تک اور مغرب میں افریقہ کے علاقہ الجزائر تک پہونچگیا تھا اور جتنے ممالک ان حدود کے اندر ہیں، سب میں مذکورہ بالا

تعلیم جاری تھی، خلافت کے اس زریں عہد کے بعد خلافت بنی امیہ کا آغاز ہوا، اس دور میں اگرچہ تمدن و تعلیم کے وہی طریقے رواجی حیثیت سے قائم تھے، مگر خلفا اور والیان ملک کی وہ سادگی و حق پژوہی کی شان بدل گئی تھی، اب بھی عربی فرمانروا اور حاکم تھے، مگر ان میں بوئے ریاست پیدا ہو گئی تھی، خلیفہ اپنی نفس پروری اور عیش پرستی کی دھن میں تبلیغ و اشاعت دین کو بھول گئے تھے، جس کا لازمہ تھا، کہ اکثر والیان ملک بھی اپنی ہوس کے بندے تھے، لیکن یہ خرابیاں ان کی ذات پر ختم ہو جاتی تھیں، خلافت راشدہ جو نقش قائم کر گئی تھی، قائم تھا اور فتوحات کے ساتھ تبلیغ و تعلیم کا سلسلہ جاری تھا، دو چار سال کے لئے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے خلافت راشدہ کی شان کو زندہ کر کے تبلیغ کی ناصحانہ آواز اقصائے عالم میں پہونچا دی تھی، مگر اس کی آنکھ بند ہوتے ہی پھر وہی سیہ مستیاں تھیں اور وہی غفلت کی نیندیں،

ان خلفا کے عہد میں اسلام ہندوستان کے مغربی و جنوبی کونے یعنی سندھ میں آیا اگرچہ اسکے آنے کی شان سلطانہ نہیں بلکہ فاتحانہ تھی، مگر عرب کثرت سے یہاں آباد ہو گئے اور ان کو رسالت کے انداز نے ایسے رنگ میں رنگ دیا تھا، کہ وہ کوشش نہ بھی کرتے تو بھی خالی ان کی صحبت ہی تبلیغ دین کا کام کر جاتی تھی، دوسری صدی کے آخر اور تیسری صدی کے آغاز میں جو جغرافیہ نویس سیاحان عرب سندھ میں آئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان اور منصورہ میں حدیث و فقہ کی بڑی بڑی درسگاہیں کثرت سے موجود تھیں، اور ایک خلقت عظیم ان میں عرب کی زبان اور توحید کے دین کی تعلیم پا رہی ہے،

اگرچہ اب تبلیغ میں عرب کو وہ اگلا سا انہماک نہ تھا، مگر خلافت راشدہ کے قائم کئے ہوئے نظام اشاعت دین کے ایک حد تک باقی نہ رہنے کی یہ برکت تھی، کہ آج سندھ میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کی تگنی چوگنی ہے،

اس عربوں کی حکومت سندھ کا خلافت بنی عباس کے زوال کے بعد یہ حشر ہوا، کہ پہلے ملحدوں کا تسلط ہوا، بعد ازاں قرامطہ اور آخر کار اسمعیل خلفائے مصر کی حکومت قائم ہو گئی، اور پانچویں صدی کے آغاز میں محمود غزنوی سندھ میں پہونچا، تو اگرچہ رعایا کا غالب حصہ مسلمان تھا، مگر سب اسمعیلی تھے،

اسلام کے دوبارہ آنیکا آغاز محمود غزنوی کے حملہ آورانہ عہد ہمایوں سے ہوا، محمود کی تبلیغ کا دائرہ بت شکنی یا اسمعیلیوں کی پامالی تک محدود تھا، اس کو تبلیغ دین کرنے سے زیادہ شوق انہیں گرامی

عقائد کو مسلمانوں میں پھیلانیکا تہا، چنانچہ وہ اہلسنت میں ابومحمد کرّام کے اعتقادات کی طرفداری میں اشاعرہ اور شافعیہ کا دشمن تہا، فلسفیانہ خیال کے علمائے اسلام کے خون کا پیاسا تہا، اور حنفیہ سے بھی بغض رکہتا تہا، لہذا اسکی تبلیغی کوشش خود مسلمانوں پر جور و تعدی کرتی، ہندوستان کے ہندؤں کے ساتہہ اس نے بجز اس کے کچھہ نہیں کیا، کہ ان کے شہر فتح کئے ان کے بتخانے مسمار کئے جن سے عربوں کا اگلا دور خلافت محترز تہا، اس سے اہل ہند میں اسکی طرف سے وحشت و نفرت پیدا ہوئی، غرض سچا طریقہ تبلیغ اس کے عہد میں مفقود تہا،

اس کے بعد جتنے فاتح پیدا ہوئے، صرف ملک گیری کر رہے تھے، ان کے مسلمان ہونے کا ذیلی و ضمنی اثر ضرور پڑتا تہا، اس لئے کہ مشہور ہے "الناس علیٰ دین ملوکهم" تاہم محمود کے بعد والے مسلمان فاتحانہ ہند میں ایک سادگی تھی، جو انکا کچھہ نہ کچھہ اخلاقی اثر ڈالتی، لیکن ان کا جہاد وہ اسلام کا جہاد تہا، جس کی شان صحابہ ؓ نے اپنے دور فتحمندی میں دکھائی تھی، وہ ہندؤں کے سامنے اسلام اور جزئیے کو نہیں پیش کرتے تھے، بلکہ مطیع کرانے سطوت کا زور دکھانے اور سرکشوں کا سر اپنے آگے جھکوانے کے لئے لڑتے تھے وہ اپنے استبداد کا رعب قائم کرنے کے لئے تلوار ہاتہہ میں لیتے تھے نہ اشاعت دین کے لئے،

چند روز بعد جب ہند و مغلوب ہوئے اور سر اٹھانے کے قابل نہ رہے، تو سواد ہند جو متفرق اسلامی حکومتیں قائم ہوگئیں تہیں، وہ آپس میں لڑنے لگیں، اور اب انہیں ہندؤں سے بجز اس کے کہ وہ ان کی فوج کے سپاہی بنیں اور کسی قسم کا سروکار نہیں رہا،

ان کشمکشوں کے انجام نے پرانی فتحوں کے آثار پر دولت مغلیہ کا تختہ بچھایا، اس کے ابتدائی دو بادشاہوں کا عہد سارے ملک کو زیرنگیں بنانے اور اپنا جبروت قائم کرنے میں صرف ہوا، اور اکبر کے عہد سے ایک نیا دور شروع ہوا جس نے دوسری مسلمان قوتوں کے توڑنے اور اپنی سیادت کا سکہ بٹھانے کے بعد ایک نوایجاد مذہب کی تبلیغ کے ساتہہ ایک نیا تمدن قائم کیا، جو ہندو مسلمان اور شیعہ سنی ہی نہیں پارسی و مسیحی عقائد و خیالات کا بھی مجموعہ تہا، فقہا و علما کونے میں بٹھا دئے گئے، صوفیہ نے البتہ اپنے سموئے ہوئے رنگ سے اکبر کے قائم کئے ہوئے مشرکانہ و ملحدانہ تمدن پر نئے نقش و نگار بنالئے،

بہر حال ہندوستان میں عربوں کا دور ختم ہونے کے بعد نہ کبھی وہ اسلامی تعلیم جاری ہوئی جس میں دعوت و تبلیغ کی کوشش تھی، اور نہ وہ عربی معاشرت قائم ہونے پائی جو اپنی سادگی کیوجہ سے خود

ہی داعی و مبلغ دین ہو جایا کرتی تھی، بادشاہوں کی زبان فارسی ہونے کے باعث دربار اور دفاتر کی زبان فارسی ہو گئی اور عربی کا عام رواج نہ ہونے پایا جس کا لٹریچر بغیر کسی مزید کارروائی کے خود ہی دین اسلام قبول کرنے کا محرک ہو جایا کرتا تھا، صرف علمائے مفتی بننے اور قوم کی پیشوائی کرنے کے لئے اتنی عربی پڑھ لیا کرتے تھے، کہ دینی لٹریچر کو پڑھ سکیں اسطرح عیسائیوں میں صرف انجیل پر معمولی نظر ڈالنے کے لئے یونانی کی تعلیم ہوتی ہے، اس ناقص تعلیم کا نتیجہ یہ تھا کہ یہاں کے عربی دان نہ عربوں سے بات کر سکتے تھے اور نہ عربی کے اعلیٰ ادبی لٹریچر کو سمجھ سکتے تھے،

ہندوؤں کو خارجی اثروں سے باور کرا دیا گیا ہے اور نوجوان ہندو اب بغیر کسی حجت و دلیل کے دعوے کرنے لگے ہیں، کہ اسلام بزور و جبر پھیلایا گیا، اس کوئی صحیح ثبوت نہ اسلام کے قرون اولیٰ یعنے نہ خلافت راشدہ میں ملتا ہے نہ خلافت ہائے بنی امیہ و بنی عباس میں اور نہ کسی عربی حکومت میں،

ہندوستان میں تو ان اگلی خلافتوں کے خلاف بجز دو ایک تاجداروں کے تمام بادشاہوں کا طبعی رحجان اس طرف تھا، کہ یہاں کی رعایا اگر ہندو ہی رہے تو ہماری مقاصد حکمرانی کے لئے زیادہ مفید ہے اس لئے کہ اس بغاوت وسرکشی کرنے والے علی العموم مسلمان ہوا کرتے ہیں، اور ان کو مطیع و منقاد بنانا بہت دشوار ہوتا،

ایسے جزئی واقعات کہ کسی مسلمان سپاہی یا افسر کے ہاتھ سے ظلم ہو گیا، بیشک پیش آئے مگر بہت ہی کم اور پھر غور سے تاریخ کے ورق الٹئے تو بہت زیادہ نظر آتا ہے کہ غیر مسلم رعایا پر ظلم کرنے کے پاداش میں مسلمان سرداروں کو سخت ترین سزائیں دی گئیں،

ان باتوں کا ماحصل یہ ہے کہ ہندوستان میں کبھی مبلغانہ شان سے حکومت نہیں کی گئی، اور نہ کبھی باضابطہ طور پر اسلام کی اشاعت و دعوت دی گئی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد غیر مسلمانوں سے بڑھنا درکنار برابر بھی نہ ہونے پائی، یہ اور بات ہے کہ بمصداق الناس علےٰ دین ملوکھم بہت سے ہندو خود اپنے شوق سے مسلمانوں کی حکومت و شوکت دیکھ کر بہ طیب خاطر خود اپنے شوق سے مسلمان ہو گئے،   (دلگداز)

صاف بیانی

خمسہ بر غزل مولانا حالی مرحوم

(از جناب نامی کوہ سوار نظامی)

کس سے پوچھیں کون ہے اب چارہ گر سب کی یکساں حالتیں آئیں نظر
کوئی نظر آتا نہیں اک حال پر کرتے سو سو طرح سے ہیں جلوہ گر
ایک ہوتا ہے اگر ہم میں ہنر

قوم کا خود کو سمجھتے ہیں مدار بن گئے ہیں مرکز ہر اعتبار
کیا بدی یہ کر سکینگے زینہار جانتے ہیں آپ کو پرہیزگار
عیب کوئی کر نہیں سکتے اگر

یہ کبھی کرتے نہیں مکر و دغا ان کو آتا ہی نہیں کہنا بُرا
قوم کا کیا جانیں کیا ہے ماجرا دوست اس کے ہیں نہ اس کے آشنا
گو بظاہر سب سے ہیں شیر و شکر

مرد دانا اپنے تئیں کہتے ہیں ہم عقل ہی کے کام کب کرتے ہیں ہم
پست حالت میں سدا رہتے ہیں ہم خصلتیں روباہ کی رکھتے ہیں ہم
گو دکھاتے آپ کو ہیں شیر نر

مثل اپنے اور کو سمجھے نہیں گرچہ وہ رکھتا بھی ہو تاج و نگیں
ہیں وہ گویا واقف دُنیا و دیں اپنی نیکی کا دلاتے ہیں یقیں
کرتے ہیں نفرت بدی سے جسقدر

گو بھلائی پر نہیں کھلتے ہیں سب علم تو ہر بات کا ہوتا ہے سبب
کس طرح سے میں کہوں وہ بات اب کرنی پڑتی ہے کسی کی مدح جب
کرتے تقریر اکثر مختصر

جب کسی کے کام میں جاتے ہیں ہم عیب جوئی سے نہ گھبراتے ہیں ہم
اپنے مطلب پر اسے لاتے ہیں ہم گر کسی کا عیب سن پاتے ہیں ہم
کرتے ہیں رسوا اسے دل کھول کر

دل میں بھولے سے نہیں آتا کبھی! غیر کی کچھ کیجئے چل کر ہنسی!
گر کسی کے ساتھ کچھ نیکی نہ کی کی نہیں جس سے کبھی کوئی بدی
مشکرے ہیں اس سے خواہاں عمر بھر

ہیں ہماری حسن نیت کے سبب یار کو اپنا عدو پاتے ہیں جب
پھر نہیں اس سے کسی شئے کی طلب ایک رنجش میں بھلا دیتے ہیں سب
ہوں کسی کو ہم پہ لاکھ احساں اگر

کام تو کرتے ہیں جو کچھ ہو سو ہو دیکھتے ہرگز نہیں ہم ایک دو
رہنے دو اس کو کچھ ان کی بھی سنو عیب کچھ گنتے نہیں اس عیب کو
جس سے ہوں اپنے سوا سب بے خبر

نیک ہونے کا کسی پر ہو گماں اس کا ہوتا ہے ہمیشہ امتحاں
ذکر بھی ہوتا ہے اس کا ناگہاں خیر کا ہوتا ہے ظن غالب جہاں
کھینچ کر لاتے ہیں اس کو سوئے شر

دوستوں کے ہوتے ہیں جب مدح گو بے سبب کیوں ان کے پھر دشمن ہو
سب سے بہتر ہے نہ ان کا نام لو بنتے ہیں یاروں کے ناصح تاکہ ہو
عیب ان کا ظاہر اور اپنا ہنر

کہنے سننے کے لئے ہیں سب کے دوست سچ اگر پوچھو تو یہ ہیں کب کے دوست
گو مہرباں ہیں ہمارے اب کے دوست دوست اک عالم کے پر مطلب کے دوست
ایسے یاروں سے حذر یارو حذر

حال اپنا یوں بیاں کرتا ہے کون اپنی حالت کا پتہ دیتا ہے کون
رنج ناکامی اپنا خود سہتا ہے کون عیب حالی اپنے یوں کہتا ہے کون
خواہش تحسیں ہے حضرت کو مگر

انقلاب تجارت کی مختصر تاریخ

اٹھارویں صدی کے پہلے صنعت و تجارت کا کوئی حقیقی یا تاریخی انقلاب ظہور پذیر نہیں ہوا، اگرچہ آج سے بہت پہلے چین اور روم اسکندریہ اور حلب میں اکثر ایجادیں ہو چکی تھیں، مگر وہ تمام اختراعات صرف انسانی ہاتھوں سے قابل عمل تھیں، اس لئے انہیں کوئی ایسی قوت موجود نہ تھی جو مروجہ تجارت میں انقلاب پیدا کر سکتی، چین نے تیاری کاغذ کا راز دریافت کر لیا تھا، روم اپنے سنگ نقش پتھر اور قلمی تصویروں کے لئے مشہور تھا، اسکندریہ نے آئینہ عکاس بنا لیا تھا اور حلب نے شیشہ سازی کے مدارج طے کر لئے تھے، مگر انتقال و تبادلہ اشیاء کی قیمت بھی انسانی وقت اور محنت کی بدولت بہت گراں تھی،

وجود تاریخ سے ایک سو برس قبل روم کے ایک کلیسا میں فرش کے نیچے ایک دخانی انجن موجود تھا جس کی وجہ سے معبد کا صدر دروازہ آپ سے آپ کھلتا تھا اور بند ہو جاتا تھا، اس وقت کے سادہ لوح حضرات اپنی جہالت کی بدولت اس صنعت کو معجزہ سمجھتے تھے،

جیمس واٹ ۱۷۶۳ء سے ۱۸۰۰ء تک دخانی انجن کے بنانے میں مصروف رہا، وہ ایک روز اپنی کیتلی کو بغور دیکھ رہا تھا، کیتلی کا پانی کھول رہا تھا، اور کھولتے ہوئے پانی سے نکلتی ہوئی بھاپ برابر مائل تھی، کیتلی کا ڈھکن جاتی ہوئی بھاپ سے اٹھ جاتا تھا اور بھاپ نکل جانے کے بعد گر جاتا تھا، ڈھکن کی یہ حرکت باقاعدہ مسلسل وار اور معین فاصلہ کے ساتھ تھی، جیمس واٹ کے عرصۂ دماغ میں سپیدۂ سحری کی طرح ایک خیال لطیف جلوہ ریز ہوا، کہ اگر یہ بھاپ محفوظ کی جا سکے اور بھاپ کی پیدا کی ہوئی حرکات کام میں لائی جا سکتی ہیں، اس نے اپنے نظریہ کے مطابق مصروفیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ اور مسلسل تجربات کی وقت تدریجی کامیابی اس کو ممنون احسان کرتی گئی، آخر کار تین برس کی محنت اور لگاتار محنت کے بعد اس نے ایک دخانی انجن تیار کر لیا۔ ۱۸۰۰ء میں دخانی ریل اور جہاز قریب تمام پھیل گئے، ذرائع نقل بہت آسان ہو گئے، مکمل اشیاء کی قیمتیں گھٹ گئیں، روغنی اور ہوائی انجن بھی ایجاد ہو گئے، جنہوں

نے دنیائے تجارت میں ہل چل مچادی اور ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا، مگران تمام ایجادات کا دار مدار صرف دو اصول پر ہے،

(۱) گرمی کا تبادلہ قوت ثقل میں اس طور پر ہوجائے، کہ آہنی گیند فاصلہ معینہ کے ساتھ نیچے اوپر آتا جاتا رہے،

(۲) انسانی حرکات کو مادی حرکات میں بدل دیا جائے،

اگر آپ کسی دخانی انجن کے بعض حصص کو دقیق نگاہوں سے دیکھیں گے، تو اصول متذکرہ کا عملی نقشہ نگاہوں میں کھنچ جائیگا،

۱۸۸۵ء میں مسٹر ڈائملن نے سوچا کہ اگر ریل والے انجن کے بھاری پرزے ہلکے کردئے جائیں تو پہیوں کی گردشی رفتار بہت بڑھ جائیگی، بات یہ ہے کہ شے مدور جس قدر ہلکی ہوگی اتنی ہی زیادہ گردشیں کرسکیگی، اس نے بہت سے کامیاب تجربات کئے، اور آخر کار ایک دن وہ بھی آگیا کہ موصوف نے لنڈن کی بھری ہوئی شاہراہ پر اپنی پہلی کار چلادی، اس کے موٹر کی مشین اور زیادہ ہلکی ہوکر موٹر سائیکل وغیرہ میں استعمال ہونے لگی،

ہندوستان میں اختراعات و ذرائع نقل کی کمی

اقتصادیات کے چوتھے درجہ میں لوگوں نے ہر طرح کی مشین ایجاد کرلی ہے، علوم حکمۃ وادب کی ہمیشہ بڑھنے والی دولت نے اس قابل بنادیا ہے کہ ہم بھاپ، پانی، برق، موج، جوار بھاٹا اور زمین کے اندرونی گرمی کو حسب منشا اپنے کام میں لاسکیں، آج سے دو سو برس پہلے انگلستان کے دیہاتوں کا حال بعینہ یہی تھا جیسا آج ہندوستان کے شہروں کا ہے، اگر ہندوستان کو مایوس اور کم ہمت ہونے کی کوئی وجہ نہیں، وہ اس فرق کو ایک دو صدی میں پورا کرسکتا ہے، اگر ہندوستان میں ہر قسم کی اختراعات مفیدہ اور ذرائع انتقال کو فراہم کرلیں، تو سارا کام سدھر جائے، صرف انہیں دو چیزوں کی کمی ہے جو ہم کو منزل ترقی میں لنگ بر پا کئے ہوئے ہے، ہمالیہ میں کوئلہ کھودنے کے بہت سے کارخانے کھولے گئے مگر سب ٹوٹ گئے، جن کی وجہ صرف یہ ہی کہ ذرائع انتقال کافی و کم قیمت نہ تھے،

یورپ کی بعض دوکانوں میں جہاں گھڑیاں بنانے کا کام ہوتا ہے بہت سی انسانی حرکات کلوں میں تبدیل کردیگئیں، مثلاً دس بارہ ہاتھ لگے ہوئے ہیں، جو صرف ایک انسان کی مدد سے ادھر ادھر گھومتے رہتے ہیں اور اپنے معینہ فرائض انجام دیتے رہتے ہیں،

الکٹریسٹی لفظ الکٹرا (یونانی) سے مشتق ہے، بعض یونانیوں نے آج سے دو ہزار برس پہلے معلوم کر لیا تھا کہ پارچہ اور کہربا کے ملنے سے خفیف سی قوت کشش پیدا ہو جاتی ہے وہ اس پر عامل رہے اور جب اشیا مذکور کو آپس میں رگڑ دیتے تھے تو لوہے کی سویاں اپنے آپ ناچنے لگیں، مگر اس بیش بہا معلومات کا عملی استعمال صرف تماشہ گری تک محفوظ تھا،

مسٹر فرینکلین نے معلوم کیا، کہ آسمان سے گرنے والی بجلی بھی الکٹریسٹی کا خزانہ ہے، مگر یہ انمول قوت صرف اس لئے مخصوص نہیں ہو سکتی، کہ وہ بہت اچانک اور بالکل بے قاعدہ طور پر گرتی رہتی ہے، اب تک صرف اتنا ہو سکا ہے کہ مکانات کی چوٹی پر ایک خاص قسم کی آہنی چھڑ لگا دیجاتی جو گرتی ہوئی بجلی کو اپنی طرف کھینچ لے اور متصلہ تار کے ذریعے زمین کے اندر اتار دے، تاکہ وہ مکین و مکان دونوں محفوظ رہ سکیں،

ہنری نے کچھ ابتدائی تجربات کئے تھے اور یہ دریافت کر لیا تھا کہ تار لے اس سرے سے اس سرے تک انگلیوں کی حرکت سے مقررہ نشان دوڑائے جا سکتے ہیں، مگر ابتدائی طرز ترتیب بہت ناکافی اور بیہودہ ثابت ہوئے جس جیمس واٹ نے درست کیا اور اکثر اصلاحوں کے بعد اس قابل بنا دیا، کہ ایک ہی تار پر چھ سات پیام ایک ہی وقت پر بھیجے جا سکتے ہیں،

ٹیلیفون کے موجد مسٹر بل ہیں جسن قسمت سے وہ ایک ایسی دوشیزہ پر عاشق ہوئے جو اعلیٰ گھرانے کی تھی خسر صاحب نے یہ شرط لگائی کہ اگر تم کوئی مفید شئے ایجاد کر لو اور اس سے کافی روپیہ فراہم ہو جائے تو میری لڑکی حاضر ہے۔ بل کے والد معظم ماہر اصوات تھے، غریب بل نے دوشیزہ کے ہمت دلانے اور اپنے والد کی اعانت سے ایک ایسا طریقہ ابتدائی ایجاد کر لیا کہ مختلف آوازیں تار پر دوڑائی جا سکیں مگر ابتدائی طریقہ صرف دو سو گز کے لئے کافی اور دوسری سرے پر آوازیں بہت کم سنائی دیتی تھیں،

بل کے والد فلیڈلفیا کی ایک نمائش میں اپنے بیٹے کو اور اس کی ایجاد کو برزیل کے شہزادے سے (جو پہلے ان کا شاگرد رہ چکا تھا) متعارف کرا دیا، اس طور پر ایجاد کو بہت بڑی ترقی اور موجد کو دوشیزہ و دولت نصیب ہو گئی، (شباب اردو)

کیا ہندوستان میں ساٹھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰۰) قریشی ہیں؟

جمعیۃ القریش دہلی کی غلط بیانی

نواب صاحبزادہ صاحب حاجی محمد رشید الدین احمد رئیس اعظم میرٹھ، صدر آل انڈیا جمعیۃ القریش نے قونصل جنرل افغانستان کے نام ۱۴، دسمبر ۲۷ء کو بمبئی میں جن الفاظ میں تار دیا ہے، قارئین کرام کے غور و فکر کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں،

آپ لکھتے ہیں، کہ

"حضور پر نور جلالۃ الملک ہز اگز النسیز مجسٹی امیر افغانستان خلد اللہ ملکہ، و لازالت سلطنتہ کے ہندوستان کو قدوم میمنت لزوم فرمانے پر بیوپاریان و سوداگران وغیرہم پر مشتمل "جمعیۃ القریش ہند" کے تقریباً ساٹھ لاکھ افراد اعلیحضرت کی خدمت سراپا برکت میں جوش مسرت و فرط انبساط سے معمور دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں"

"بیوپاریان و سوداگران وغیرہم پر مشتمل جمعیۃ القریش" کا معمہ تو کچھ جمعیۃ القریش والے ہی سمجھیں گے، شائد ہندوستان کے تمام بیوپاری اور سوداگر قریش ہی کی ذریات آپ خیال کرتے ہوں یا ہر وہ شخص جو بیوپار اور سوداگری کا پیشہ اختیار کرلے خواہ وہ نسبی حیثیت سے کچھ بھی ہو، قریشی کہلانیکا حقدار ہوجاتا ہو، لیکن تقریباً ساٹھ لاکھ افراد کی شرح بتفصیل ضرور سمجھنے کے قابل ہے

جمعیۃ القریش کے صدر و سکریٹری کا قلم اپنے اندر اس قدر طاقت رکھتا ہے کہ وہ اپنی ایک ذرا سی حرکت سے قریشی برادری کی تعداد میں لاکھوں کا اضافہ کرسکتا ہے، اور نمائندگی کا طرۂ امتیاز حاصل کرنے کے لئے حقیقت کے خلاف شمار و اعداد پیش کرنے کی جرأت دلا سکتا ہے، تقریباً ۶۰ لاکھ افراد کی تردید مکرمی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے مردم شماری ۱۹۲۱ء کی سرکاری رپورٹ کی رو سے کی ہے جو جمعیۃ القریش اور ناظرین القریش کی واقفیت کے لئے ذیل میں درج کی جاتی ہے،

سال ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کی رو سے ہندوستان بھر میں قریش وسادات کی تعداد حسب ذیل ہے،

صوبہ پنجاب بشمول دہلی } قریشی ننانوے ہزار چار سو اٹھاون (۹۹۴۵۸)، منجملہ ازاں باون ہزار نو سو اکسٹھ (۵۲۹۶۱) مرد اور چھیالیس ہزار چار سو ستانوے (۴۶۴۹۷) عورتیں،

سید، دو لاکھ ساٹھ ہزار نو سو اناسی (۲۶۰۹۷۹)، جن میں سے ایک لاکھ انتالیس ہزار تین سو ستاون مرد اور ایک لاکھ اکیس ہزار چھ سو تئیس عورتیں، ہیں،

صوبہ شمال مغربی، قریشی، چھبیس ہزار سات سو انتالیس (۲۶۷۳۹)، جنمیں سے چودہ ہزار چھ سو چھیاسی (۱۴۶۸۶) مرد اور بارہ ہزار ترپن (۱۲۰۵۳) عورتیں،

سید، نوے ہزار چھ سو پانچ (۹۰۶۰۵)، جنمیں سے سینتالیس ہزار چھ سو اکہتر (۴۷۶۷۱) مرد اور بیالیس ہزار نو سو چونتیس (۴۲۹۳۴) عورتیں،

صوبہ یوپی (متحدہ) سید، دو لاکھ اناسی ہزار چار سو ستر (۲۷۹۴۷۰)، ان میں سے ایک لاکھ چوالیس ہزار تین سو مرد (۱۴۴۳۰۰)، اور ایک لاکھ پینتیس ہزار ایک سو ستر (۱۳۵۱۷۰) عورتیں،

ریاست حیدرآباد دکن، سید، ایک لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اناسی (۱۸۷۶۷۹)، جن میں سے مرد چھیانوے ہزار سات سو چورانوے (۹۶۷۹۴)، اور نوے ہزار آٹھ سو پچاسی (۹۰۸۸۵) عورتیں،

ریاست کشمیر، سید انانوے ہزار تین سو ترپن (۸۹۳۵۳)، مرد سینتالیس ہزار سات سو بہتر (۴۷۷۷۲)، اور عورتیں اکتالیس ہزار پانچ سو اکاسی (۴۱۵۸۱)،

ریاست میسور، انسٹھ ہزار نو سو ترانوے (۵۹۹۹۳)، جن میں سے مرد اکتیس ہزار نو سو چون (۳۱۹۵۴)، اور اٹھائیس ہزار انتالیس (۲۸۰۳۹) عورتیں،

راجپوتانہ، سید چونتیس ہزار چھ سو پانچ (۳۴۶۰۵)، ان میں سے اٹھارہ ہزار نو سو اٹھارہ (۱۸۹۱۸) مرد، اور پندرہ ہزار چھ سو ستاسی (۱۵۶۸۷) عورتیں،

بلوچستان، سید اکیس ہزار پانچ سو بیالیس (۲۱۵۴۲)، منجملہ ازاں گیارہ ہزار پانسو پینسٹھ (۱۱۵۶۵) مرد، اور نو ہزار نو سو ستتر (۹۹۷۷) عورتیں،

صوبۂ بنگال، سید، ایک لاکھ چالیس ہزار چار سو ننانوے (۱۴۰۴۹۹)، جن میں سے تہتر ہزار نو سو چونتیس (۷۳۹۳۴) مرد اور چھیاسٹھ ہزار پانسو پینسٹھ (۶۶۵۶۵) عورتیں،

بہار و اڑیسہ، سید، ایک لاکھ چار ہزار دو سو چون (۱۰۴۲۵۴)، جن میں سے مرد اکاون ہزار سات سو (۵۱۷۲۸)

اٹھائیس، اور باون ہزار پانسو چھبیس[۵۲۵۲۶] عورتیں،

صوبہ بمبئی، سید، ایک لاکھ چون ہزار آٹھ سو اکانوے[۱۵۴۸۹۱]، انمیں سے اسی ہزار سات سو چھبیس[۸۰۷۲۶] مرد، اور چہتر ہزار ایک سو پینسٹھ[۷۴۱۶۵] عورتیں،

صوبۂ مدراس، سید۔ ایک لاکھ ستتر ہزار تین سو چہتر[۱۷۷۳۷۶] جن میں نوے ہزار نو سو گیارہ[۹۰۹۱۱] مرد اور چھیاسی ہزار چار سو پینسٹھ[۸۶۴۶۵] عورتیں،

گویا اس صورت میں قریش اور سادات کی (جو سید القریش بھی ہیں) مجموعی تعداد ستره لاکھ ستائیس ہزار چار سو چوالیس نفوس پر مشتمل ہے، نہ کہ ساٹھ لاکھ،

گوجرانوالہ
۷، جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

قاضی نظیر حسین فاروقی، ایم، بی، ایچ
ریٹائرڈ مستوفی

انجمن قریشیان پنجاب گوجرانوالہ

یہ انجمن جس ہوشمندی و انہماک سے کام کر رہی ہے، وہ اس کی اپ ٹو ڈیٹ کارگذاری سے ظاہر ہے، قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی آنریری جنرل سکرٹری قوم کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کرنے کے لئے قابل قدر مساعی سے کام لے رہے ہیں، اگر کسی زندہ قوم کی انجمن کو قاضی صاحب موصوف ایسا، قابل، فاضل اور تجربہ کار کارکن مل جاتا۔ تو اسکی نوبت دنوں میں کا فور ہو جاتی، افسوس ہے کہ قریش میں قدردانی مفقود ہو چکی ہے اب جیسی طغیانی پر ہے، جو قوم کی حالت زار پر افراد قوم کو متوجہ نہیں ہونے دیتی،

قوم سازی اور قریش گری کے سیلاب میں "نسب" خطرہ میں ہے، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی یادگار قوم کے مٹ جانے کا اندیشہ اغلب ہے، کاش! اس نقصان عظیم ہی کو محسوس کرکے برادران

ترین اصلاح قوم کی طرف متوجہ ہوں ،

انجمن قریشیان پنجاب نے ذیل کا تار ۱۴ دسمبر ۱۹۲۷ء کو بمقام بمبئی جناب جلالتماب امیر امان اللہ خان پادشاہ دولتِ علیہ مستقلہ افغانستان کی خدمت عالی میں بھیجنے کی عزت حاصل کی ،

To His Majesty King of Afghanistan

Bombay

Anjuman-i-Quraishian Punjab offer their heartiest Congratulations and most Cordial Welcome to your Majesty on your Majesty's arrival in India and pray for a most happy journey to your Majesty.

(ترجمہ) "انجمن قریشیان پنجاب" اعلحضرت کے ہندوستان میں نزول اجلال فرمانے پر حضور اقدس کی خدمت اشرف میں دلی خلوص اور عقیدت سے ہدیہ تہنیت و خیر مقدم پیش کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ کوکبہ خسروی کی یہ سیاحت حضور اعلیٰ وارفع کے لئے پُر از مسرت و شادمانی ہو ،

قاضی نظیر حسین جنرل سکرٹری
انجمن قریشیان پنجاب، گوجرانوالہ

اجلاس منعقدہ ۳۱ دسمبر کی کارروائی

۳۱ دسمبر کو مولانا عبد الحق صاحب علوی ایم ، او ، ایل وکیل کی صدارت میں انجمن کا اجلاس منعقد ہوا ، ذیل کی قرار دادیں باتفاق رائے منظور کی گئیں ،

(۱) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ضلع وار انجمنیں جو انجمن قریشیان پنجاب کی شاخیں بنا منظور کریں اپنے سرمایہ کا کم از کم بارہ روپیہ آٹھ آنہ فیصدی اور زیادہ سے زیادہ پچیس فیصدی تک مرکزی ضروریات کی تکمیل کے لئے ادا کریں ،

(۲) اس جلسہ کی رائے ہے کہ ضلع وار انجمنوں کے ممبر مرکزی انجمن کے آنریری ممبر اور ان کے عہدہ داران اس کی سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کے ممبر متصور کئے جائیں ،

(۳) یہ جلسہ قرار دیتا ہے کہ مرکزی انجمن کی روز افزوں ضروریات کے لحاظ سے ممبر کی بجائے سالانہ چندہ بکمشت کے بجائے تین روپے سالانہ چندہ ممبری مقرر کیا جائے ،

(۴) یہ جلسہ ذیل کے جرائد و رسائل "مسلم آوٹ لک"، "زمیندار"، "انقلاب"، "کشمیری"، "مدینہ"، "شہاب" اور "القریش" کی اس اسلامی رواداری کے لئے جو انہوں نے سال حال میں انجمن کی کارروائیوں کی اشاعت کے متعلق برتی ہے اپنے دلی شکریہ کا اظہار کرتا ہے،

(۵) یہ جلسہ ان قابل داد اصلاحی اور علمی و ادبی خدمات کا اعتراف کرتا ہے، جو "القریش" امرتسر نے گذشتہ تیرہ سال میں قریشیانِ ہند کی قومی بہتری کے متعلق سرانجام دی ہیں، اور اس بنا پر اس امر کی پرزور سفارش کرتا ہے کہ اس واحد قومی آرگن کو اب سہ روزہ بنانے کے لئے قوم قریش کو اس کی اعانت و اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہیئے،

(۶) مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی ایڈیٹر القریش امرتسر کی سیزدہ سالہ کوششوں نے قریشیانِ ہند میں جس حد تک قومی بیداری کا احساس پیدا کیا ہے، اس کی رو سے اس جلسہ کی متفقہ رائے ہے، کہ اظہار تشکر و امتنان کی غرض سے آپ کو انجمن کا "لائف پریزیڈنٹ" مقرر کیا جائے،

(۷) یہ جلسہ اپنی اس دیانتدارانہ رائے کا اظہار کرتا ہے، کہ چونکہ رائل کمیشن کا مقاطعہ حالاتِ حاضرہ میں مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہو سکتا، اس لئے مسلمانوں کی سیاسی اہمیت کا اقتضا یہ ہے کہ حصول مقاصد کی غرض سے اپنے سیاسی مطالبات پورے زور کے ساتھ کمیشن کے سامنے پیش کئے جائیں،

(۸) یہ جلسہ قریش کے نامور فرزند جناب مسیح الملک بہادر حکیم محمد اجمل خان صاحب فاروقی کے انتقال پرملال کے واقعۂ ہائلہ پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہے، اور آپ کے خاندان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہوا دعا کرتا ہے، کہ اللہ تعالےٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ دے،

انتخاب جدید

عہدیداران انجمن کی میعاد یک سالہ ختم ہونے پر باضابطہ تحریک و تائید کے بعد سال ۱۹۲۸ء کے لئے باتفاق رائے حسب ذیل عہدیداران انجمن بنائے گئے،

(۱) مولانا عبدالحق صاحب علوی، ایم، او، ایل، وکیل گوجرانوالہ — پریزیڈنٹ
(۲) مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی ایڈیٹر القریش امرتسر، — لائف پریزیڈنٹ
(۳) خان بہادر شیخ خان محمد صاحب فاروقی رئیس راولپنڈی، — وائس پریزیڈنٹ
(۴) شیخ پیر محمد صاحب فاروقی ضلعدار نہر، شرقپور، — " "
(۵) پیر عبدالرشید صاحب صدیقی لائف انشورنس ایجنٹ گجرات — " "
(۶) شیخ محمد معظم صاحب صدیقی بی۔ اے، پلیڈر جھنگ — " "

(۷) قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ایم اے بی ایچ ریٹائرڈ مستوفی الریاست قلات گوجرانوالہ } جنرل سکرٹری

(۸) قاضی مظفر حسین صاحب فاروقی مثلوان، گوجرانوالہ جائنٹ سکرٹری

(۹) پیر محمد شاہ صاحب فاروقی، انگلش ماسٹر، گوجرانوالہ فنانشل سکرٹری

(۱۰) سید شریف حسین صاحب بی اے سکول ماسٹر گوجرانوالہ، اگزامینر آف اکوانٹس

حسب ذیل اصحاب ممبران اگزیکٹو کمیٹی منتخب کئے گئے

(۱) قاضی فضل الٰہی صاحب عباسی ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر، گوجرانوالہ

(۲) مولوی غلام غوث صاحب صدیقی پنشنر "

(۳) ڈاکٹر فیروزالدین صاحب قریشی "

(۴) حکیم محمد حسین صاحب عباسی، کوٹ باری خاں، ضلع "

(۵) قاضی باقی شاہ صاحب فاروقی رئیس وزیرآباد، ضلع "

(۶) ڈاکٹر محمد فضل صاحب صدیقی سب اسسٹنٹ سرجن وزیرآباد، ضلع "

(۷) بابو محمد قاسم صاحب قریشی ملڑی کنٹراکٹر، نظام آباد، ضلع "

(۸) پیر محمد قمرالدین صاحب خالدی پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، گجرات

(۹) قاضی طالب مہدی صاحب فاروقی سب انسپکٹر پولیس کوئٹہ

(۱۰) صوبیدار ڈاکٹر غلام حسین صاحب قریشی لنڈی کوتل

(۱۱) قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی، ناظر محکمہ چیف کمشنر، پشاور

(۱۲) شیخ محمد شریف صاحب فاروقی، بی ایس سی، ایگریکلچرل اسسٹنٹ، راولپنڈی

(۱۳) ڈاکٹر محمد جنید صاحب علوی، ایل آر سی پی اینڈ ایس ای، ایل آر ایف پی اینڈ ایس جی، ڈی ایل او، انگلینڈ } دہلی

(۱۴) مولوی محمد شبلی صاحب علوی، کنٹراکٹر دہلی

(۱۵) قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی، وکیل نکودر، ضلع جالندھر

(۱۶) قریشی عبدالمجید صاحب پنشنر رسالدار، ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ، قصبہ سوہنہ ضلع گوڑگانوں

(۱۷) قاضی محفوظ الدین صاحب قریشی رئیس قصبہ سوہنہ ضلع گوڑگانوں "

(۱۸) مسٹر عبداللطیف خان صاحب قریشی ضلعدار نہر، سرگودہا

(۱۹) قاضی عبدالحق صاحب صدیقی، ہیڈ کلرک چھاؤنی کوہاٹ "

(۲۰) قاضی سراج الدین صاحب صدیقی پنشنر ٹیچر، خان پور، ضلع جہلم
(۲۱) شیخ احمد الدین صاحب صدیقی گرداور قانونگوی ستھیالہ، ضلع امرت سر
(۲۲) قریشی محمد یوسف صاحب تدبر ایم اے، ایف، آر، ایس، اے (لنڈن) پروفیسر گورنمنٹ کالج، جھنگ

نوٹ :- دوران سال میں ان میں اضافہ نہ ہوگا۔

مندرجہ ذیل اصحاب ممبران جنرل کمیٹی تجویز کئے گئے

(۱) قاضی محمد امین صاحب فاروقی پٹواری نہر، سادہ گورایہ ضلع گوجرانوالہ
(۲) شیخ فتح الدین صاحب فاروقی، ریٹائرڈ انسپکٹر آرمی ریمونٹ، گلیانہ، ضلع گوجرات
(۳) قاضی محمد اسلم صاحب فاروقی پٹواری مال، سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ
(۴) شیخ فضل حسین صاحب فاروقی، شیخ قریشیاں ضلع گوجرات
(۵) مخدوم محمد الدین صاحب عباسی، ورنیکلر ٹیچر پنڈ دادن خاں ضلع جہلم
(۶) منشی محمد رمضان صاحب صدیقی پٹواری، مانانوالہ ضلع شیخوپورہ
(۷) منشی محمد جان عالم صاحب صدیقی، عبداللہ پور ضلع شیخوپورہ
(۸) منشی محمد چراغ صاحب صدیقی پٹواری، جیون پورہ خورد، ضلع شیخوپورہ
(۹) قاضی غلام مصطفےٰ صاحب فاروقی مدرس، چک ڈرکاں ضلع گوجرانوالہ
(۱۰) قاضی خورشید عالم صاحب فاروقی، سادہ گورایہ، ضلع گوجرات
(۱۱) میاں دوست محمد صاحب قریشی، سیف اللہ گنج، ضلع سلطان پور
(۱۲) میاں فضل کریم صاحب قریشی، ہیڈ ماسٹر، کراچی
(۱۳) شیخ معراج الدین صاحب قریشی پٹواری ضلع امرت سر
(۱۴) پیر محمد یعقوب صاحب فاروقی، موٹر ڈرائیور، گوجرانوالہ
(۱۵) قاضی محمد اسمٰعیل صاحب فاروقی، ہیڈ کنسٹبل پولیس شورکوٹ، ضلع جھنگ
(۱۶) میاں سید محمد صاحب قادری، بٹالہ ضلع گورداسپور
(۱۷) قریشی غلام حمید صاحب کوفت گر، گوجرات
(۱۸) حکیم عبد الحق صاحب صدیقی پرائیوٹ میڈیکل پریکٹیشنر، وان رادھا رام ضلع لاہور

نوٹ :- ان میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا۔

آنریری جنرل سیکرٹری انجمن قریشیاں پنجاب۔

جواہر ریزے

محمد بن جوہر کے زمانہ کا ذکر ہے، کہ المامون بادشاہ ٹولیڈو کے پاس شاہزادہ الفنزو بن فردی نینڈو[۵] اپنے بھائی ڈون سانچوں بادشاہ کاسٹیل ولیون کے خوف سے پناہ گزین ہوا تھا، مامون جانتا تھا کہ شہزادہ مسلمانوں کے جانی دشمن کا بیٹا ہے، مگر چونکہ وہ پناہ گزین ہوا تھا، اس لئے اس کو اپنے محل کے قریب ایک عالی شان مکان دیا، اعلیٰ درجہ پر اس کی مہمانداری کی۔ کئی اور عیسائی رئیس بھی اس کے ہمراہ تھے، اس کا تمام سامان اس کے مذہب کے مطابق تھا، بادشاہ اکثر اس کو شکار میں اپنے ہمراہ لیجاتا تھا، بادشاہ کی دیکھا دیکھی اکثر امراء مسلمان روسا بھی اس کو اپنے جلسوں میں مدعو کرتے تھے، ایک مرتبہ کا ذکر ہے، کہ المامون اور اس کے درباریوں نے عیسائیوں کے خلاف ایک مشورہ کیا، کہ انکی طاقت روز بروز بڑھ رہی ہے، اس سے کسی طرح نجات حاصل کرنی چاہیئے،

اسی مشورہ میں یہ تجویز بھی پاس ہوئی، کہ عیسائیوں کے سب سے بڑے شہر (کاسٹیل) میں رسد کی آمد بند کر دیجائے، اور اس کے گرد جس قدر ملک ہیں سب کو ویران کر دیا جائے، یہ خبر الفنزو اور اس کے ہمراہی عیسائیوں کو بھی ہو گئی، امرائے دربار نے المامون کو صلاح دی، کہ ایسے خطرناک مہمانوں کو مار آستین بنانے کی بجائے قتل کر دینا زیادہ مناسب ہے، اندیشہ ہے کہ ہمارا راز فاش ہو جائیگا، لیکن المامون نے اپنے وزرا کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ اسلام اس عہد شکنی اور مہمان کشی کی اجازت نہیں دیتا،

۱۰۷۳ء میں ڈون سانچو کے قتل ہو جانے پر الفنزو کی بہن اراکا نے ٹولیڈو میں اس کے پاس قاصد بھیجا، کہ جسطرح ہو بھیس بدل کر نکلو اور بادشاہی حاصل کرو، اگر ٹولیڈو کے بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ کاسٹیل کا تخت خالی ہے تو وہ حملہ کر دیگا۔ الفنزو المامون کے احسانات سے دبا ہوا تھا، اس نے بغیر اطلاع کے جانا مناسب نہ سمجھا، المامون نے تخت کی مبارکباد دی، اور کہا کہ کوئی خاص شرط نہیں ہے سوائے اس کے کہ میرے اور میرے بیٹے کے ساتھ تمہاری وفاداری میں کوئی فرق نہ آئے۔

---

۵ فردی نینڈو اس زمانہ میں سپین و پرتگال میں عیسائیوں کا ایک زبردست بادشاہ تھا، بنی امیہ کے زوال ہسپین کے دنوں میں اس نے بڑے بڑے صوبے فتح کر لئے تھے، مسلمانوں کا جانی دشمن تھا، ٹولیڈو پر بھی ایک مرتبہ فوج کشی کرنی چاہی تھی مگر المامون نے تحائف بھیجکر اپنی حکومت بچالی تھی،

جب النزدکی رخصت کا وقت آیا، تو بڑے بڑے سرداروں کے ہمراہ اپنی سرحد تک اس کو پہونچانے آئے اور بیش بہا تحفے تحائف دیکر رخصت کیا،

سنہ ۱۰۷۵ء المامون کے بعد ہاشم اس کا بیٹا تخت نشین ہوا، مگر اس کو صرف دوہی سال سلطنت نصیب ہوئی، سنہ ۱۰۷۷ء میں المامون کا دوسرا بیٹا یحییٰ تخت پر بیٹھا، اس کی ناروا حرکتوں سے عیسائی اور مسلمان بھڑک اٹھے، آخر النزونے اپنے ولی نعمت اور محسن المامون کے بیٹے پر فوج کشی کی۔ محاصرہ چھہ سال تک رہا۔ باشندگان ٹولیدو نے مجبور ہو کر شہر عیسائیوں کے حوالے کردیا۔ یحییٰ والنشیا (بلنشیا) چلا گیا، اور سنہ ۱۰۸۵ء میں قدیم گوتھک دارالخلافت سپین جو ۳۷۲ سال تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا تھا، پھر عیسائیوں کے قبضہ میں آگیا،

حضرت علی رضہ کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں کسی شخص کا ایک باغ تھا، اس میں ایک غلام باغ کی حفاظت کے لئے مالک نے رکھہ چھوڑا تھا، ایک روز وہاں ابو احمد نامی ایک رئیس تفریح کے لئے گئے، دیکھا کہ غلام روٹی کھا رہا ہے اور اس کے سامنے ایک کتا بھی بیٹھا ہے، وہ ایک لقمہ کتے کو کھلاتا ہے اور ایک خود کھاتا ہے اور مساوات کا لحاظ رکھتا ہے، کہ لقمہ چھوٹا بڑا نہو، جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو ابو احمد اس کے نزدیک گئے اور اس غلام سے پوچھا۔ کہ کیا تمنے اس کتے کو پال رکھا ہے، اس نے کہا یہ اجنبی کتا ہے، بھوک کے مارے میرے سامنے بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ میں کھانا کھا رہا تھا، میں نے مروت کے خلاف سمجھا، کہ خدا کی ایک مخلوق میرے سامنے بھوکی بیٹھی رہے، اور میں شکم سیر ہو کر کھاؤں، اس لئے اس کو بھی کھلا دیا، ابو احمد نے کہا کہ کھلانیمیں مضائقہ نہیں، لیکن تم لقمے میں جانچ کیوں کرتے تھے، اور برابر کرکے کیوں کھاتے تھے، اس نے کہا کہ میں نے نیت کرلی تھی، کہ اپنی روٹی میں سے آدھی خود کھاؤں گا اور آدھی کتے کو کھلاؤنگا، اس لئے میں بہت خیال رکھتا تھا، کہ لقمے چھوٹے بڑے نہوں، جو میری نیت کے خلاف پڑیں، اور اللہ تعالےٰ مجھے پکڑے، ابو احمد اسبات کو سنکر بہت ہی خوش ہوئے، اور اس غلام کی بے انتہا عزت ان کے دل میں قائم ہوگئی، وہ اسی وقت اس باغ اور غلام کے مالک کے پاس گئے اور دونوں کو خرید کر انکی قیمت دیدی، پھر غلام کے پاس آئے اور کہا کہ تمہاری نیک نیتی اور ایثار سے میرا دل بہت خوش ہوا، اس کے صلہ میں میں نے تم کو اور اس باغ کو خرید لیا۔ اب میں تمکو آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ دیتا ہوں، غلام نے بہت شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اس احسان کے بدلے میں جو آپ نے مجھے آزاد کرکے مجھہ پر کیا۔ میں یہ باغ بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، یہ کہکر باغ کو چھوڑ کر وہ رخصت ہوگیا :

مخمسہ

برغزل بے بدل اعلحضرۃ سلطان العلوم محی الملۃ والدین تاجدارِ دکن دام ملکہ

اب ذکرِ وفا جھوٹے مولی کے برابر ہے   بگڑی ہوئی صحبت ہی کھویا ہوا جوہر ہے
ناکام نشستیں ہیں ناکامی کا منظر ہے   کیا محفل ہستی کا نقشہ متغیر ہے
ساقی ہے نہ مطرب ہے شیشہ ہے نہ ساغر ہے

اس عشق کی آمد نے حالت یہ بنا ڈالی   بے رنگ ہوا چہرہ جاتی رہی خوشحالی
کرلی ہے پریشانی دونوں ہی رکھوالی   غم ہے نہ فراغ اس کو سودا ہے نہ وہ خالی
دل ہے تو عجب دل ہے سر ہے تو عجب سر ہے

ہے نام زمیں جس کا یہ فرش نیا ہوگا   اس عالم ہستی کا نقشہ ہی جدا ہوگا
کہنے تو کہتے ہیں ہوگا بھی تو کیا ہوگا   سوتے سے جب اٹھیگا اک حشر بپا ہوگا
وہ فتنۂ خوابیدہ جو فتنۂ محشر ہے

جینے کی تمنا پر قابو نہ رہا میرا   کیا قتل کی حسرت نے دل تنگ کیا میرا
لے جامِ حیات آخر لبریز ہوا میرا   تلوار جو کھینچی ہے حاضر ہے گلا میرا
دل میں ہے وہی ہے کہ جو تیری زباں پر ہے

مخفی نہیں سفاکی تاکے ہوئے گردن ہیں   مفقود نگاہوں سے رہگیر کے دامن ہیں
اس عشق کی منزل میں یہ چور یہ رہزن ہیں   انداز ترے قاتل سب جان کے دشمن ہیں
چتون ہے کہ ناوک ہے غمزہ ہے کہ خنجر ہے

اپنا جو بناتی ہے وہ ہے نگہِ جاناں   عالم کو رجھاتی ہے وہ ہے نگہِ جاناں
جو قہر ہی ڈھاتی ہے وہ ہے نگہِ جاناں   جو برق گراتی ہے وہ ہے نگہِ جاناں
جو دل کو پھنساتی ہے وہ زلفِ معنبر ہے

صدقہ ہوں کریمی پر ارمانِ خیالی کے   جو مانگنے آتے ہیں خالی وہ نہیں جاتے
کچھ تشنہ دہانی کے باقی نہ رہیں شکوے   اب چشمِ عنایت سے پیاس اسکی بجھا دیجے
بیتاب بہت عثماں یا ساقیٔ کوثر ہے

خیالی برہانپوری

حمیدہ بانو بیگم

عین اس وقت کہ جب ترکان احرار اپنی فتوحات کو یورپ کیطرف ترقی دینے میں مصروف تھے امیر تیمور جیسے جنگجو اور خونخوار دشمن نے بلاد عثمانیہ پر یورش کر دی، ترکی کا نامور خلیفہ "سلطان بایزید یلدرم" قسطنطنیہ پر رومیوں سے جنگ کر رہا تھا، اس کو جب اس اچانک حملے کی خبر ہوئی، تو وہ امیر تیمور کے مقابلے کو واپس ہوا، "انگورہ" کے مقام پر دونوں لشکروں میں مٹھ بھیڑ ہو گئی،

ترکی فوجوں نے مقابلہ تو نہایت دلیری اور ثابت قدمی سے کیا، مگر آخر کئی روز کی خونریز لڑائیوں کے بعد "تیمور" فتحیاب ہوا اور بایزید مع اپنی فوج کے گرفتار ہو گیا،

دوسرے دن ہزیمت خوردہ قیدیوں کی جماعت تیمور کے سامنے پیش ہوئی،

ان مظلوم اور بیکسوں کی حسرت آمیز اور رحم طلب نگاہیں ابھی بادشاہ کے چہرہ کو تک ہی رہی تھیں کہ تیمور نے سر اٹھایا اور قیدیوں پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد فوراً ان سب کے قتل کا حکم دیدیا،

یہ سننا تھا کہ بیچارے قیدیوں کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی، آنکھوں کے سامنے اندھیر سا چھا گیا، قریب تھا کہ ان کے سر تن سے جدا کئے جائیں، ایک نوجوان خوبصورت سپاہی تخت سلطانی کے قریب جا کر دست بستہ کھڑا ہو گیا اور بولا،

قبلۂ عالم! "قبل اس کے کہ ہم لوگ تلوار کے گھاٹ اتاری جائیں، چند ساعت کی اجازت دیجائے کہ میں خدمت عالی میں کچھ عرض کر دوں"!

امیر نے ندیموں اور مصاحبوں کی سفارش سے اسے عرض معروض کی اجازت دیدی، نوجوان نے ایک حسرت بھری نگاہ اپنے ساتھیوں پر ڈالی، پھر امیر سے یوں مخاطب ہوا،

اے شہنشاہ! ایک دن ہماری طرح تیری زندگی کا بھی چراغ گل ہونیوالا ہے، وہ وقت بہت قریب ہے، کہ دنیا کی بے ثباتی جاہ و حشمت تیرا ساتھ چھوڑ دیں، زندگی کی انقلاب پسند گھڑیاں تجھے موت کے پنجے میں پھنسا دیں، اس بیکسی کے منظر سے جو اس ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، تجھے بھی روشناس ہونا پڑے،

اے شہنشاہ! یاد رکھ، مظلوم اور ستم رسیدہ روحیں نہایت بے چینی سے اس وقت کا انتظار کر رہی ہیں، کہ تو اپنے مظالم کی جوابدہی کے لئے اس حاکم حقیقی کے سامنے کھڑا ہو جو سارے جہان کا بادشاہ ہے
اے شہنشاہ! کیا تو کسی آسمانی شریعت یا ملکی قانون سے کوئی ایسا حوالہ دے سکتا ہے جس کی رو سے مسلمانوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں اس بیرحمی و بیدردی سے قتل جائز ہو سکتا ہو؟ اگر نہیں تو پھر سمجھ لے جس وقت ان ستر ہزار بے گناہ ترکوں کے خون کا سوال کیا جائیگا۔ اس وقت تو کیا جواب دیگا؟ شائد تو خیال کرتا ہوگا، کہ میں ترکوں کا خون بہا کر فتحمند ہوا، نہیں اور ہرگز نہیں! بلکہ تو اسلام کے گلشن کو تاراج کر کے خدا اور اس کے رسول کا مجرم بنا، اور یاد رکھ کہ یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے جو کبھی معاف نہیں ہو سکتا،

اے شہنشاہ! انصاف تو کر، بایزید نے کس نرمی اور تواضع سے تجھے صلح کا پیغام دیا، کیا اس کی کمزوری نے اسے اسبات پر مجبور کیا تھا؟ نہیں! بلکہ بیگناہ مسلمانوں کی باہمی خونریزی کے خوف نے، افسوس تیرے تکبر اور ہوس شہریاری نے اتنی مہلت نہ دی، کہ تو صلح مصلحت پر ذرا بھی غور و توجہ کرتا، یہ بھی نہ سہی! مگر تو اتنا تو بتا، کہ آج تک مظلوم اور بیکس قیدیوں پر کون کون سے بہادروں نے تلواریں اٹھائی ہیں، کیا یہ نفرت انگیز اور بزدلانہ فیصلہ نہیں ہے؟ جو اس مجبوری اور بیکسی کی حالت میں ہم لوگوں کے حق میں صادر کیا گیا ہے، اپنا آہنی خود سر سے پھینک کر،

اے شہنشاہ! دیکھ کہ میں ایک ناتجربہ کار عورت ہوں اور اب تو اندازہ کر سکتا ہے، کہ جس قوم کی عورتیں اس قدر جری اور دلیر ہوں، اس کے مرد کس قدر بہادر اور شجاع ہو سکتے ہیں،

یہ دیکھکر تیمور اور اس کے تمام درباری دنگ رہ گئے، ہر طرف سناٹا چھا گیا، ایک سکتہ کا عالم تھا، جو کچھ دیر کے لئے تمام دربار پر طاری ہو گیا،

آخر خود تیمور نے اس سکوت کو توڑا،

تیمور! اس سے پہلے کہ گرفتاروں کے حق میں مزید فیصلہ صادر کیا جائے، میں تیرے کچھ حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں جس کا اب مجھے بیحد اشتیاق ہو گیا ہے،

وہی جوان! فرمان شاہی کی بجا آوری سے مجبور ہوں، ورنہ یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں ایک ایسے شخص کی بدنصیب لڑکی ہوں، جو کل تک ترکی افواج کا جنرل مانا جاتا تھا، اور آج وہ بھی میری عام قیدیوں کے گروہ میں زنجیروں سے جکڑا ہوا اپنی مجبوری و بیکسی پر افسوس کر رہا ہے، اتنا کہنا تھا کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں، اس نے مڑ کر برابر والے قیدی کو ایک نظر دیکھا اور روتی ہوئی آواز میں بولی،
ابا جان! آپکی بدنصیب "امۃ الحبیب" کو یاد نہیں، کہ اس نے اپنی عمر میں دنیاوی عیش و عشرت کی

آرزوؤں اور نفسانی خواہشوں کو کبھی اپنے دل میں جگہ دی ہو ،

ابا جان ! آپ گواہ رہیں ، کہ آپ کی ناشاد " امۃ الحبیب " نے ملک اور قوم کی خدمت کا جو عہد کیا تھا مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہی ،

ابا جان ! موت عنقریب مجھے آپ سے حشر تک جدا کرنا چاہتی ہے ، اس لئے میری ایک آخری التجا قبول فرمائیے اور وہ یہ کہ اگر زندگی میں کوئی رنج یا آزار آپ کو میری ذات سے پہونچا ہو تو براہ خدا اس کو معاف کر دیا جائے ،

وہی قیدی ! امۃ الحبیب ! صبر ! میرے سخت دل ! صبر ، آہ ! تیری باتوں سے میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے ، تیرا ہر ہر فقرہ میرے آزار اسیری میں ایک ناقابل برداشت اضافہ کر رہا ہے ، کیا تجھے میری مجبوریوں کا اعتراف نہیں ؟ کیا تجھے نہیں معلوم ! کہ دنیا کی نیرنگیوں کا افسوسناک منظر مجھے تجھ سے زیادہ بیچین کئے ہوئے ہے ، آہ ! کل بھی یہی دنیا تھی ، جو دولت و حشمت کی بخشائشوں سے میرے دل کو معمور کئے ہوئے تھی ، اسی دنیا میں کل مجھے ایک عظیم الشان فوج کی سرداری کا فخر حاصل تھا ، یہی میدان ہے جسمیں کل شجاعان ترک میرے ادنے اشاروں پر اپنا خون بہانے میں مصروف تھے ،

آہ ! آج میری متجسس نگاہیں ہر طرف اٹھ کر رہ جاتی ہیں ، شاید وہ میرے دلیر اور بہادر سپاہیوں سے کسی مدد کی خواہش مند ہیں ، لیکن افسوس وہ تو ضرور میری طرح مجبور و بیکس ہیں ،

آہ ! آج اس بیکسی میں کوئی اتنا غمخوار نظر نہیں آتا ، جو مجھے نہیں تو کم از کم میری پیاری امۃ الحبیب نہیں ! بلکہ ترکی فوج کے لفٹنٹ کو ذرا بھی تسلی دے سکے ،

آہ ! آج دنیا میں مجھ سے زیادہ نہیں ، نہیں ! بلکہ جنرل یزدانی سے زیادہ کون بدنصیب ہوگا جس کی امیدوں کا آفتاب اس غربت و بیکسی کے عالم میں غروب ہو رہا ہو ،

اے زندگی کی ناپائیدار مسرتو ! اے باغ عالم کی قدیم نہ رہنے والی خوشبوؤ ! اے تن آسانیوں کی دلفریب آرزوؤ ! جاؤ ، مجھے تم سے نفرت ہوگئی ، واقعی تم دغاباز نکلیں ،

اے موت ! اے واماندگان روزگار کو نجات دینے والی موت ! اب زیادہ انتظار نہ دکھا آ ، اور اس مصیبت ناگزیر کا خاتمہ کر ،

یہ عجیب دردناک منظر تھا ، قیدی تو قیدی تمام درباری اس حالت کو دیکھ کر افسوس کر رہے تھے اور خود امیر تیمور جیسے سخت اور بیرحم بادشاہ کا دل پسیج گیا ،

نتیجہ یہ ہوا ، کہ امۃ الحبیب اور اس کے تمام جاں نثار قیدیوں کا خون معاف ہوکر ان کو رہا کر دیا گیا اور امۃ الحبیب اپنی اور اپنے باپ کی رضامندی سے تیمور کے نکاح میں آئی ، جو حمیدہ بانو بیگم کا لقب ---

--- [illegible] ، محمد عبدالرحمن ، ایم ، اے)

صدر نشین تبلیغ کانفرنس کی نصیحتیں

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس منعقدہ ۲۵ دسمبر میں صد جلسہ رائٹ
آنریبل لارڈ ہیڈلے فاروق نے اپنی فاضلانہ صدارتی تقریر جن مسائل پر
روشنی ڈالی ہے، وہ مسلم و غیر مسلم ہر ایک کے لئے جادۂ مستقیم پر پہونچنے کی
رہنمائی کرتے ہیں، تقریر ایک ایک لفظ رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے،

خطبہ صدارت القریش سائز کے ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس لئے
ناظرین کی واقفیت جستہ جستہ مقامات سے کچھ نوٹ یہاں نقل کئے
جاتے ہیں،

آپ فرماتے ہیں، کہ

(۱) صرف دل کی تبدیلی ہی موجودہ مذہبی جنون کا علاج ہو سکتی ہے، اور یہ زیادہ موزوں ہوگا، اگر
اس بارہ میں قرآن کریم کے احکامات پر تمام لوگ عمل پیرا ہوں،

(۲) اسلام چاہتا ہے، کہ انسان اپنی عقل و فکر کو کام میں لائے، اور کسی انسانی شعبہ میں کوئی ایسی
بات ایسی تسلیم نہ کرے، جو عقل، تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعے سے پرکھی نہ جا چکی ہو، ہمیں حکم ہے کہ مناظر
کائنات کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھیں، اور گذشتہ اقوام کی تاریخ کو اپنے سامنے رکھیں، اور مختلف
ممالک میں پھر کر عبرت آموز سبق حاصل کریں،

(۳) قربانی کی اجازت بیشک اسلام نے دی، لیکن اس کا مفہوم ہی بدل دیا، کھلے لفظوں میں
کہدیا گیا، کہ خدا کے ہاں ذبیحہ کا خون و گوشت نہیں پہونچتا، بلکہ جو چیز خدا کے ہاں محبوب ہے، وہ تمہارا
تقویٰ ہی ہے، خون و گوشت کسی دیوتا کے تھان یا مذبحہ پر چڑھانا رد کر دیا گیا، بلکہ ذبیحہ کا گوشت مساکین
و غرباء میں تقسیم کر دیا۔ اور تقویٰ بھی اسی میں ہے، کہ جس طرح یہ جانور ہمارے آگے قربان ہوتے ہیں ہم بھی
اپنی بہیمیت کو خدا کے مذبحہ پر قربان کر کے اس کے مطیع و منقاد ہو جائیں، جس نے جانور کو ذبح کر کے
اپنی بہیمیت کو ذبح کرنا نہیں سیکھا، اس نے ایک جان کو ضائع کیا،

(۴) نماز جیسا کہ بعض سمجھے ہوئے ہیں، چند الفاظ کے دہرانے یا بعض جسمانی حرکات کرنے پر ختم

نہیں ہو جاتی، اور ایسا ہی تسبیح کے دانوں پر کسی اسم الٰہی کے دہرانے کا نام ذکر الٰہی نہیں، بلاشک نماز میں ہمیں کسی نہ کسی ہیئت کذائی کو اختیار کرنا پڑتا ہے، جو ہمارے دلی جذبات کا آئینہ ہو سکے، لیکن یاد رہے کہ یہ اوضاع ظاہری اور یہ ہیئت کذائی اگرچہ نماز کا جزو لاینفک تو ہیں، مگر ان سے حقیقت نماز متحقق نہیں ہوتی، جیسا کہ خود قرآن کریم نے فرمایا ہے، کہ نماز کے وقت مشرق یا مغرب کیطرف منہ پھیر لینا کوئی بڑی نیکی نہیں، گو عالمگیر اتحاد کی غرض ہمیں نماز ہی میں ہمارے منہ کو مکہ معظمہ کیطرف پھیر دیتی ہے اور ہمیں اور مصالح بھی ہیں، لیکن حقیقت صلوٰۃ یہ ہے، کہ مقدس ذات کی صفات کو ہم سامنے رکھیں جس کے اسمائے پاک ہم نماز میں دہراتے ہیں،

ہمیں لازم ہے کہ دنیا میں ربانی افعال کا مشاہدہ کریں اور اپنے انسانی افعال کا اس سے مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے افعال کہاں تک ربانی افعال سے مطابقت رکھتے ہیں اور پھر اسکی جناب میں التجا کریں کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی کمزوریوں پر غالب آسکیں اور اس کی راہوں پر گامزن ہوں، اسلامی نماز کا مقصد بھی یہی ہے اور وہ اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی تمنیات کا بہترین اظہار ہے،

(۵) اسلام ایک نہایت ہی سادہ، جامع، معقول اور قابل عمل مذہب واقع ہوا ہے، اس کا لب لباب حقوق اللہ و حقوق العباد ہے، نہ تو یہ غیر معقول تحکمانہ عقائد کی تعلیم کرتا ہے اور نہ ہی فلسفی لاینحل مسائل کا مجموعہ ہے، نہ ہی باطنیات کی چند ناقابل عمل باتوں کا ذخیرہ، اسلامی الٰہیات نے مذہب کو داستانوں، قصوں اور لاینحل باتوں کی الجھنوں سے نکال کر عملی جامہ پہنایا، اسلام نے خدا تعالیٰ کو فوق الفہم اور لطیف ہستی میں پیش کیا ہے، لیکن ساتھ ہی ان صفات الٰہیہ کا بھی ذکر خاص طور سے کیا ہے، جس کی تتبع میں انسان کے اندر جو کچھ بھی خیر و خوبی ہو وہ ظاہر ہو جاتی ہے، اور اسکی مضمرہ استعدادات عالیہ رو براہ ہو کر اس کے میلان بدی کا قلع قمع کر دیتا ہے،

(۶) اسلام انسان میں شخصی ذمہ داری کا مضبوط احساس پیدا کرتا ہے، اسلام نے محنت کا نام شرافت رکھا، اور کام کرنے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا، اسلام نے کسب دولت و مال کی بھی زبردست تحریک کی، لیکن اس لئے نہیں کہ وہ اسے اپنی تعیشات میں صرف کرے، بلکہ اسے وہ بنی نوع انسان کے فائدے میں لائے، اسی وجہ سے اسلام نے پرہیزگاری اور ضبط نفس کو ایک اعلیٰ نیکی قرار دیا،

(۷) ایک ذی فہم انسان آسانی سے ہمارے پیغام کو سمجھ لیگا ہمیں تبلیغ اسلام میں نہ کسی ترغیب کی ضرورت ہے، اور نہ پھسلانے کی حاجت، میں پکا انگریز ہوں اور میں امید رکھتا ہوں، کہ میرے دل کے اندر اسلام جاگزیں ہے، لیکن مجھے تو کسی نے اسلام کے لئے کوئی ترغیب یا پھسلاوا نہیں دیا، میں یقین کرتا ہوں، کہ جب کبھی کسی پر غور و فکر کا وقت آئیگا۔ تو وہ اپنے لئے مذہب اسلام ہی

تجویز کریگا۔ کیونکہ اسلام کی تعلیمات بہت ہی پاک، صاف، دلربا اور خوبصورت ہیں، اور غیر اغلب معتقدات سے خالی ہیں،

(۴) اسلام میں فرقہ بندی کی گنجائش نہیں، کیا ہم سب سنی و شیعہ یا دیگر فرقے ایک ہی خدا ایک ہی رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتے؟ یعنی وہ رسول جس کی بعثت نے دروازہ نبوت ہمیشہ کے لئے مسدود کر دیا، کیا ہم ایک ہی کتاب سے جو خدا تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اور سنہ سے اپنے لئے ذہنی، اخلاقی اور جسمانی امور میں رہنمونی حاصل نہیں کرتے؟ کیا ہم سب کے سب اللہ اور اس کے ملائکہ، اس کے رسلؑ، اس کی کتب، یوم آخر، اس کے بنائے خیر و شر کے اندازوں، بعث بعد الموت پر ایمان نہیں رکھتے؟ کیا ہم سب کے سب نماز میں ایک ہی جہت منہ نہیں کرتے؟ اور وہ تمام باتیں نہیں کرتے، جو یقیناً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی ہیں، کیا ہم سب کے سب اسلام کے ارکانِ خمسہ کو نہیں مانتے؟ کیا انہیں باتوں کے تسلیم کرنے پر ہمارے ایمان کی تکمیل نہیں ہو جاتی؟ اور اگر انہی تمام باتوں پر ہم سب کا یکساں ایمان ہے، تو خواہ ہم کسی نام سے پکارے جائیں اس میں مضائقہ نہیں، ہم سب مسلم ہیں، میں ان تکالیف کے بواعث سمجھنے سے بھی قاصر ہوں جو فرقہ وارانہ مناقشات نے ہم میں پیدا کر دیئے ہیں، اس بارے میں میں زیادہ صفائی سے کہنا چاہتا ہوں، کہ مغرب میں خصوصاً اشاعت اسلام کی آپ توقع نہ رکھیں، اگر آپ اپنے مذہب کو ایسی فرقہ وارانہ رنگ میں اس ملک میں دوسروں کے سامنے پیش کریں گے، جنہوں نے اس کے خلاف قدم اٹھایا، وہ ایک غلط راہ پر گامزن ہیں، فرقہ بندی ہی عیسائی مذہب میں ایک بڑی مصیبت ہے، اس کے اندر کم و بیش پانچسو فرقے ہیں، وہاں اس فرقہ بندی کو ایک لعنت تصور کیا گیا ہے،

مُتفرّقات

آہ! حاذق الملک بہادر حاذق الملک بہادر حافظ حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی جن کی مسیحائی کے باعث لاکھوں مریض شفایاب ہوئے ۲۹ دسمبر بروز بدھ بمقام رامپور اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسیح الملک کی مقتدر و برگزیدہ شخصیت کسی معرفت کی محتاج نہیں، آپ ان نامور حکماء کی قابل فخر یادگار تھے، جو اپنے زمانہ میں سلاطین مغلیہ کے شاہی اطباء تھے، آپ کی رحلت یونانی طب کی رحلت ہے، یگانہ روزگار طبیب ہونیکے علاوہ آپ اعلیٰ درجہ کے نباض زمانہ بھی تھے، آپ ہندوں اور مسلمانوں کے مسلمہ قائد اور فارسی و عربی علم ادب کے ممتاز اور اور بڑے پایہ کے شاعر تھے، آپ کا تخلص شیدا تھا، آپ کا دیوان مطبوعہ جرمنی اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ آپ سلیم الذوق روحانی معالج بھی تھے، آپکی کریم النفسی اخلاص اور متانت بے نظیر تھی، آپکی طبی یادگار "طبیہ کالج" اور "ہندوستانی دواخانہ" اور علمی یادگار "جامعہ ملیہ" ہے آپکی عمر اس وقت ۶۲ برس کی تھی، اس امر سے آگاہ ہونے کے باوجود آپ کی صحت خراب ہوتی چلی گئی لیکن آپ نے اپنے وطن اور قومی کاموں کے متعلق اپنی دلچسپی میں سر مو تفاوت نہ آنے دی، حال ہی میں آپ نے ۱۵ دسمبر کو بمبئی میں غازی امیر امان اللہ ایدہ اللہ ملکہ کے ورود مسعود کے موقع پر جامعہ ملیہ کیطرف سے سپاسنامہ پڑھا، ہم تمام ملک اور قوم کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، کہ اجل کے بیرحم ہاتھوں نے اس کو ایسے گرانمایہ وجود کی خدمات جلیلہ سے محروم کر دیا، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالے آپ کو جوار رحمت میں جگہ دے، اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے،

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

میونسپلٹی گوجرانوالہ، الیکشن کا نتیجہ اور مکرمی ملک لعل خانصاحب کی کامیابی کا بالاختصار گذشتہ اشاعت میں ہو چکا، تازہ اطلاع مظہر ہے، کہ انتخاب صدر میں ملک صاحب بلا مقابلہ صدر منتخب ہوگئے، ۱۳ ووٹ آپکے موافق اور سات مخالف تھے، جن میں ایک عیسائی اور چھ مسلمان تھے، مسلمانوں کی مسلمانوں سے مخالفت یہی اسباب تو ہیں جو مسلمانوں کو ہر میدان میں نامراد دکھاتے ہیں، تعجب ہے، کہ چھ مخالف راؤں میں ایک رائے ملک صاحب کے قرابتدار کی بھی تھے

کاش مسلمان دور اندیشی و معاملہ فہمی سے کام لینا سیکھیں، بہرحال ہمارے مکرم دوست کامیاب ہو گئے، خدا کرے کہ ملک صاحب کا دورِ صدارت رفاہِ عام کے کاموں کے لحاظ سے شہر اور قوم کے لئے کامیاب ثابت ہو، تمنا ہے کہ تمام اعضائے کمیٹی مسلم ہوں یا غیر مسلم ملکر اتفاق رائے سے شہر کی بھلائی کا کام کریں، اور اختلاف رائے رکھنے والے اجزا بھی اب فراخدلی سے کام لیکر تفرقہ کا موجب نہ ہوں،

خبر ہے کہ سید راس مسعود (مسعود جنگ بہادر) صاحب ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن اپنے عہدہ سے ایک ہزار ماہوار پر سبکدوش ہونیوالے ہیں، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سید صاحب سبکدوشی کے بعد کیا شغل پسند کریں، لیکن ہر شخص کے دل میں جو آپکے علمی و ادبی ذوق سے واقف ہے، پیدا ہوتا ہے، اس سوال کا جواب دینا ابھی قبل از وقت ہے لیکن اس قدر ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قوم کی علمی و ادبی خدمت اب بھی ان کا نصب العین تھا، اور آئندہ بھی وہ اس شغل کو جاری رکھیں گے، اور ان کی ذات سے مسلمانوں کی غریب قوم کو بہت سے فائدے پہنچینگے

مسلمانوں کی قومی و ملی کوششیں افتراق کی نظر ہو کر رہ جاتی ہیں، وہ ہر میدان میں پسپا اور ذلیل و ناکام ہونے کے باوجود اتفاق کی برکتوں سے مستفید نہیں ہوتے، مسلم لیگ کی صدارت کے مسئلہ نے ضد و کد اور نفرت و حقارت کی خلیج وسیع کر دی، طاقت بکھر گئی، باہمی ہنگامہ آرائی ہونے لگی اور اصل مقصد فوت ہو گیا، معلوم ہوا ہے کہ اب پنجاب میں جدید مسلم لیگ کا قیام ہونے لگا ہے، یقیناً یہ نئے فتنہ کا باعث ہوگی اور مسلمانوں کے مفاد کو مل جل کر تباہ کریگی، دانشوری تو یہ تھی کہ مابہ النزاع امور کا باہمی سمجھوتہ سے تصفیہ کر لیا جاتا۔ افسوس مسلمانوں میں زمانہ شناسی مفقود ہے،

زنانہ نصاب تعلیم ترمیم ہو رہا ہے، سنڈیکیٹ ممبران نے بعد ترمیم جو نصاب پبلک کی رائے کیلئے پیش کیا ہے اس میں دیگر علوم کے ساتھ مصوری اور موسیقی بھی شامل ہے، دیکھیں پبلک اس نصاب پر کس رائے کا اظہار کرتی ہے،

انجمن عمال بلدیہ بمبئی نے تحریک مقاطعہ کمیشن کی تائید کرتے ہوئے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا ہے، کہ جس روز کمیشن ساحل بمبئی پر قدم رکھیگا وہ مکمل ہڑتال کر دیں گے، لیکن پنجاب کی ہوا کچھ اور معلوم ہوتی ہے، یہاں لیڈروں کی کوئی آواز سننے کو تیار نہیں، مسلم لیگ نے تو شاہی کمیشن کی آؤ بھگت اور تعاون کا فیصلہ کر لیا ہے، [illegible] دامانہ اختلاف غالباً سونے پر سہاگہ کا کام دیگا، اور عدم تعاون کی کوئی صورت نظر نہیں [illegible]

ہندو اپنے مطالبات پیش کرنیکی ضرور کوشش کرینگے، خواہ وہ کوئی صورت اختیار کریں، اس لئے مسلمانوں
کو نشانۂ انگشت بننے سے کچھ حاصل نہ ہوگا ،

۱۴، ۱۵، اور ۱۶ جنوری کو امرتسر کے مقام پر محکمہ نہر کے پٹواریوں کا ایک شاندار اجلاس منعقد ہوا
ڈپٹی کلکٹروں اور ضلعداران بھی شریک جلسہ تھے، پٹواریوں نے نہایت آزادی کے ساتھ مطالبہ حقوق
پر پرمغز تقریریں کیں، اور کئی ایک رزولیوشنز پاس کئے، حاضری کی تعداد پانچسو نفوس سے کم نہ تھی ،

برطانیہ کی جانب سے ہندوستان اور مشرق کے سمندروں میں وسیع پیمانہ پر جنگی تیاریاں عمل میں لائی جارہی ہیں
اس سلسلہ میں کراچی کو پہلے ہی ہوائی مستقر بنایا جاچکا ہے اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں کئی مقامات پر
ہوائی مستقر قائم ہو رہے ہیں، اس کے علاوہ سنگاپور میں ایک زبردست بحری و ہوائی مستقر تعمیر ہو رہا ہے،
مدراس کانگرس میں ان تیاریوں پر فکر و تشویش کا اظہار اور ان کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخی، اصلاحی، قومی

رسالہ

[illegible]

جسے

بفرمان عالی نشان اعلیحضرت سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائینس تاجدار دکن

حرسہا اللہ عن الشر و الفتن

مدارس محروسہ سرکار عالی کیلئے خریدے جانیکا فخر حاصل ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق

روز بازار الیکٹرک پریس بالباز ایام پرسٹر میں محمد علی رونق پبلشر پرنٹر نے اپنے اہتمام سے چھاپا

قواعد

۱ ۔ "القریش" ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے ، لہٰذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو تو وہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کرلیں ، اس کے پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ سنی جائیگی ،

۲ ۔ نقل مقام کیوجہ سے جن احباب کا اڈریس تبدیل ہو جائے ، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کرکے اپنے اڈریس کی صحت کرالیں ، ورنہ عدم رسی رسالہ کا دفتر ذمہ دار نہو گا ،

۳ ۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے ، ورنہ جواب نہ دیا جائے گا ۔

۴ ۔ بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے ،

۵ ۔ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے ،

۶ ۔ ہر قسم کی خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ،

۷ ۔ نمونہ ملاحظہ کرنیوالے حضرات اگر نشائی خریداری و عدم خریداری سے مطلع نہ کرینگے ، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت بصیغہ وی پی بھیجا جائیگا ۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا ،

۸ ۔ طلبا بشرط تصدیق سالانہ قیمت میں ۸ ؍ کی رعایت لے سکتے ہیں مگر رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہو گی ،

نیازمند

مینجر

فہرست مضامین

نمبر	القریش امرتسر بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء		حوالہ

۱	فہرست ہذا		۳
۲	نعت	جناب ظفر علی خان صاحب	۴
۳	مملکت نظام کی ترقی و خوشحالی	ایڈیٹر	۵
۴	دنیا میں پہلا قتل	مولٰنا محمد عبدالتواب صاحب	۷
۵	غزل	حضرت شاکر صدیقی	۱۱
۶	دھلا ہوا کپڑا اور میں	مولوی امیر علی صاحب فاروقی	۱۲
۷	اورنگ زیب کی ہندو نوازی	منقول	۱۵
۸	قومی تنزل اور ترقی کے اسباب	حضرت مفتون	۱۸
۹	حقیقت دل	حضرت ناجی کوہ سوا نظامی	۲۰
۱۰	انجمن فرلیسیان پنجاب	جناب سکرٹری صاحب	۲۱
۱۱	سواج کا راز	مرسلہ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۲۲
۱۲	ستہ ہے یا تواتر ؟	جناب شاکر صدیقی	۲۴
۱۳	غزل	جناب نواب حیدر یار جنگ بہادر	۲۷
۱۴	تنقید و تقریظ	ایڈیٹر	۲۸
۱۵	ایجادات و اختراعات	ذرائع معلومات	۳۱
۱۶	متفرقات	ایڈیٹر	۳۲

نعت

صلی اللہ علیہ وسلم

(از مولانا ظفر علی خان صاحب)

رونقِ بزمِ دودۂ آدم صلی اللہ علیہ وسلم
خواجۂ کیہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

جادہ شناسِ منزلِ وحدت جلوہ نمائے نورِ حقیقت
ہادیٔ اکبر مصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

خیر مثل بفضلِ مجسم صورتِ احساں پیکرِ رحمت
آیۂ لطفِ ربک الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہو گئی اس پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادہ
موسیٔ عمراں عیسیٔ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

خیلِ ملک تھا اسکے جلو میں یعنی قضا کا رخش تھا زیر
تا کہ جہاں ہو درہم و برہم صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں جس کو سطوتِ کبریٰ تھی وہ اک اسکی شانِ سراپا
گردنِ ہرقل جس سے ہوئی خم صلی اللہ علیہ وسلم

تیغ و کفن جب باندھ کے نکلے اسکے فسوں تاثیر گھر سے
بچھ گئی یورپ میں صفِ ماتم صلی اللہ علیہ وسلم

ہے عرب اس کا اور عجم اس کا تھامے ہوئے ہیں ہم علم اسکا
وہ ہے ہمارا اسکے ہیں سب ہم صلی اللہ علیہ وسلم

وقت پہ دیگا تشنہ لبوں کو ساغرِ کوثر بھی وہی ساقی
جس نے پلایا ہے انہیں زمزم صلی اللہ علیہ وسلم

جیت گئے اسلام کے غازی ہر گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی غلامی نے ہمیں بخشا تاجِ سکندر فرّۂ دارا
گو کہ رہے مرتبۂ جم صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے جب اونچا پایہ ہے اس کا اور ترے سر پر سایہ ہے اس کا
ملتِ بیضا پھر تجھے کیا غم صلی اللہ علیہ وسلم

عرشِ زمیں سے فرشِ زمیں تک فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک
غلغلہ برپا ہے یہی پیہم صلی علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

فروری سنہ ۱۹۲۸ء جلد ۱۴ نمبر ۲

مملکتِ نظام کی ترقی و خوشحالی

انتظامی رپورٹ پر تبصرہ

حضور نظام کی مملکت کی انتظامی رپورٹ مظہر ہے کہ رفاہ عام کے تعمیری کاموں میں بہت روپیہ صرف ہوا، سال زیر تبصرہ کے دوران میں اس کام پر ۵۷ لاکھ روپیہ صرف کیا گیا، اگر اس میں بجلی کی روشنی، ٹیلیفون زراعت کے وسائل کی ترقی، صنعت و حرفت کے فروغ اور کنوئیں لگانے کے مصارف بھی شامل کر لئے جائیں تو یہ اعداد و شمار دو کروڑ سے بڑھ جاتے ہیں،

آبپاشی کی تدابیر پر جسقدر رقم صرف ہوئی ہے وہ ریاست کے مالیہ پر سب سے زیادہ بوجھ ڈالنے کا موجب ہوتی ہے، سال گذشتہ اس مد پر ۱۶۱ لاکھ روپیہ صرف کیا گیا، مملکتِ حیدرآباد سے زراعتی ملک میں لوگوں کی بہبود کے لئے آبپاشی کیطرف اس قدر توجہ مبذول کرنا اور پانی کے ذخائر جمع رکھنے کیلئے بڑے بڑے تالاب بنوانے مملکت نظام کا قابل تحسین فعل ہے، آبپاشی کے بڑے بڑے مراکز کو جن پر ۳۹۶ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے ترقی دیگئی، اور اب نیز، سے محبوب نہر کی توسیع کی سکیم پر جو رودچارام جہیل کے نام سے موسوم ہے اور رود پایالی

کے بڑے تالاب پر سال کے دوران میں ۲۳ لاکھ روپیہ صرف کیا گیا، اس سلسلہ میں تعمیر کا سب سے بڑا کام نظام ساگر تھا جس پر سال کے دوران میں ۹۴ لاکھ روپیہ صرف ہوا، ۶۴ مربع میل میں ایک ذخیرہ آب تعمیر کیا جائیگا جس پر ۲۳ ارب ۶۰ کروڑ مکعب فٹ پانی جمع ہوسکیگا، تجویز ہے کہ اس پانی سے ۳ لاکھ ایکڑ زمین سیراب کیجائیگی، اور اس مقصد کیلئے ۴ سو میل لمبی نہریں اور نالے نکالے جائینگے، تالاب کے بند بنائے جارہے ہیں اور نہروں کی کھدائی شروع ہے، یہ سکیم ۴ سال تک تکمیل کو پہونچیگی، اسیطرح ویرنا اور پلایا کے ذخائر آب ہیں، جن پر علی الترتیب ۲۲ اور ۲۵ لاکھ روپیہ صرف ہوگا، پلایا کی تجویز آبپاشی تکمیل ہوچکی ہے اور سال کے دوران میں اس پر ۸ لاکھ روپیہ صرف ہوا، ویرنا پر دوران سال میں ۴ لاکھ روپیہ صرف ہوا اور ہورہا ہے، فتح نہر اور سنگھا بھوپم کے ذخیرہ آب کی تعمیر پر ۷ لاکھ روپیہ صرف ہوگا۔

یہاں حمایت ساگر کے ذخیرہ آب کا ذکر بھی بیجا نہو گا۔ یہ ۶ ارب ۶۰ کروڑ مکعب فٹ پانی کا حامل ہوسکتا ہے، یہ ذخیرہ آب ۶۳ لاکھ روپیہ کے صرف سے سال گذشتہ پایۂ تکمیل کو پہونچا، یہ ذخیرہ موسیٰ ندی پر حیدرآباد سے چند میل کے فاصلہ پر بنایا گیا ہے، جس کا مقصد شہر کو سیلابات سے محفوظ رکھنا اور زراعتی وصنعتی ضروریات کیلئے پانی مہیا کرنا ہے، اندازہ لگایا گیا ہے، کہ اس رقبہ سے ہر سال صرف شدہ سرمایہ پر پانچ فیصدی منافع حاصل ہوا کریگا۔ علاوہ ازیں چھوٹی سکیموں پر ۱۳½ لاکھ روپیہ صرف کیا گیا، سال گذشتہ کے دوران میں اس مد کا کل صرف ۹۸ لاکھ تک پہونچ گیا،

عمارتوں اور سلاسل رسل و رسائل پر سال زیر تبصرہ کے دوران میں ۷۵ لاکھ صرف کیا گیا، اور اس سے پہلے ۳۴ لاکھ صرف کیا گیا تھا، جس میں سے ۱۵ لاکھ روپیہ خلد آباد اور دہلی محل پر صرف ہوا، سال کے دوران میں ۹۴ میل لمبی نئی سڑک بنائی گئی، ٹیلیفون پہلے صرف شہر حیدرآباد تک محدود تھا اب اضلاع اور قصبات کو اس کے فوائد سے فیضیاب کرنے کی مساعی ہورہی ہیں، اورنگ آباد، ورنگل، جالنہ اور رائچور میں ٹیلیفون کا سلسلہ پہونچگیا، اس پر ۳ لاکھ روپیہ صرف ہوا، عثمان ساگر جھیل پر جو واٹر ورکس لگایا گیا ہے وہ حیدرآباد، سکندرآباد کی ضروریات کیلئے کفائت کرتا ہے، یہ واٹر ورکس ۸۹ لاکھ کے صرف سے تعمیر کیا گیا تھا اور اس پر ہر سال ایک لاکھ ۴۸ ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے، ۳ ارب گیلن مقطر پانی دیتا ہے اور ۲ لاکھ روپیہ مالیہ حاصل ہوتا ہے، اب اسے وسعت دینے کے مسئلہ پر خاص توجہ مبذول کی گئی ہے،

دیگر اہم اور آبادکاری اور شہر حیدرآباد کی ترقی اور صفائی کے کام ہیں، ضلع عادل آباد میں زمینیں آباد کرائی جارہی ہیں، سال گذشتہ سڑکوں، رسل رسائل کی تعمیر اور تالابوں پر پندرہ لاکھ روپیہ صرف کیا گیا، شہر حیدرآباد کی گندی نالیوں کی درستی کی سکیم پر عمل ہوچکا ہے اور چند سال میں ایک کروڑ روپیہ کے صرف سے پایہ تکمیل کو پہونچ جائیگا،

غرض اعلحضرت میر عثمان علی خان بہادر [illegible] تاجدار دکن کے عہد معدلت مہد میں ریاست کو گوناگوں ترقی و خوشحالی نصیب ہورہی ہے، نظر بد دور۔

دنیا میں پہلا قتل

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ (النساء ۴ ۱ پ ۴ ع ۱۲) **ترجمہ** اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمکو نفس واحد (آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں، اور تم اس خدا سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو، اور قرابت کا لحاظ رکھو، کیونکہ اللہ تمہارا نگران حال ہے،

جب بمقتضائے آیۂ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۚ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ سیدنا حضرت آدم اور بی بی حوا علیہما السلام کے اولاد ہونیکا وقت آیا تو سب سے پہلے حمل میں قابیل اور اس کی بہن اقلیما اور دوسرے حمل میں ہابیل اور اس کی بہن لیوذا پیدا ہوئی،

چونکہ اس زمانہ میں سیدنا حضرت آدم کی صلبی اولاد کے علاوہ دوسرے مردوں اور عورتوں کا وجود نہ تھا اس لئے شادی کیمتعلق یہ قانون مقرر کیا گیا، کہ ایک بطن کا لڑکا دوسرے بطن کی لڑکی سے اور دوسرے بطن کا لڑکا پہلے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیا جائے، اور آدم علیہ السلام کی شریعت میں افتراق بطن بمنزلہ اختلاف نسب کے قرار دیا گیا، بدیں وجہ حسب معمول ہابیل کی شادی قابیل کی بہن اقلیما کے ساتھ تجویز ہوئی اور قابیل کی شادی ہابیل کی بہن لیوذا کے ساتھ ہونی قرار پائی،

بی بی اقلیما (قابیل کی بہن) حسین تھیں اور لیوذا (ہابیل کی بہن) سے خوبصورتی میں بڑھی ہوئی تھیں، بی بی لیوذا اقلیما کیطرح خوبصورت نہ تھیں، اس لئے قابیل کو یہ امر ناگوار گذرا، اس نے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے درخواست کی، کہ اقلیما میری بہن ہے، ہم دونو ایک ہی بطن سے پیدا ہوئے ہیں، بدیں وجہ ہر طرح سے میں ہی اس کا مستحق ہوں، ہابیل کا کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے نکاح میں میری بہن کو لائے،

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا، بیٹا اقلیما تمہاری بہن ہے، تمہارے ساتھ پیدا ہوئی ہے، اس احترام کی وجہ سے وہ تمہارے لئے حلال نہیں حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ

قابیل نے کہا اباجان! تم ہابیل کو مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہو، اس وجہ سے تم ہابیل کی طرفداری کرتے ہوئے میری حق تلفی پر آمادہ ہو، اور یہ حکم تم کو کچھ خدا نے نہیں دیا، محض اپنی رائے سے کہتے ہو،

چونکہ آدم علیہ السلام کو کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے، اور اسی کی نیاز بھی قبول ہوگی، اس لئے قطع محبت کے لئے یہ فیصلہ فرمایا، کہ تم دونوں اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ نیاز گذرانو اور تمہارا اسی بات پر فیصلہ ہے، کہ تم دونوں میں سے جس کی نیاز بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوجائیگی، اسی کی شادی میں اقلیما سے کردونگا،

حضرت آدم علیہ السلام کے حکم کی وفق دونوں نے نیاز چڑھائی، (ہابیل نے جو مویشیوں کا مالک تھا،) اپنی نیاز میں ایک نہایت عمدہ دنبہ ذبح کرکے رکھا، اور قابیل نے (جو کھیتی کرتا تھا) تھوڑا سا ردی و ناکارہ اناج لا رکھا، اور نیت یہ رکھی کہ میری نیاز قبول ہو یا نہ ہو بہر حال میں اقلیما ہی سے نکاح کرونگا

اس زمانہ میں نیاز کے قبول ہونیکی یہ نشانی تھی، کہ جو نیاز قبول ہوتی تھی اُسے آسمان سے سفید آگ آکر جلا جاتی تھی، جب ہابیل و قابیل اپنی اپنی قربانیاں رکھ آئے، تو آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی اور حق شناس ہابیل کی نیاز مقبول ہوگئی اور قابیل کی نیاز اسی طرح بدستور رکھی رہی،

اسوقت سیدنا حضرت آدمؑ نے قابیل سے کہا، بیٹا! اقلیما ہابیل ہی کا حق ہے، اسی کے نکاح میں آسکتی ہے، تمہارے لئے کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی،

الغرض ہر طرح قابیل رہ گیا۔ تو اس کے دل میں حسد و بغض کی آگ بھڑک اٹھی ؎

چو محبت نماند جفا جوئے را ۔۔۔ بپرخاش درہم کشد روئے را

در حسرت نے چشم بصیرت کو تیرہ و تاریک کردیا۔ اور بیچارے ہابیل کی جان کا لاگو ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں تو تجھے ضرور قتل کرڈالونگا، سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو یوں بیان فرمایا ہے، واتل علیہم نبا ابنی آدم بالحق، اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الآخر، قال لاقتلنک قال انما یتقبل من المتقین (مائدہ ع ۵ پ ۶)

ہابیل نے کہا کہ تو مجھے کیوں قتل کرتا ہے، قابیل نے کہا کہ خدا نے تیری قربانی قبول کرلی، اور میری نیاز کو قبول نہ فرمایا، نیز تو میری خوبصورت بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے، اور اپنی بدصورت میرے نکاح میں دیا چاہتا ہے،

ہابیل نے اس کے جواب میں کہا کہ بھائی جان! میرا قصور اسمیں کچھ نہیں الاعمال بالنیات

اعمال کا دار و مدار تو صرف نیتوں پر ہی ہے، اور پرہیزگاروں کی قربانی خلوص نیت کی وجہ سے مقبول ہوتی ہے، اگر تمہاری نیت بخیر ہوتی، تقوی و پرہیزگاری کے ساتھ نیاز گزرانی جاتی، تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا، انما یتقبل اللہ من المتقین،

پس اگر اب بھی تمہارا ارادہ مجھے قتل کرنے کا ہے تو تم جانو، میں تو پھر بھی یہی کہونگا کہ مجھے قتل کرنا کسی طرح روا نہیں، تمہیں خدا سے ڈرنا چاہیئے، مجھ پر تم خواہ کتنا ہی ظلم و ستم روا رکھو، مگر میں اپنے بچاؤ کی خاطر بھی ہرگز دست درازی نہیں کرونگا،

عقلاً و شرعاً دشمن کے حملے کو روکنا، نیز اپنے نفس کی حفاظت کرنا ازبس ضروری ہے، مگر ہابیل نے ایسا نہ کیا، اس کے دو سبب ہیں، اول یہ کہ اس وقت تک روئے زمین کوئی قتل واقع نہیں ہوا تھا، اس لئے ممکن تھا، کہ دفعیہ کی صورت میں ہابیل کے ہاتھوں قابیل مارا جاتا، لہٰذا ہابیل یہ نہیں چاہتا تھا کہ اقدام قتل کرکے دنیا میں قتل کی سنت کو جاری کرے،

دوسرے یہ کہ اس کہنے میں یہ فائدہ تھا، کہ شائد قابیل اس تقریر سے متاثر ہو کر قتل سے باز آجائے،

بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں اس وقت بھی تیرے قتل کی نیت سے تیری طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤنگا، گو حملہ روکنے کے لئے مجھے ہاتھ بڑھانا پڑے، یہ مطلب کچھ وسیع نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ انی اخاف اللہ رب العلمین دست درازی نہ کرنے کی علت ہے، یعنی یہ کہ قتل بہت بڑی چیز ہے، اور اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، اگر میں نے خود کو معذور سمجھ کر تجھے قتل کر دیا، تو پھر بھی مجھے خدا کے مواخذے سے ڈر لگتا ہے،

الغرض ہابیل نے خوف خداوندی کی وجہ سے تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کیا اور اخوت و بھائی چارے کے رشتے کو یہاں تک نبھایا کہ اپنے نفس کے بچاؤ کی خاطر ہاتھ بڑھانے سے بھی انکار کر دیا۔ مگر قابیل نفسانی خواہشات، دلی شرارتوں کی وجہ سے بھائی کے قتل پر آمادہ رہا۔ وقت کا منتظر تھا کہ کب موقع ملے اور میں اسے قتل کر ڈالوں،

ایمان مسلمانوں کا دشمن ابلیس علیہ اللعنت انسانی شکل میں قابیل کے سامنے آیا اور ایک پرندے کو پتھر پر رکھ کر کچل ڈالا، قابیل نے یہ طریقہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھا،

ایک روز جب ہابیل جب جنگل سے واپس آیا اور کسی درخت کے سایہ میں آرام لینے کی غرض سے بیٹھ گیا۔ قضا عند اللہ، آنکھ لگ گئی، قابیل چونکہ اس وقت کا منتظر تھا، فرصت کو غنیمت جان کر

ہابیل کے سر پر اس زور سے پتھر مارا۔ کہ مظلوم بھائی کا سر پاش پاش ہو گیا،
دین و دنیا دونوں جہاں میں قابیل کو سخت نقصان ہوا، دنیا میں تو اس نے اپنا قوت بازو اور جیت روح گم کر دیا، والدین کی تمنا و آرزو پر پانی پھیر دیا۔ ان کو ناراض کیا اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوگا جب قابیل اپنے بیگناہ بھائی کے خون سے ہاتھ رنگ چکا، تو اپنے عزیز بھائی کے مردہ جسم کو درندوں سے بچانے، نیز اس راز کو چھپانے کی غرض سے ایک عرصہ تک اپنی پیٹھ پر لاش کو لادے لادے پھرتا رہا۔ کیونکہ یہ سب سے پہلی موت تھی جو سرزمین دنیا پر واقع ہوئی تھی اور اس وقت تک میت کے دفن کرنے کا طریقہ معلوم نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے دو کوّے بھیجے۔ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا، اور قاتل نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر ایک گڑھا بنایا اور مقتول کوّے کو اس میں ڈال کر مٹی سے چھپا دیا۔ (روح المعانی)
قابیل نے اس تمام کیفیت کو دیکھا، اور جب کوّے سے دفن کرنے کا طریقہ سیکھ لیا تو اس کو اپنی حالت پر سخت ندامت ہوئی،

نتیجۂ کلام

اہل کتاب کفار و مشرکین تفاخر بالنسب زمانہ افعال قبیحہ نیز حسد و بغض میں مبتلا تھے، اپنے خیال باطل میں سمجھے ہوئے تھے، کہ ع

"من چنیں دیگرے نیست"

اللہ تعالیٰ نے اس گھمنڈ کو اور باپ دادوں پر فخر کرنے کو اس مبارک قصہ کو بیان کرنے سے باطل ٹھہرایا ہے، کہ قابیل بھی خلیفۃ الارض خدا کے نائب کا صاحبزادہ اور اولو العزم پیغمبر کا بیٹا تھا۔ لیکن نسب اور باپ کی بزرگی و تقدس نے اس کو کچھ نفع نہ دیا، اور حسد کی وجہ سے اس سے ایک فعل سرزد ہوا، جو والدین کی ناراضگی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہوا، اور قیامت تک جس قدر ناحق طور پر خون ہونگے، وہ بمقتضائے من سن سنۃ سیئۃ قابیل کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے، ؎

چو کنعاں را طبیعت بے ہنر بود | پیمبر زادگی قدرش نیفزود
ہنر بنما اگر داری نہ گوہر | گل از خار ست و ابراہیم از آزر

نوشتہ

محمد عبد التواب غفرلہٗ

رہتک

غزل

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی)

وعدہ فردا پہ اے دل مت سمجھ مسرور ہوں
شاد ہوں میں تو کہ ان کے ہجر میں رنجور ہوں

نگہِ ناز اویس کی لطف پاشی ہی کہ میں
سجدہ آموزِ ملک ہوں، آرزوئے حور ہوں

پردۂ ہستی میں میرے ہی نہاں نورِ ازل
بزمِ ہست و بود میں دودِ چراغِ طور ہوں

جلوۂ حسنِ ازل سے دل ہے لذت یابِ عشق
اے خوشا قسمت کہ اس جادو سے میں مسحور ہوں

زندگی افروز ہے انکی حدیثِ دلنواز
ناصحِ مشفق خدارا بس کہ میں مجبور ہوں

بس رہا ہے میری جن آنکھوں میں خوش منظر جہاں
ذوقِ بینش دیکھئے خود اس سے میں مستور ہوں

اے امارت! در استغنا مقدر ہے مرا
اس نگہ سے دیکھ مت مجھکو کہ بےمقدور ہوں

سرخوشی کیسی تھی یارب دیدۂ مازاغ میں
بے پیئے ابتک میں اسکی یاد سے مخمور ہوں

مختصر سی ہے یہی میری حکایت درد کی
صورتِ نے نغمۂ دلسوز سے معمور ہوں

سنگِ عصیاں کی گرانباری تو اے زاہد نہ پوچھ
مثلِ شیشہ سخت اندامی سے اسکی چور ہوں

نحن اقرب ہو بہشتِ گوش جب اے دل مجھے
انکی محفل سے کہو پھر کس قدر میں دور ہوں

کس قدر پر لطف ہے دشواریٔ راہِ طلب
ہے خوشی مجھکو یہی شاکر کہ میں رنجور ہوں

دھلا ہوا کپڑا اور میں

از جناب مولٰنا امیر علی صاحب فناروئی

اے سفید دھلے ہوئے کپڑے! میرا دل تجھے دیکھ کر خوش ہو رہا ہے، کیا یہ اس وجہ سے ہے کہ تو دھوبی کے گھر چند دن کاٹ آیا ہے، میرا خیال ہے کہ میری طرح امیر سے لیکر غریب تک تجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہونگے اور قدر کرتے ہونگے، ہر ایک ذی عقل ہستی تجھے پہنکر اکڑتی ہے، کہ کوئی خزانہ مل گیا ہو، اور تیری زندگی اس وقت بالخصوص میرے لئے قابل رشک ہے، جبکہ تو کسی نازنین کے زیب بدن ہو، جب تو اس کے نازک جسم پر بڑی شان سے ہوا میں لہراتا ہے، تو میرے دل سانپ لوٹتے ہیں آخر تجھ میں کونسی خوبی ہے، کیا بازار سے بڑی قیمت ادا کر کے لایا گیا ہے، نہیں یہ وجہ بھی نہیں، اگر تو سستے داموں لایا گیا ہے، تو گوہر نایاب بھی نہیں، جو تجھے یہ عزت حاصل ہو، وہ کونسا جوہر ہے جس سے تو ہر ایک منظر میں تل رہا ہے، میں خواستگار ہوں کہ تو اس حقیقت کا انکشاف کرے، جہاں تو ہر کہ و مہ، عاصی و معصوم، امیر غریب، شاہ و گدا، کا پردہ پوش ہے، وہاں میں امیدوار ہوں، کہ تو اس راز کو بھی بےحجاب کر دے، جس کے باعث تو پسند خلائق ہے، آخر تجھ میں کونسی ایسی خوبی ہے ضرور، پیارے ضرور! اب زیادہ دیر نہ کر، کیا تامل ہے، میرا اضطراب بڑھ رہا ہے، الانتظار اشد من الموت والا مضمون ہے،

او! بے مروت انسان! بے وفا، پر جفا ہستی، دیکھ ہجا، خدا کے لئے جا، مجھے زیادہ نہ ستا، تو جو چاہتا ہے کر، پہنتا ہے پہن، پھینکتا ہے پھینک! تو زندہ ہے، میں مردہ، تو زندگی کی خوشگوار ہوا کھا رہا ہے، میں موت کی منزلیں طے کر کے آرہا ہوں، تیرے ہاتھوں بہت ظلم و ستم اٹھا چکا ہوں، مجھے تیرے سفاک ہاتھوں نے جان سے گنوا دیا، اب مجھے زیادہ نہ ستا، او بے رحم! اگر تو انسان ہے، دل رکھتا ہے، دل میں درد رکھتا ہے، تو سن چشم بصیرت کھول اور میری عبرت خیز داستان کا بنظر تعمق مطالعہ کر، ایک دن وہ تھا کہ میں تیرے ہاتھ لگا، کیا اس وقت مجھ میں کوئی عیب تھا، داغ تھا، او بےعقل! تو خود تو بداعتدالیوں کے دریا میں بہ رہا تھا، میرا کیوں ستیاناس کیا، او ظالم! خواہشات نفسانی کے مزے تو لوٹے، اور آلودہ

میں ہوں، او ناپاک! استراحت اور عیش وعشرت کے خواب تو دیکھے اور ناپاک یہ عاجز، او، او خود بیخبر
مستی! النفس امارہ کی خوش کن تصاویر میں رنگ آمیزی تیرا کام ہو اور بدنما دھبے میرے جسم پر بدنامی
کا ٹیکہ ہوں، او خدا سے غافل! ابن آدم! لہو ولعب کے پر لطف نظارے تیری آنکھوں کے
سامنے اور میل کچیل میرے حصے، آ کچھ خدا کا خوف کر، انصاف کر، بے سمجھ ہے، تو سمجھ، عقل نہیں
تو جا دور ہو، مجھے دھوبی کے حوالے کیوں ہونا پڑا، دھوبی سے میرا کیا رشتہ تھا، او، دور سے
خالی مٹکے! تجھے کیا خبر ہے کہ تیری بدولت مجھ پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹیں، کن جانکاہ دشوار گذار گھاٹ منزلوں
میں سے گذرنا پڑا، اگر چاہتا ہے تو سن! جب تو نے مجھے دھوبی کے حوالے کیا، میری حالت کو
دیکھ، میرے سر پر خاک ڈالی، کیا تو سمجھتا ہے، کہ تو اسی طرح دنیا میں مستی خوشی کے جھولے میں جھولیگا
نہیں، ایک دن تجھ پر بھی یہی خاک ڈالی جائیگی، جس خاک پر تو نے گستاخیاں کیں، اس کے
بعد دھوبی نے بھٹی میں مجھے چڑھایا، کھولتے ہوئے پانی میں جوش دیا گیا، اور نیچے خوب زور
کی آگ جلائی گئی، تا کہ تیری قابل شرم صحبت کا اثر میرے جسم سے نکل جائے، کیا تیرا یہ خیال ہے، کہ تو
اس کے انتقام سے بری رہیگا، دیکھ، میں تو تیرے ساتھ اس سزا کو پہونچا، اور جو تو بذات خود مجرم
ہے، اگر دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں نہ جلایا گیا تو سمجھنا، کہ دردمندوں مظلوموں کی آہوں کا
کوئی سننے والا نہیں، ربنا وقنا عذاب النار، میرا خیال تھا کہ اب جیتا نہیں نکلونگا
مگر ابھی تک میری تکالیف کا خاتمہ نہیں ہوا تھا، کہ دھوبی نے مجھے وہاں سے نکال پورے زور سے اچھل
اچھل کر تختہ چوب اور پتھر کی سلوں پر پٹکنا شروع کیا، کہ الامان، الامان! او سنگدل! اس
وقت تو تو چین سے محفل مدہوش ساقی کے ہاتھ سے مے رنگیں کے جام چڑھاتا ہو گا اور میں اس حالت
میں، کہ جسم کا تار تار ہل گیا، سمجھا، کہ اب نہیں بچونگا، مگر بدبخت کی قسمت میں موت کہاں
تھی، وہاں سے تمازت آفتاب میں اس وقت دھوپ کی تکلیف اٹھا رہا تھا، جبکہ تو برف سے سرد
سرد کی ہوئی سوڈا واٹر کی بوتلیں خس کی ٹٹیاں لگا بجلی کے پنکھے کے نیچے لنڈھا رہا تھا، اب پھر تیرے
قبضہ میں ہوں،

یہ جواب سنکر میں عرق خجالت میں ڈوب گیا، گذری ہوئی زندگی کے نشیب و فراز یاد آگئے، نامۂ
اعمال سامنے کھلا پڑا ہے، اشک ندامت بہ رہے ہیں، کاش میں اس انعام خداوندی کا جائز استعمال
کرتا، کہ سامنے سے آواز آئی، کہ او غافل اگر شرم آگئی ہے تو جا اپنے سیاہ اور آلودہ دل کو قبل
از مرگ دھونے کی کوشش کر،

میں اٹھا، دھوبی کے پاس گیا، کہ بھیا! اپنی مزدوری لے لو، مجھے دھو ڈال، اس نے جواب دیا کہ میں دیسی دھوبی ہوں، کسی انگریزی فیکٹری میں جا، پتہ لگاتا ہوا وہاں پہونچا، دو آنہ ڈبل فیس دیکر عرض کیا، کہ مجھے دھو ڈالو، پیسے واپس پھینک دئے گئے، اور جواب دیا۔ کہ جا بیوقوف، یہاں کپڑا دھویا جاتا ہے چمڑا نہیں دھویا جاتا، مایوس ہوکر لوٹا، در بدر مارا مارا پھرنے لگا، مگر کسی نے میرا ہاتھ نہ پکڑا اور نہ ہی کوئی راہ دکہائی، آخر ؎

خضر مل جاتے ہیں جسکو رستہ نہیں ملتا

ایک برگزیدہ ہستی نظر آئی، دلی مراد پائی، سر کو پاؤں رکھدیا، دل کا زنگ خوردہ ٹکڑا اس جوہری کو دکہایا، کہ حضرت اس کو دہلانا چاہتا ہوں، اگر کوئی دھو دے تو جان بھی حاضر ہے، بزرگ نے تبسم فرمایا سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا، اور یوں گویا ہوا، کہ اے بھولے ہوئے انسان! اس میل کو دھونے والا صرف ایک (روحی فداہ) ہے، مبداء فیاض سے یُزَکِّیۡکُمۡ کا مژدہ لیکر مبعوث ہوا تہا، لاکھوں اور کروڑوں دلوں کو دھوکر معرفت کی روشنی سے مجلا کردیا۔ اور تمام عالموں کی آلودگیوں کو دور کرنے کے لئے وہی ایک ہستی ہے، تم بھی وہاں جاؤ، وہ تمہیں دھو دہلا کر ایسا پاک صاف کردیگا، گویا ابھی پیدا ہوئے ہو مگر یہ بات یاد رکہنا، کہ اس کے حکم سے سر مو سرتابی نہو، ورنہ "لیس منی" کان سے پکڑ باہر کردیگا، ویسے تمہیں اطمینان رکہنا چاہیئے کہ وہ مجسم رحمت ہے۔ رحمۃ اللعالمین ہے، دنیا کے لئے پیغام رحمت ہے، مردہ دلوں کے لئے مژدۂ حیات، ماں باپ سے بڑھ کر شفیق ہے، دنیا بھر کے بادشا دوستوں سے زیادہ رفیق ہے، طبع کا کریم، فطرت کا حلیم ہے، اب تم جاؤ، اور ان کے پاس جاؤ،

شکریہ کے لئے آنکھیں جھک گئیں، عرض کیا کہ کوئی اور بات بھی بطور ہدایت ارشاد فرما دیجئے، فرمایا، کہ وہاں جانے سے پہلے دنیاوی تعلقات کا زنار توڑ ڈالو، نفس کی پوجا چھوڑ دو، خواہشات کی مورتیاں پھینک دو، ماتھے سے غیر کا ٹیکہ توحید کے پانی سے دھوکر اطاعت کا طوق گلے میں پہنو، اخلاص کی نظر لیکر جاؤ، اس کی محبت کے میدان میں ریاضت کے چوگان سے گیند کیطرح نماز روزہ کی چوٹیں کہاؤ، یہاں تک کہ جسم کی زکوٰۃ ادا ہوجائے، صبر اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا، وہاں کی بھٹیاں گرم ہیں جن میں ڈال کر تمہیں جوش دیا جائیگا، روح کی زکوٰۃ نکل جائیگی (مگر ہجر کی بنا سے صبر کا ڈھکنا ہلنا نہ پائے، ورنہ کام بگڑ جائے گا) اس کے بعد .. .. .. امتحان کے تختہ پر بار بار مار کر ہستی کی میل کچیل نکالدیجائیگی، معرفت کے آفتاب کی پاکیزگی شعاعوں سے خشک کرکے تمہیں درست کردیں گے، اب جاؤ، خدا حافظ!

اورنگ زیب کی ہندو نوازی

اکتوبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان کے ایک مستشرق لفٹنٹ کرنل ڈی سی فلٹ کو بنارس جانیکا اتفاق ہوا۔ جہاں انہیں اورنگ زیبؒ کے ایک فرمان کی عکسی نقل ہاتھ آگئی، یہ فرمان حاکم بنارس ابوالحسن کے نام تھا اور اس کے مضمون کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ اس عام شہرت کے اعتبار سے اورنگ زیبؒ کو ہندو حلقوں میں نصیب ہے، بادی النظر میں اسے فرضی نہ سمجھ لیا جاتا، ہندؤں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اورنگ زیبؒ انکا جانی دشمن تھا، اس نے انپر جزیہ لگایا، اور اس نے ان کے بت توڑے، اس نے ان کے مندر ڈھائے، جب تک وہ سوامن زنار ہر روز جلا نہ لیتا تھا، اسے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا، اس نے دوسرے مقامات کیطرح بنارس میں بھی ہندو کے بہت سے بتکدے برباد کر دئے اور ان کے کھنڈروں پر مسجدوں کو تعمیر کیا، یہ کہانیاں کرنل فلٹ نے بھی نہیں سنی تھیں، ایسی حالت میں مقام تعجب نہ تھا، کہ اگر فرمان کی عکسی نقل پر جو اورنگزیبؒ کو کسی اور ہی رنگ میں پیش کر رہی تھیں اعتبار نہ آئے، اور جب تک اصل کو دیکھکر مطمئن نہ ہولیں، اپنی رائے اس باب میں محفوظ رکھیں،

چنانچہ وہ دوبارہ بنارس گئے اور اس مرتبہ خان بہادر شیخ محمد طیب صاحب کوتوال شہر کی امداد سے آپ نے اصلی فرمان بھی دیکھ لیا، وہو ہذا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منشور لامع النور اورنگ شاہ بہادر غازی محمد اورنگ زیب شاہ بہادر غازی ابن صاحبقران ثانی لائق العنایۃ والرحمہ ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند چوں بمقتضائے کرم ذاتی ومکارم جبلی ہمگی ہمت والانہمت وتمامی نیت حق طویت ما بر رفاہیت جمہور انام وانتظام احوال طبقات خواص وعام مصروف است وازروئے شرع شریف وملت منیف مقرر چنین است کہ دیرہا دیرین برانداخت نشود وبتکدہ ہا تازہ بنا نیابد، ودریں ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس ارفع اعلیٰ رسید کہ بعض مردم از راہ عنف وتعدی بہنود قصبہ بنارس وبرخے امکنہ دیگر کہ نواحی آن واقعست وجماعۃ برہمنان سدنہ آں محال کہ سدانت بتخانہ ہائے قدیم کہ آنجا بانہا تعلق دارد

مزاحم و متعرض میشوند و میخواہند کہ ایشاں را از سدانت آں کہ از مدت مدید با بہا متعلق است باز دارند
و این معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال این گروہ میگردد لہذا حکم والا صادر شود کہ بعد از ورود این منشور
لامع النور مقرر کسے کہ من بعد احدی بوجوہ بجیاب تعرض و تشویش باحوال برہمناں و دیگر ہنود متوطنہ
آن محال نرساند تا آنہا بدستور ایام پیشیں بجا و مقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعا بقائے دولت
(خدا) داد ابد مدت الابنیاد قیام نمائند، درین باب تاکید دانند، بتاریخ ۱۵ جمادی الثانیہ
۱۰۳۹ ہجری نوشتہ شد،

مفاد منشور

ابوالحسن کہ جو نوازشات و عنایات کا مستحق ہے، ہماری شاہانہ التفات کا امیدوار بکر جاننا
چاہیئے کہ اپنے مراحم ذاتی اور مکارم جبلی کے اقتضاء سے ماہ دولت و اقبال کی سب سے بڑی معروفیت
یہی ہے کہ خلق خدا آسودہ رہے اور رعایا کے چھوٹے بڑے سب طبقوں کی حالت درست رہے
یہ بھی واضح ہو کہ شریعت غرّا کے مقدس قانون کے لحاظ سے اگرچہ نئے بتکدوں کی تعمیر کی اجازت
نہیں دیجا سکتی لیکن جو پرانے مندر ہیں وہ ڈھائے بھی نہیں جا سکتے، ان ایام معدلت نظام
میں یہ خبر ہمارے گوش زد ہوئی ہے کہ بعض عمال از راہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور اس کے نواح
کے بعض دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور اس علاقہ کے بعض برہمنوں پر جو وہاں کے قدیم بت
خانوں کے پروہت ہیں تشدد کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان برہمنوں کو انکی پروہتی سے الگ
کریں جس کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بیچارے پریشان ہوں اور مصیبت میں مبتلا
ہو جائیں، لہذا انہیں حکم دیا جاتا ہے، کہ اس منشور لامع النور کے پہونچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ
کوئی شخص تمہارے علاقہ کے برہمنوں اور دوسرے مندروں کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کرے، اور
ان کی تشویش کا باعث نہو، تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے اپنے منصبوں
پر قائم رہکر اطمینان قلب کے ساتھ ہمارے دولت خداداد ابد مدت و ازل بنیاد کے حق میں مشغول
دعا رہیں، اس باب میں تاکید مزید کی جاتی ہے،

بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانی سنہ ۱۰۵ ہجری المقدس،

اس فرمان کی شان نفاذ پر خان بہادر محمد طیب نے جو تاریخی روشنی ڈالی وہ بہت ہی بصیرت
افروز ہے، اس کی لمعانی ملاحظہ ہو،

بنارس کے محلہ منگلا گوری میں گوپی اپادھیا نام ایک برہمن رہتا تھا، جسے گذرے ہوئے

پندرہ سال ہوتے ہیں، اس کی یادگار صرف ایک نواسہ ہے، جسے منگل پانڈے کہتے ہیں، اور وہ بھی محلہ منگلا گوری ہی میں رہتا ہے، نانا کے انتقال پر دوسرے خاندانی کاغذات کے ساتھ شہنشاہ اورنگزیب کا یہ فرمان بھی ترکہ میں ملا، ماہِ اپریل سنہ منگل پانڈے نے بنارس کے کلکٹر کی عدالت میں ایک استغاثہ دائر کیا اور میں کلکٹر صاحب کے حکم سے ابتدائی تحقیقات پر مامور تھا، منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے، جو دریا کے گھاٹ پر بیٹھا رہتا ہے، اور پجاری کی خدمات انجام دیتا ہے، جو جاتری اشنان کرنے کیلئے آتے ہیں، انہیں پوجا کراتا ہے اور پوجا کی رسموں کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، وہ انہیں خرید کر دیتا ہے، پچھلے دنوں گجرات کی کچھ بیوائیں اپنے ملک کی رسم کے مطابق گھاٹ پر دھرنا دیکر بیٹھ گئیں، اور رونا اور بین کرنا شروع کر دیا۔ اس سے دوسرے پوجاریوں کی عبادت میں خلل پڑنے لگا، منگل پانڈے نے انہیں ٹوکا کہ اگر تم یونہی روؤ چلاؤ گی، تو کوئی دوسرا پوجاری اس گھاٹ پر نہ آئے گا۔ اور میرا نقصان ہوگا اس پر منگل میں اور ان بیوؤں میں تنازعہ ہوگیا، اور اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا، میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس گھاٹ کے اس حصہ کی پروہتی کے لئے کوئی قانونی دستاویز بھی موجود ہے یا نہیں، اگر ہے تو پیش کرو، اس مطالبہ کے جواب میں اس نے اور اس کے نوکر بابو نندن نے متعدد کاغذات میرے سامنے پیش کئے اور شہنشاہ اورنگزیب کا فرمان بھی انہیں میں موجود تھا۔ یہ فرمان اب بھی اس کے قبضہ میں ہے،

ان تصریحات کے بعد کرنل فلٹ کے سارے شکوک جاتے رہے اور فرمان کو جس کی پشت پر اورنگزیب کے بیٹے شہزادہ محمد سلطان کی مہر ثبت ہے بنظر غائر دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ فرمان اورنگزیب ہی کا جاری کیا ہوا ہے اور اس کے پڑھنے کے بعد خواہی نخواہی ماننا پڑتا ہے کہ اورنگزیب ویسا نہیں جیسا اس کے نکتہ چین اسے ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اس کی سب سے بڑی تمنا یہی تھی۔ کہ اس کی ہندو رعایا امن وامان اور خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کرے اور ان کے حقوق پر کسی قسم کی دست درازی نہ ہونے پائے،

القریش کی توسیع اشاعت کے لئے بارہا اپیلیں کی گئی ہیں، دو دو خریدار بھی کوئی کام ہے، دیگر قومی اخبارات کس شان سے جاری ہیں، اگر ناظرین توجہ نہ دیں اور ایک اہم ضرورت کا احساس نہ کریں، تو خدا حافظ!

کیا القریش کے معاونین دو دو خریداروں کا مطالبہ پورا کرنے کی ہمت نہیں رکھتے، توجہ فرمائیے القریش کی مالی حالت نہایت کمزور ہے، منیجر،

قومی تنزل اور ترقی کے اسباب

ہیں یہ مقصد کے چار یار رفیق
عزم، کوشش، ثبات اور توفیق

یہ امر محتاج بیان نہیں، کہ بالیدگی و نشو و نما کی قوت نباتات حیوانات میں خداوند عالم نے ودیعت کی ہے، نیچے سے اوپر چڑھنا، چھوٹے سے بڑا بننا، پستی سے بلندی پر پہونچنا قدرتی خاصہ ہے ؎

یہیں بڑھتے بڑھتے ترقی ہوئی
جو نیزہ ہے اب، تھا وہ پہلے سوئی

اس قدرتی خاصہ و فطری جذبہ کے مطابق فقر و ذلت سے نکلکر اوج موج حاصل کرنا انسانی مقصود اصلی ہے، اس مقصد عظیم کے لئے جد وجہد کرنا انسانی فرض ہے، بسا اوقات تغیرات حوادثات زمانہ ترقی کی راہ میں سد باب ہوئے ہیں، جیسا کہ ہندو جاتی میں شودروں کو علوم و فنون سیکھنے، ترقی کرنے کا اوہکار نہ تھا،

زمانہ گذشتہ میں ہر شخص کے لئے ترقی کا دروازہ عام طور پر کھلا ہوا نہ تھا، مگر آج وہ آزادی کا زمانہ ہے، کہ ہر ادنی و اعلی بام ترقی پر چڑھ سکتا ہے، یہ طے شدہ امر ہے، کہ بغیر روپیہ کے انسان کچھ نہیں کر سکتا، ہزارہا حاجتیں اسی سے پوری ہوتی ہیں، بقول شخصے ؎

اے زر تو خدا نیست ولیکن بخدا
ستار عیوب و قاضی الحاجات

"بے زر بے پر" مثل مشہور ہے، آجکل جس طرف دیکھو، اپنی قوم میں افلاس ہی افلاس کی پکار ہے، جس کے اسباب درج ذیل ہیں،

(۱) قرض سودی لینا، حالانکہ سود لینا اور دینا ایک ہی مانند گناہ ہے (۲) بیاہ شادی میں اسراف کرنا (۳) تعمیر مکانات میں بیجد روپیہ لگانا، (۴) اپنے اخراجات کے موافق روپیہ نہ کمانا (۵) روپیہ کو محفوظ نہ رکھنا، بیموقع خرچ کرنا، روپیہ کا صحیح مصرف نہ جاننا (۶) ایک کی آمدنی پر کنبہ کا گذاران

ہونا، مقدمہ بازی کرتے رہنا (۸) صد ہا روپیہ کا زیور بنوانا (۹) کاہلی کے ذریعے تن آسانی اختیار کرنا،
چونکہ سب سے مقدم مالی حالت کا درست کرنا ہے، اس لئے ہمکو مالی کمزوری دور کرنے کے واسطے حسب ذیل تدابیر پر عمل کرنا چاہیئے،

(۱) شادی غمی مکان لباس وغیرہ میں فضول خرچی نہ کریں، (۲) روزانہ آمد و خرچ موازنہ رکھیں، آمد سے کم میں گذر کریں، بمصداق ؎

بدخل و خرج خود ہر دم نظر کن   چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن

کے مضمون کو پیش نظر رکھ کر غیر مستقل آمدنی کے مقابلہ میں معین و مستقل خرج نہ رکھیں (۳) کسی قسم کی بری عادت یا ناجائز لت مثلاً شراب، افیون، کوکین، سٹہ، تماش بینی، قمار بازی، اسلفہ وغیرہ کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دیں، جملہ مسکرات کے نزدیک نہ جائیں حتی الامکان حقہ، سگرٹ، پان چائے کے عادی نہ بنیں ؎

نہ سلگاؤ سگرٹ مری دوستو   نہ منہ کو لگاؤ کمینہ جو ہو،

صغر سنی میں اولاد کی شادی نہ کریں، بچوں کے لئے زیور ہرگز نہ بنوائیں (۴) مقدمہ بازی کا چسکہ نہ ڈالیں (۵) عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں، سچے معاملہ داری کا برتاؤ کریں، تاکہ مقدمہ بازی کی نوبت ہی نہ آئے، باہمی صلح مشورہ سے کام لیں (۶) جدید طرز معاشرت کے ساتھ فیشن کے دلدادہ نہ بنیں، سادہ زندگی بسر کریں (۷) جو شئے خریدیں نقد خریدیں، غیر ضروری چیز خواہ کیسی ہی سستی کیوں نہ ہو کبھی نہ خریدیں، (۹) زیادہ لذیذ اور نفیس کھانوں کی ہوس نہ کریں "تھوڑی زبان اور دولت کا زیاں" مشہور ہے (۱۰) ناچ تماشوں سے گریز کریں (۱۱) ریا تفاخر نمائش کی جگہ ایک دھیلہ بھی خرچ نہ کریں اگرچہ دھیلے کی کچھ حقیقت نہیں، مگر کسی وقت ایک دھیلے کی دیا سلائی کے بکس سے ایک ماہ تک مکان میں روشنی ہوتی تھی (۱۲) کفائت شعاری اختیار کریں، جو کچھ روپیہ پس انداز ہو اس کو بنک میں جمع کریں، یا اس کو تجارت میں لگائیں، کہ زر زر کشد در جہاں گنج گنج، ضرب المثل ہے، یا اس روپیہ سے کوئی حقیقت جائداد لیں یا کوئی ایسی شئے بنوائیں جس کی آمدنی سے گذر اوقات ہو اور مال محفوظ رہ سکے، بدیں نہج جب خوشحال ہو جائیں تو پھر اسی روپیہ سے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلائیں، یہ خوب یاد رکھیے کہ بغیر تعلیم ترقی محال ہے، علم ہی دین و دنیا میں دولت و عزت کا سر چشمہ ہے، اگر ہم بیہودہ رسوم کے مصرف کو بند کر کے اسی روپیہ کو مثل مہذب، ترقی یافتہ قوموں کے اعلیٰ تعلیم پر خرچ کریں، تو ہم بھی ویسے ہی نامور متمول مالدار بن سکتے ہیں، جیسے کہ وہ ہیں،

آہ! ہم صرفِ دولت و صرفِ اوقات نہ جاننے کے باعث اس قدر مفلس نہیں جس قدر کہ بنے ہوئے ہیں

بھیکا بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لعل
گرہ کھول نہیں جانتے تِت بدھ ہو کنگال

جب تک فرداً فرداً ہر شخص اپنی بہبودی کی سعی و کوشش نہ کرے، قومی ترقی محال ہے، خیال فرمائیے جب تک اجزا ہی استوار نہ ہونگے، تو مجموعہ کیونکر بن سکتا ہے، یاد رکھو، دنیا عالم اسباب ہے، بغیر علّت کے معلول نہیں ہوتا، بمصداق "اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئًا ھَیَّأَ اَسْبَابَھَا"

مشاہدہ صاف بتلا رہا ہے کہ اعلیٰ منصب و اعلیٰ مدارج وہی لوگ پاتے ہیں، جو اعلیٰ قابلیت حاصل کر کے راست اعمالی سے کام لیتے ہیں، وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوا،

مفتون

حقیقتِ دل

(از جناب مولانا ناؔمی کوہسار نظامی)

بزمِ قدسی کا اسے سرورِ چراغاں کہئے
یا تو قندیلِ سرِ طورِ شبستاں کہئے

مکیدے میں اسے ٹھہرائیے گر ساغرِ جم
بتکدے میں اسے پھر آذرِ ذیشاں کہئے

حرمِ پاک میں اس کو کہیں حجرِ اسود
صومعہ میں اسے اک طاقِ نمایاں کہئے

لامکاں کا اسے ٹھہرائیے گر مہرِ درخشاں
یا اسے مردمکِ دیدۂ عرفاں کہئے

شمع طور سے تشبیہ جو اس کو دیجے
یا اسے جلوہ گہ موسیٰ عمراں کہئے

اس کو یوسف کا جو زنداں تصور کیجے
یا زلیخا کا اسے دیدۂ حیراں کہئے

اس کو آئینہ سکندر کا اگر ٹھہرائیں
خمکدہ میں خشتِ خمِ رنداں کہئے،

اس کو ٹھہرائیے گر محملِ لیلیٰ تو بجا
یا اسے قیس کا منظورِ بیاباں کہئے

دل کو چاہے جسے ٹھہرائیے ناؔمی ہے روا
سچ تو یہ ہے کہ اسے منبعِ ایماں کہئے

خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں، (مینیجر)

انجمن قریشیانِ پنجاب گوجرانوالہ

روئداد اجلاس منعقدہ یکم فروری ۱۹۲۸ء

بزیرِ صدارت

مولانا عبدالحق صاحب علوی وکیل، ذیل کے رزولیوشن باتفاق رائے منظور کئے گئے،

---

(۱) چونکہ بحالاتِ موجودہ "مخلوط انتخاب" مسلمانوں کے قومی فوائد کے منافی ہے، اس لئے اس جلسہ کی غیر مشروط رائے ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی غرض سے "فرقہ وارانہ نیابت" کا اصول مسلّم و برقرار رکھا جائے، جو مسلمانوں کی قومی ہستی کے لئے بمنزلہ ریڑھ کی ہڈی کے ہے، اس کو وجہ مناقشت قرار دینا خطرناک غلطی ہے،

محرک! قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ایم۔ بی۔ ایچ، ریٹائرڈ مستوفی،
مویّد! سید شریف حسین صاحب بی۔ اے، سکول ماسٹر،

(۲) ہندوستان میں اگرچہ سات کروڑ مسلمان، سات کروڑ ہندو اور پندرہ کروڑ اچھوت اقوام ہیں، لیکن بوجوہاتِ چند یہ جلسہ اس امر کا پرزور مطالبہ کرتا ہے، کہ مسلمانوں کے حقوق کی تعیّن بتناسب آبادی کے لحاظ سے نہیں بلکہ انکی سیاسی اہمیت کے لحاظ سے ہونی چاہئے،

محرک! مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی اڈیٹر رسالہ القریش امرتسر
مویّد! قاضی فضل الٰہی صاحب عباسی، ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر،

(۳) یہ جلسہ پیر میاں سید محمد صاحب قادری ممبر انجمن قریشیان پنجاب کی بیوقت وفات پر دلی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے، اور آپ کے برادر محترم سید نذر محی الدین صاحب سجادہ نشین بٹالہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہوا دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے، اور پسماندگان کو صبر جمیل،

محرک : پیر عبدالرشید صاحب قریشی الالف انشورنس ایجنٹ
موید : پیر محمد شاہ صاحب فاروقی

جنرل سکرٹری انجمن ہذا

"مارچ کا القریش"

انشاء اللہ تعالیٰ انجمن نمبر کے نام سے شائع ہوگا، اور اس میں انجمن کی سالانہ کارگذاری کی مکمل رپورٹ ہوگی، یہی "انجمن قریشیان پنجاب" گوجرانوالہ کی سالانہ روئداد سمجھی جائیگی، ناظرین القریش، ممبران انجمن مطلع رہیں !!

"سوراج" کا راز ،

(مرسلہ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی)

سوراج کے نام سے سرزمین ہند پر سیاسی جد وجہد ہو رہی ہے، اور حصول کامیابی کے لئے مادر ہند کے بہترین فرزندوں کو انتہائی قربانی کی دعوت دیجاتی ہے، لیکن افسوس سوراج کا مجسمہ بے نقاب نہیں کیا جاتا، جن ذہنوں نے سیاست ہند کا یہ نقشہ کھینچا تھا اور جن دماغوں نے یہ لفظ جمہوریت قالب میں ڈھالا تھا، انہوں نے اور ان کے جانشینوں نے اس مرقع راز کو پردہ ہی میں رکھ چھوڑا ہے، حالانکہ ساری قوم کے فوائد کے لئے اس کا انکشاف نہایت ضروری ہے،

ممکن تھا، کہ سوراج کا راز کچھ عرصہ اور پردہ میں رہتا، لیکن شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں نے ہندؤں کے دلی ارادوں کو صاف ظاہر کر دیا، اور اب مسلمانوں کے نام نہاد لیڈروں کا کانگرس کی صدارت کی کرسی پر جلوہ افروز ہونا بھی قوم کو دھوکا میں نہیں ڈال سکتا،

جب ہم نے اس ہندؤں کے ساختہ پرداختہ سوراج کی تصویر کے اندرونی خد وخال پر نظر غائر ڈالی تو ہمارے سامنے اس کا وہ تاریک پہلو بھی آگیا جسکو نہایت چالاکی سے چھپایا جاتا ہے، بیس سال پہلے سوراج ایک غیر مانوس لفظ تھا، لیکن آج کل کانگرس کی خود ساختہ اصطلاح میں

یہ جمہوریت ہند کا مترادف سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس کے لغوی معنی مطلق العنان شخصی حکومت کے ہیں اور یہ لفظ بدترین استبدادی حکومت کے لئے سنسکرت لٹریچر میں استعمال ہوا ہے۔ اس حکومت کے لئے یہ لفظ موضوع ہوا ہے جس کا قانون منو دھرم شاستر ہے اور جس کے مظالم کے شکار کروڑوں آدمی ہند ہزار ہا سال تک رہے ہیں تعجب ہے کہ ہند کے ماہرین سیاسیات نے یہ غیر مانوس مردہ زبان کا لفظ بالکل متضاد مفہوم کے لئے کیوں استعمال کیا ہے۔ ہندوؤں کی ذہنیت کا اندازہ جمہوریت ہند کے لئے سوراج کا نام رکھنے سے بخوبی ہو جاتا ہے اور ہم مسلمانوں کو اپنی غفلت پر رونا آتا ہے، کہ ہم بے سوچے سمجھے ایسی تحریک میں حصہ لے رہے ہیں، جو ہماری تباہی کے لئے زور شور سے کیجا رہی ہے

سوراج کا سودا کچھ نیا نہیں ہے، ہند میں اس کا دور دو سو برس پہلے ہو چکا ہے، سیواجی نے سوراج قائم کیا، اور مسلمانوں کو اس ملک سے نکال باہر کرنا اس راج کا اولین مقصد رکھا سیواجی کے جانشین ساہو کے عہد میں پیشوا بالاجی وشوناتھ نے مغلیہ سلطنت سے سوراج کو باقاعدہ منوالیا، اس وقت جو معاہدہ ہوا تھا اس میں مرہٹہ راج کی جگہ لفظ "سوراج" ہی استعمال ہوا ہے، تفصیلی واقعات کے لئے ملاحظہ ہو،

(۱) امپیریل گزیٹر آف انڈیا جلد دوم باب ۱۲ صفحہ ۱۸۴

(۲) سلیکٹ سیریس مرہٹہ سیریز جلد سوم،

(۳) ہسٹری آف دی مرہٹاز جلد سوم مطبوعہ سنہ ۱۸۲۶ء، مصنفہ جی اگرانٹ ڈف،

(۴) گزیٹر آف بامبے پریسیڈنسی جلد اول حصہ دوم،

(۵) رائز آف دی مرہٹہ پاور مصنفہ رانڈے،

یہ سوراج جو کہ دو سو برس پہلے قائم ہوا تھا، اپنے مقصد میں ایک حد تک کامیاب ہو گیا۔ یعنی اس نے اسلامی سلطنت کو ہندوستان سے مٹا دیا۔ اب ڈر ہے کہ سوراج کا نیا دور کہیں مسلمانوں کی ہستی کو بھی ہند سے نہ مٹا دے، مسلمانوں کو چاہیئے کہ لفظ سوراج کو بمعنی جمہوریہ ہند کے لئے نہ استعمال کریں اور سوراج کو ہندو راج کا مترادف سمجھیں،

وما علینا الا البلاغ (منادی)

جن احباب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، سال آئندہ کا زر چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور کریں، ۔ مینیجر،

سرقہ ہے؟ یا توارد؟

اس عنوان کے تحت "نیرنگِ خیال" جنوری سنہ ۲۶ء میں حضرت ابوالمعانی خلیقی دہلوی کی معنی آفرینی کی داستان قریشی محمد عبداللہ صاحب نے دلنشیں پیرایہ میں نکتہ نواز حضرات کی ضیافتِ طبع کیلئے سپردِ قلم فرمائی۔ البتہ خلیقی صاحب نے مولانا ابوالکلام آزاد کے مضمون "سقوط اور نہ اور ایک وقتیہ فکریہ" کو "ستت" کے رنگین کاغذوں سے منڈھ کر دیدہ فریب بنا دیا۔ اور یہ ان کے متبحر علمی کی بین دلیل ہے، کہ وہ اپنی نرالی بندشوں اور انوکھی ترکیبوں کے سحر سراب آفرین کے اثر سے دوسروں کے مضمون و لعل و حسن کو یکسر مسخ کر کے گوہر ہیں سنگریزے کی چمک پیدا کر دیتے ہیں،
لیکن حضرت سالک نے "انقلاب" کی کسی گذشتہ اشاعت کو بزمِ افکار و حوادث میں جن اہلِ قلم کا ذکر فرمایا ہے، انہوں نے حضرت خلیقی کو بھی نیچا دکھا دیا ہے،

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی

حضرت سالک نے ممدوح سیماب اکبرآبادی اور ساغر سیمابی ہیں، سیماب صاحب سے مجھے واسطہ نہیں، میں ساغر صاحب کی حونے سیمابی کی جھلک جو انکی ہتی مانجگی کی غالباً آئینہ دار ہے اپنے مضمون کو زیادہ روشن کرنے کے لئے ناظرین کو دکھانا چاہتا ہوں، ان سطور کے مطالعہ سے ثابت کرنا مقصود ہے کہ انہیں دوسروں کے مضامین کو اپنا بنانے میں کہاں تک ید طولے حاصل ہے،
میں حضرت سالک کے رقم کردہ واقعہ کا ذکر کہ کس طرح ساغر صاحب نے حضرت امیر مینائی مرحوم کے گلکدہ کے بعض اشعار توارد کے پردہ میں اڑائے اور کس طرح دہلی کے ایک مشاعرہ میں وہ ذلیل ہوئے کرنا نہیں چاہتا، یہاں انکی ایک اور عبارت کا یا دوسرے لفظوں میں ڈاکہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں،
مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نوراللہ مرقدہ کے مضمون "کلوپیٹرا حسینۂ مصر" کو جس دلیری سے ساغر صاحب نے حرف بحرف نقل کر کے اپنے نام سے "خوانِ پارس" پر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے کئی اشاعتوں میں پیش کیا ہے، اس عبارت پر مولانا مرحوم کی روح عالم بالا میں ساغر

صاحب کے ضمیر کا ماتم کر رہی ہے، ساغرؔ صاحب نے گویا "عالمگیر" کے اس نمبر کے ورق جن پر مولانا مرحوم کا یہ مضمون زیب قرطاس تھا، پھاڑ کر ایڈیٹر "پارس" کو اشاعت کے لئے اپنے نام سے بھیج دیئے، اور اگر کوئی ان سے یہ دریافت کرنے کی جرأت کرے، تو غالباً وہ اس سرقہ کو توارد کے دامن میں چھپانے کی بے سود کوشش کریں گے، اگر توارد اسی کا نام ہے کہ کسی مشہور ادیب کا مضمون یا کسی حکیم حیات شاعر کا کلام معجز نظام کسی کتاب سے نقل کر کے حرف بحرف کسی ادبی رسالہ میں شائع کرا دیا جائے، تو اس لحاظ سے القریش کے محترم قلمی معاون حضرت عبدالکریم خان کسیلوی بھی جناب ساغرؔ سے کسی صورت کم نہیں،

اگر اول الذکر نے (ساغرؔ صاحب) مولینا شرر مرحوم کے ادبی جواہر ریزوں پر اپنا تصرف جما لیا ہے، تو موخر الذکر نے بھی مولینا حالیؔ مرحوم (خلد آشیاں) کی شہرہ آفاق نظم "تحفۃ الاخوان" کو جس کے اشعار نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سولہویں اجلاس میں دہلی کے مقام پر سامعین سے علاوہ دو ہزار روپے کے دراشک بھی وصول کئے تھے، اپنی بنانے میں کمی نہیں کی،

اگر سرقہ کسی من مانی تاویل کی رو سے توارد ہو سکتا ہے، تو میں (گو مسلمان ہونے کی وجہ سے تناسخ کا قائل نہیں) ہند کی اسلامی آبادی کو مبارکباد دیتا ہوں، کہ مولانا حالیؔ مرحوم کی روح عبدالکریم خانصاحب کے پیکر میں آگئی ہے اور یہ مسلمانانِ ہند کی خوش قسمتی ہے کہ علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال مدظلہ العالی کے ساتھ مل کر پھر وہی وجہ التعظیم بنی جس کے ساتھ علامہ موصوف کی عقیدت عشق کے درجہ تک پہونچی ہوئی تھی، مردہ قوم کی مسیحائی کریگی، اور دنیائے ہند میں ہر مسلمان رازِ حیات سے واقف ہو جائے گا۔

اگر یہ سرقہ ہے (حقیقی معنوں میں سرقہ ہے، ہر رنگ میں سرقہ ہے، کیونکہ نظم تحفۃ الاخوان کا بند چہارم جو آج سے پورے تیرہ سال پہلے مرعوب رقم کے قلم سے لکھا گیا تھا اس کی پکار پکار کر شہادت دے رہا ہے، تو پھر میں مولانا مرحوم کی روح کو تڑپانے والے یہ سوال کیوں نہ کروں، کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، کیا آپ کے ضمیر نے آپ کو بغیر حوالہ کے یہ نظم شائع کرانے پر ملامت نہ کی۔ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر یہ جسارت کیسی، اور اگر نفی میں ہو تو پھر آپ اپنے لئے کون سے الفاظ پسند کرتے ہیں،

یہ نظم اکتوبر سنہ ۲۶ء کے القریش میں (بعنوان برادران قوم سے خطاب) (غالباً کسی رسالہ سے لی گئی تھی، افسوس ہے کہ حوالہ نہ دیا گیا۔ ایڈیٹر) شائع ہوئی، اور یہ سطور اخیر دسمبر

۱۹۲۷ء میں حوالہ قلم کی جارہی ہیں، اس تاخیر کو جسبہ صرف حوالہ (جس رسالہ سے یہ نظم القریش میں نقل ہوئی اس میں مولانا عبدالکریم خانصاحب کسیلوی ہی کے نام سے شائع ہوئی ہے، ایڈیٹر) کی انتظار بھی اجو دسمبر تک کے پرچے میں نہیں دیا گیا، حالانکہ اس غلطی کی تلافی کے لئے تین ماہ کا عرصہ کافی سے زیادہ تہا، نہ تو عبدالکریم خانصاحب عرف روح حالی نے اور نہ ہی محترم مدیر القریش نے، اس بات کیطرف توجہ کی، اور جہاں مجھے عبدالکریم خانصاحب سے اس عبارت پرسرقہ کی بنا پر شکایت ہے، وہاں حضرت ذوالنون کی اس معاملہ میں دانستہ یا نادانستہ خاموشی بھی میرے لئے موجب حیرت ہے، اور ان کا یہ اخفائے راز القریش کے مقاصد میں ہارج ہونیکا باعث ہوسکتا ہے،

شاکر صدیقی

غزل

(نتیجۂ فکر جناب نواب حیدر یار جنگ بہادر مولوی سید علی حیدر طباطبائی)

کیا کاروانِ ہستی گذرا رَوا رَوی میں
فردا کو میں نے دیکھا گرد و غبارِ دی میں

تھے محو نالہ و گل کس کیف بیخودی میں
زخمِ جگر کے ٹانکے ٹوٹے ہنسی ہنسی میں

یارانِ بزمِ عشرت ڈھونڈوں کہاں میں تم کو
تاروں کی چھاؤں میں یا پچھلی کی چاندنی میں

ہر عقدہ میں جہاں کے پوشیدہ ہے کشاکش
ہر موجِ خندۂ گل پنہاں کلی کلی میں

ہم کس شمار میں تھے پرسش جو ہم سے ہوتی
یہ امتیاز پایا آشوبِ آگہی میں

حکمِ قضا ہو جیسا سرزد ہو فعل ویسا
بندہ کا دخل بھی ہے پھر اس کی بندگی میں

رفتار سایہ کو ہے پست و بلند یکساں
ٹھوکر کبھی نہ کھائی راہِ فروتنی میں

محشر کی آفتوں کا دھڑکا نہیں رہا اب
سو حشر میں نے دیکھے دو دن کی زندگی میں

پرسانِ حال وہ ہو اور سامنے بلا کر
کیا جانئے زباں سے کیا نکلے بیخودی میں

تو ایک ظلِ ہستی پھر کیسی خود پرستی
سایہ کی پرورش ہے دامانِ بیخودی میں

اے نظم چھیڑ کر ہم تجھ کو ہوئے پشیماں
کیا جانتے تھے ظالم رو دیگا دل لگی میں

تنقید و تقریظ

نظام گزٹ

اس نام سے ایک ہفتہ وار اخبار حیدرآباد دکن سے مولوی سید دستار احمد صاحب ایم اے اور مولوی محمد حبیب اللہ صاحب رشدی ایم اے کی ادارت میں دیدہ زیب صورت میں نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا ہے، پہلی جلد کا ساتواں، آٹھواں اور نواں نمبر جو اعلیٰحضرت سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ کی سالگرہ کی تقریب سعید پر "سالگرہ نمبر" کے نام سے شائع ہوا ہے ہمارے سامنے ہے، یہ دس عکسی تصاویر کے ساتھ مزین کیا گیا ہے، کاغذ، طباعت اور کتابت پاکیزہ، مضامین ایک سے ایک اعلیٰ، دلچسپ اور نتیجہ خیز ہیں، منثور مضامین میں مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر کا مضمون بعنوان "یادرفتگاں" اور پروفیسر حسین مرزا صاحب کا "اصول انقلاب"۔ ڈاکٹر ظہیر آفندی صاحب کا "محمد علی پاشا" بہت بلند پایہ کے ہیں، "شذرات" کے عنوان سے واقعات حاضرہ پر نہایت قابلیت سے دلپذیر پیرایہ میں بحث کی گئی ہے، قصائد و محامد منظوم میں نواب حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی لکھنوی نے ذوق دہلوی کے تتبع میں نہایت شاندار قصیدہ لکھا ہے، آپ کی غزل "کیا کاروان ہستی گذرا رواروی میں" بھی نہایت لطیف ہے، مہاراجہ سر کشن پرشاد صاحب شاد یمین السلطنت بہادر کا کلام فصاحت و بلاغت کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے، اور اپنے اندر ایک خاص کشش و تاثر رکھتا ہے، غرض "نظام گزٹ" ایک بہترین اخبار ہے، اور اس کا "سالگرہ نمبر" تاریخی و ادبی گوناگوں دلچسپیوں کا ایک مرقع ہے، تقطیع کلاں، قیمت سالانہ عوام سے لے روپے فی پرچہ ۲/۰ر، "سالگرہ نمبر" حجم ۷۲ صفحات فی پرچہ ۸/ر، منیجر صاحب "نظام گزٹ" چار مینار حیدرآباد، دکن سے طلب کیجئے،

چمن

شعر و ادب کا یہ ماہوار رسالہ کتابی سائز پر چمن لال سلوک، اور محمد افضل خان کی ادارت میں امرت سر سے حال ہی میں شاعری کا سبق اور اصلاح، و نیز علمی و ادبی اور اخلاقی مضامین

اور کہانیاں و دیگر مفید باتیں شائع کرنے کے لئے جاری ہوا ہے، دوسرا نمبر "بسنت نمبر" کے نام سے شائع ہوا ہے، اس میں دو عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں، کتابت و طباعت اچھی ہے، قیمت سالانہ ۱ششماہی ۱۲ار، فی پرچہ ۲ر، منیجر رسالہ "چمن" امرتسر سے منگائیے،

جمیل

یہ تاریخی، اصلاحی اور اقتصادی ماہوار رسالہ وحید احمد مدنی، اور مولوی سید ناصر حسین صاحب کی اڈیٹری میں "الفار بک ڈپو" مظفر نگر سے شائع ہوا ہے، مضامین کے متعلق ہم اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے کارپردازانِ "جمیل" کو مشورہ دیتے ہیں، کہ وہ اپنے مجلہ کا معیار بلند کرنے کی جانب توجہ کریں، کتابت و طباعت نے کاغذ کو بھی بدنما بنا دیا ہے، حجم ۴۰ صفحات سرورق سنہری، تقطیع القریش کے برابر، قیمت سالانہ عہ روپے، نمونہ کا پرچہ ۳ر میں مندرجہ بالا پتہ سے ملیگا،

ترقی

مسلمانوں کو دینی و دنیوی ترقی کی تعلیم دینے کے لئے مفتی شوکت علی صاحب فہمی کی نگرانی اور مولانا سعید ہاشمی کی اڈیٹری میں یہ ماہوار رسالہ فہمی بکڈپو دہلی سے حال ہی میں جاری ہوا ہے، بحالت مجموعی ایک اچھا رسالہ ہے، "دین و دنیا" کا چربہ معلوم ہوتا ہے، مولانا فہمی ایسے قابل اور کہنہ مشق ادیب کی نگرانی امید ہے کہ یہ حسب دلخواہ ترقی کریگا اور مفید ثابت ہوگا، حجم ۴۴ صفحات، تقطیع ۲۰×۲۶/۸، قیمت سالانہ ایک روپیہ، فی پرچہ ۲ر، منیجر رسالہ "ترقی" دہلی سے منگائیے،

تاریخ مکہ معظمہ

یہ ایک کارآمد و مفید ترین کتاب ہے، جسے مکرمی مولانا غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی نے نہایت عرقریزی و دماغ سوزی سے تالیف کیا ہے، ہمارے خیال میں اس وقت تک سلیس اردو میں مکہ معظمہ کی کوئی تاریخ موجود نہ تھی اس لحاظ سے مولانا نامی قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس کمی کو پورا کر دیا، اس کتاب پر ایک مبسوط ریویو لکھنے کی ضرورت ہے، مگر افسوس

ہے کہ آج نہ اتنی فرصت ہے اور نہ اس اشاعت میں اس قدر گنجائش، فلہذا ناظرین القریش کی واقفیت کے لئے ہم اس کے چند مضامین کے عنوان درج کئے دیتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں کہ اس مفید ترین تاریخی کتاب کا ضرور ملاحظہ کریں اور اپنے کتب خانہ میں اسے ضرور رکھیں،

(۱) مکہ و کعبہ کی خصوصیات اور تعریف قرآن و حدیث سے اور تاریخ بنا مع دیگر مفصل حالات، (۲) شجرۂ انبیاء و حضرت ابراہیم و اسمعیلؑ کی مکی زندگی کا حال، (۳) قریش کی سیادت (۴) عمرہ، طواف، اور مناسک حج کا مفصل بیان، (۵) ترکوں کے عہد میں حج کا نظارہ (۶) خدا کے گھر سے محبوب خدا کے گھر کی طرف عشاق کی روانگی کی کیفیت، مولانا جامی کی زبان سے بمعہ ترجمہ (۷) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام کی مکی زندگی، کفار کی ایذا رسانی پر صبر و ضبط (۸) حضرت بلال کے عشق محمدی کا ذکر مولانا روم کے پر تاثیر کلام سے معہ ترجمہ، (۹) حضورؐ کی ولادت عالیہ وغیرہ، جسمانی معراج کے دلائل "ارکان مکہ کے دس تابندہ گوہروں کا ذکر، وغیرہ!

سرورق پر سبز رنگ کا فوٹو مکہ معظمہ، حجم علاوہ سرورق ۲۲۴ صفحات، کاغذ چکنا سفید کتابت و طباعت دیدہ زیب، قیمت فی جلد ایک روپیہ ایسی اچھی اور اتنی ضخیم کتاب کے لئے بہت کم، چند کاپیاں ناظم صاحب دفتر "القریش" میں بھیجی ہیں، منگا لیجئے،

قواعد و ضوابط بھوپندرا طبیہ کالج پٹیالہ

طب یونانی کی یہ ہستی تعلیمگاہ حکیم دلبر حسن خانصاحب بھٹی کی کوشش سے جاری ہوئی اب اسے ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر پٹیالہ کی سرپرستی کا فخر حاصل ہو چکا ہے، گورنمنٹ پنجاب نے اسے باقاعدہ تسلیم کر لیا ہے، اس کے قواعد و ضوابط (جو بغرض ریویو ہمیں موصول ہوئے ہیں) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر صیغہ معقول انتظام کے ساتھ قائم کیا گیا ہے، اور تعلیمی کورس غور و پرداخت کے بعد تجویز کیا گیا ہے، طالبان علم طب بھوپندرا کالج کی طرف متوجہ ہوں، قواعد و ضوابط جو مہتمم کالج مذکور سے مل سکتے ہیں، منگا کر معلومات نصاب وغیرہ حاصل کریں،

القریش کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا ایک اہم قومی خدمت ہے

مینجر،

ایجاد و اختراعات

شعاعِ موت

سائنس نے جہاں مفید ایجادات سے دنیا کو اعلیٰ معراج پر پہونچایا ہے، وہاں ہلاکت انگیز اختراعات سے دنیا کی تباہی کا سامان بھی کر دیا ہے، بڑے بڑے ڈنڈ نائٹ، تارپیڈو، زہریلی گیس، بم وغیرہ تو پہلے موجود تھیں لیکن حال ہی میں ایک ایجاد کی گئی ہے جس سے کوئی چیز یا انسانی جان ایک لمحہ میں تباہ کی جا سکتی ہے، اس کا نام "شعاعِ موت" رکھا گیا ہے، وہ ۲۰ میل کی دوری تک کسی بیجان چیز یا جاندار اجسام کو تباہ کر سکتی ہے، اور دو انچ موٹی لوہے کی چادر کے اندر ایک میل کے فاصلہ سے داخل ہو سکیگی،

اس شعاع کے موجد مسٹر سکاٹ ہیں، جن کی لیبریٹری سان فرانسسکو میں ہے، وہ کہتے ہیں، کہ ان کی شعاعِ موت نے ۸ میل کے فاصلہ پر جانوروں کو ہلاک کر دیا ہے، ایک میل کے فاصلہ سے درختوں میں آگ پیدا کر دی ہے، بلند میناروں اور مکانوں کو منہدم کر دیا ہے،

ہم موجد کو اس ایجاد کے لئے قابل مبارکباد نہیں سمجھتے، کیونکہ انکی "شعاعِ موت" ہلاکت و تباہی کے سوا کوئی مفید کام انجام نہیں دے سکتی،

کپڑا جس پر آگ اثر نہیں کر سکتی،

ایک امریکن موجد نے خاص قسم کا کپڑا ایجاد کیا ہے، جس پر آگ کچھ اثر نہیں کر سکتی، اگر گھر میں آگ بجھانے والے اس کپڑے کا لباس پہنکر بلا خطرہ سخت سے سخت آتشزدگیوں میں اس کو فرو کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس قسم کے کپڑے کی ٹوپی بھی ہوتی ہے، جو منہ اور آنکھوں کو اچھی طرح محفوظ رکھتی ہے،

مہذب دنیا نے پارچات پوشیدنی و آرائشی کی ضرورت سے بے نیاز ہو کر ایسے پارچات ایجاد کرنے ہیں، لیکن ہم اپنا تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا بنانا بھی بھول گئے ہیں،

ببیں تفاوت رہ از کجا تا بہ کجا

ضرورت کا شدید تقاضہ ہے کہ ہندوستانی ان امور پر کچھ غور کریں،

متفرقات

(اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے لنڈن میں ایک عالی شان مسجد تیار کرنے کے لئے لارڈ ہیڈ لے فاروق کو ۱۵ لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ دیا ہے، لارڈ موصوف چاہتے ہیں کہ ۱۵ لاکھ کے صرف سے لنڈن میں ایک مسجد تیار کیجائے اور اسے "نظام مسجد" کے نام سے موسوم کیا جائے،

اعلحضرت ممدوح الشان نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی مسجد کے لئے بھی ۲۵ ہزار روپے کی گران بہا امداد فرمائی ہے،

آپ کی فیاضیاں اطراف و اکناف عالم پر پھیلی ہوئی ہیں، خدائے برتر و کبیر آپکو سلامت و باکرامت رکھے، آمین،

ڈیلی میل کا نامہ نگار مقیم برسلز لکھتا ہے، کہ اعلحضرت شہریار افغانستان جمعہ کی صبح کو اپنے ہاتھ سے داڑھی مونڈھ رہے تھے کہ اچانک استرہ حلق پر لگ گیا جس سے شدید زخم آیا، شام کی ضیافت کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی، اٹھاکر چارپائی پر لے گئے، شاہی ڈاکٹر کی امداد کیلئے بلجیم کے ایک ڈاکٹر کو طلب کیا گیا، سوئزرلینڈ کو روانہ ہوتے وقت آپکے حلق پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور اب صحت ہے، خدا آپ کو اپنے حفظ امن میں رکھے اور بخیریت تمام واپس لائے، آمین،

مختلف خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ سائمن کمیشن کی آمد پر ہندوستان میں مکمل ہڑتال نہیں ہوئی کئی مقامات پر ۳ فروری کو ہڑتال کی بجائے خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کمیشن کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا، بالعموم مسلمانوں نے ہڑتال کی مخالفت میں اپنی دوکانیں آراستہ کیں،

کمیشن کا مقاطعہ فی الحقیقت ایک بیہودہ حرکت ہے، اپنے مطالبات جائز و مناسب طریق پر پیش کرکے اپنی مساعی کا ثمر لینے کا موقع شورش پسند لوگ خواہ مخواہ اپنے ہاتھ سے دیکر ملک کو غلامی کی مضبوط زنجیروں میں جکڑ رہے ہیں، مقاطعہ ہو نہ ہو کمیشن ہر حالت میں اپنا کام کریگا۔ اور رپورٹ پیش کریگا۔ ہمیں کوئی ایسی طاقت نظر نہیں آتی جو اسے اپنے کام سے مانع رکھ سکتی ہو، اگر اسی طرح سے

تو پھر ان حرکات سے فائدہ ؟

ہندو مسلم سمجھوتے اور اقلیتوں کے حقوق پر مباحثہ کے لئے آل پارٹیز کانفرنس دہلی میں ہو رہی ہے پانچ پانچ گھنٹہ روزانہ بحث کے باوجود ہنوز کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ مخلوط و جداگانہ نیابت اور علیحدگی پر بڑے زور سے اظہار خیالات ہو رہا ہے ،

خبر ہے کہ سر آغا خان نے انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ، دکن کو دس ہزار روپیہ کا عطیہ دیا ہے اجزاک اللہ فی الدارین خیرا ،

"قصاب" اور "مراسی" برادریوں کا دعویٰ قریشیت اب ایک کھلی ہوئی بات ہے ، اس پر کسی تفصیلی تذکرہ کی ضرورت باقی نہیں رہی ، انہوں نے "جمعیۃ القریش" کے نام سے اپنے اپنے قومی مرکز اطراف واکناف ہند میں قائم کر دیئے ہیں اور اپنے مقاصد کی انجام دہی کے لئے اس قدر جد وجہد اور سعی وکوشش جاری ہے کہ کوئی کیا کرے گا ،

ہمنے مختلف صوبوں میں بارہا ان مدعیان قریش سے ان کے اس دعویٰ کا ثبوت طلب کیا۔ دلائل و براہین سے ثابت کیا کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں کسی طرح حق بجانب نہیں ، لیکن وہ ان باتوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور ایک راستہ پر پا برکاب بڑھے جا رہے ہیں ،

لیکن قریش اور صحیح النسب قریش کی یہ حالت ہے ، کہ الامان والحفیظ ، وہ خواب نوشیں سے ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھ کھولنا پسند نہیں کرتے اور نہیں دیکھتے کہ زمانہ کیا کر رہا ہے ، اقوام عالم کس تگ و دو میں مصروف ہیں ، گھر لٹ رہا ہے ، نسب خطرہ میں ہے ، مگر

کچھ ایسے سوئے ہیں سونیوالے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے ،

کاش کچھ تو احساس زیاں ہوتا ، ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں اور اب پھر بتاتے ہیں ، کہ کل "قدیم و جدید" قریش کا مسئلہ تمہیں حیران کردیگا ، تمہاری اصلیت اور نسبی شرافت صفحہ عالم سے حرف غلط کیطرح مٹ جائیگی ، فلہذا

وقت کا شدید تقاضہ یہ ہے ، کہ آپ اپنے حقوق اور تحفظ نسب کے لئے غفلت سے سر اٹھائیں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنی ضروریات پر غور کریں ، متفقہ و متحدہ مساعی سے کام لیکر عظمتِ رفتہ حاصل کریں

اور اپنی کمزوریوں کا کما حقہ علاج کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف عمل ہوں،

یہ غفلتیں مبادا کچھ روز بد دکھائیں
دھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں

ہم قریشی برادران ضلع جالندھر، ریاست کپورتھلہ کی قومی حمیت سے متوقع ہیں، کہ وہ "انجمن قریشیان پنجاب" (گوجرانوالہ) کے افتتاحی اجلاس کو دعوت دینے میں سبقت کرتے ہوئے قوم ظلمکدہ گمنامی سے نکالنے کی سعادت حاصل کریںگے،

کیا برادران منٹھ، جالندھر اور حکیم بشیر احمد صاحب کپورتھلوی توجہ دینگے ؟

اپنی علالت اور گھر یا کی تکلیف کی وجہ سے ابکے بھی "القریش" کی ترتیب میں میں توجہ نہیں دے سکا، اس لئے یہ اشاعت بھی معمولی دلچسپیوں اور خوبیوں سے معرا ہے، کتابت بھی عمدہ نہ ہو سکی یہ سب قصے کمی اشاعت کے ہیں، ناظرین فضل و کرم کی دعا کریں، والسلام،

نیازمند، رونق

الله اکبر

بابعین

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

سادات قریش کا قومی اصلاحی اور تاریخی واحد ماہوار

رسالہ

القریش

الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

جلد نمبر

جسے

بفرمان عالی نشان اعلیحضرت سلطان العلوم تاجدار دکن

ادام الله اقباله واجلاله

مدارس محروسہ سرکار عالی کے لئے خرید فرمائے جانیکا فخر حاصل ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قریشی محمد علی رونق صدیقی ایڈیٹر پرنٹر پبلیشر نے روز بازار اسٹیم پریس امرتسر میں اپنے اہتمام سے چھپواکر شائع کیا

فہرست مضامین

جلد ۱۴ — القریش امرتسر بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء — نمبر ۳-۴

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	القریش نظام نمبر کے متعلق نظام گزٹ کی رائے	"نظام گزٹ"	۳
۲	کلام الملوک ملوک الکلام	سلطان العلوم اعلیحضرت تاجدار دکن	۴
۳	شذرات	ایڈیٹر	۵
۴	زلیخائے حج	ادارۂ انقلاب	۶
۵	سب قافلہ پہونچا منزل پر	جناب مرزا فدا علی صاحب خنجر	۹
۶	کرابت قرابت	جناب قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل	۱۰
۷	تاریخ شاہان اسلام کا ایک ورق	جناب منشی ابو لطیف صاحب	۱۳
۸	شادی خانہ بربادی	جناب قمر بدایونی	۱۶
۹	خواتین عرب کے اوصاف خصوصی	جناب مولانا عبدالرزاق صاحب بھوپالی	۱۷
۱۰	دنیا کے ملکوں کا مرقع	حضرت جوش ملیح آبادی	۱۹
۱۱	ماں نہ ماں مہمان	جناب ملا رموزی صاحب	۲۱
۱۲	پیغام	جناب مرزا کشفی شاہ صاحب نظامی	۲۴
۱۳	قصیدہ	جناب مولانا نامی کوہ سوار نظامی	۲۵
۱۴	انگریز کیوں عروج پر ہیں	جناب مولوی اکبر شاہ خانصاحب	۲۶
۱۵	خودکشی	نابغہ پنہاں، علیگڈہ میگزین	۳۰
۱۶	اعلیحضرت آصفجاہ سابع	حمائت اسلام	۳۱
۱۷	دولت آصفیہ کے خلاف شرارتیں	انقلاب	۳۲
۱۸	آگرہ کانفرنس	جناب محمد عمر صاحب نعمانی / جناب ڈاکٹر محمود عالم صاحب الہ آبادی	۳۶
۱۹	انتقال پر ملال	ایڈیٹر	۴۰
۲۰	مراسلت	جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۴۱
۲۱	انجمن قریشیان پنجاب	سکرٹری صاحب انجمن قریشیان پنجاب	۴۲
۲۲	متفرقات	ایڈیٹر	۴۴
۲	کوائف دکن	ایڈیٹر	۴۸

قلمی معاونین اس بات کا خاص خیال رکھیں، کہ مضمون صاف اور خوش خط ہو، اور کاغذ کی ایک ہی جانب لکھا جائے،

"القریش نظام نمبر"

کےمتعلق

"نظام گزٹ" کی رائے

"مدیر القریش نے وہ کام کیا ہے جو ہمیں کرنا چاہئے تھا"

حیدرآباد فرخندہ بنیاد کا موقر جریدہ "نظام گزٹ" القریش نظام نمبر کےمتعلق جن الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے، ناظرین القریش کی واقفیت کے لئے وہ درج ذیل کئے جاتے ہیں، وھوہذا

القریش نظام نمبر

"رسالہ القریش دن بدن ترقی کر رہا ہے، اس کے لائق مدیر نے "نظام نمبر" کے نام سے ایک مخصوص نمبر نکالا ہے جس میں اعلیحضرت حضور پرنور خسرو دکن کے خاندانی حالات اور قیام سلطنت کے متعلق جملہ ضروری باتیں درج کی ہیں، منشی محمد علی صاحب رونق نے نظام نمبر نکال کر وہ کام کیا ہے، جو ہم لوگوں کو کرنا چاہئے تھا، ہم منشی صاحب کو اس قابل داد کام پر مبارکباد دیتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں، کہ منشی صاحب کی عقیدت اس سلطنت کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے۔"

"نظام گزٹ"

۲۳- جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

کلام الملوک ملک الکلام

سلطان العلوم اعلحضرت تاجدار دکن کا نعتیہ کلام

عشقے بدلم ہست ز سردار مدینہ — یارب سر من کن بہ سرکار مدینہ

چوں مسکن آں مطلع انوار خدا ہست — نوریست عیاں از در و دیوار مدینہ

یک نفحہ عنبر مدد با غم ہجراں زدود — اے باد صبا زاں گل بیخار مدینہ

اے شیخ ترا جنت فردوس مبارک — باشم من شوریدہ و گلزار مدینہ

از بہر خریداری رحمت ملک آمند — یا ساختہ از سر سودے بازار مدینہ

اے ساقی کوثر ز فیوض تو بخواہد — ایں تشنہ دہن شربت دیدار مدینہ

از عرش بہ ہر شام و سحر بہر زیارت — افواج ملائک شدہ حضار مدینہ

عمریست کہ مستم بدل و جاں من شیدا — جویندہ و مشتاق و طلبگار مدینہ

باشد چہ فلک عرش برین نیست مثالش — اے صلی علی رفعت انوار مدینہ

ہر خاک نشیں تخت نشین است در آنجا — چتر است بہ سر سایہ اشجار مدینہ

از لطف عمیم شہ لولاک عجب نیست

عثماں برسی گر تو بہ دربار مدینہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش

امرتسر

اپریل ۱۹۲۸ء جلد ۱۴ نمبر ۳

شذرات

آگرہ کانفرنس" اور قریشیان پنجاب"

روز نامہ "زمیندار" میں جناب محمد عمر صاحب نعمانی اور ڈاکٹر محمد عالم صاحب دندان ساز کے دو مراسلے دکسی دوسری جگہ درج کردئے گئے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ اہل خانہ اگر گھر کی حفاظت میں عمداً غفلت اور سہل سے کام لیں تو سامان کے لٹ جانے کا گلہ کیوں ہو؟ منتشر اوراق کے ضائع جانے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے "آگرہ کانفرنس" یا "جمعیتہ القریش ہند" واقعی مراسیوں کی ایک جماعت کا ڈھونگ ہے اور محض عوام میں اثر پیدا کرنے اور حسبی وکسبی روایات مٹانے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے، ورنہ انہیں "قریش" سے کوئی نسبت نہیں، بلکہ انکا دعوے قریشیت بھی "قریش" کی صریح توہین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار قوم کی انتہائی ہتک ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ فرزندانِ قریش نے اپنی قومیت کے بقا و احیا کے لئے کیا کام کیا؟ قریش کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کرنے کے لئے کیا کیا عملی خدمات انجام دیں، اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر پریشانی کیسی؟

یہ سب کام اپنے بگاڑے ہوئے ہیں

الغرض امرتسر میں بارہا قوم کی پسماندگی کا رونا رویا گیا "انجمن قریشیان پنجاب" نے ہرممکن طریق سے برادران قریش کو اتحاد و یگانگت اور محبت و مروت کی سٹیج پر لانے کی کوشش کیں، لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور کوئی ٹس سے مس نہ ہوا، ع

کچھ ایسے سوئے ہیں سونیوالے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے،

اب اگر ہر اسی آپ کو روندنا چاہتے ہیں، تو صبر سے برداشت کیجئے، لحم فروشان کی بیداری سے آپ کا نسب خطرہ میں ہے تو ہو، خود کردہ را علاج نیست، اپنی غفلت و بے پرواہی کا نتیجہ ہے، آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا،

فرزندانِ قریش کو حفظ ناموس کا کچھ بھی خیال ہوتا تو یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا، کاش! ہمیں زمانہ کی روش اور اقوام عالم کی جد وجہد پر نظر ڈالنے کے لئے دیدۂ بینا نصیب ہوتا، اگر آپ کے دل میں قوم کی سچی محبت اور حقیقی تڑپ موجود ہے تو اب بھی کچھ نہیں گیا، آپ اپنے حقوق اور نسب کی حفاظت کرتے ہوئے دشمنان قریش کو نیچا دکھا کر عظمت رفتہ حاصل کر سکتے ہیں،

مشکلے نیست کہ آساں نشود

"انجمن قریشیان پنجاب" کے ممبر بنیں اور اپنے اعزہ و اقارب کو انجمن کے کاموں میں دلچسپی لینے کی ترغیب دیں، مناسب اور موزوں وقت میں کسی ایسے مقام پر اپنا عام اجلاس منعقد کریں، جہاں قریشیوں کی آبادی کثرت سے ہو، اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے ساعی جمیلہ سے کام لیں، حتی کہ منزل مقصود کو پالیں ورنہ یاد رہے کہ مستقبل قریب میں قدیم و جدید قریش کی کوئی تمیز نہ رہیگی اور قومیت فنا ہو جائیگی، ٥

یہ غفلتیں مبادا کچھ روز بد دکھائیں   دھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ بنت جائیں

حضور نظام اور ہندو اخبارات

ہندو اخبارات رقابت مذہبی اور تعصب ملی کیوجہ سے اسلامی ریاستوں کے خلاف بے بنیاد واقعات کی بناء پر ہمیشہ زہر اگلتے رہتے ہیں "ریاست" دہلی کا وطیرہ اس نہج میں سخت افسوسناک ہے، ۱۴ اپریل کی اشاعت میں "ریاست" نے حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے خلاف سخت گمراہ کن نوٹ لکھے ہیں، اسی طرح ۱۸ اپریل کے ملاپ نے ریاست بہاولپور اور قلمرو دکن کے خلاف زہر اگلا ہے، مدعیان اتحاد اور طالبان سوراج کی یہ شرارتیں ملکی مفاد کیلئے کس قدر مضر ہیں، ہم اس پر آئندہ کچھ تفصیل کیساتھ لکھیں گے،

فریضۂ حج

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ

مسلمانانِ عالم کے اس اجتماعِ عظیم میں بہت ہی کم مدت باقی رہ گئی ہے، جو ہر سال احکام ایزدی کے مطابق اسلام کے مولد و ماویٰ یعنی حرم پاک میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت قربانی کو تازہ کرنے کے لئے منعقد ہوتا ہے اور جو پرستارانِ خدائے واحد کے درمیان اخوت و یگانگی اور محبت و مودت کے رشتے مضبوط و مستحکم رکھنے کا سب سے بڑا وسیلہ اور سب سے بڑا ذریعہ ہے، ہر مستطیع مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ عمر بھر میں ایک مرتبہ ضرور اس اجتماعِ ملی میں شریک ہو، جس میں ملتِ حنیفہ کے تمام ذی حیثیت افراد ایک معین وقت میں اور معین وضع کا لباس پہنکر اس ذات برتر کی تحمید و تقدیس کرتے ہیں، جس نے انہیں ہدایت و رہنمائی عالم کے منصب جلیل و عظیم سے شرف برگزیدگی بخشی، حج عالمگیر اتحادِ اسلامی کا سب سے بڑا ذریعہ تھا، اس کے حقائق و معارف پر جتنا غور کیا جائے اس کی اہمیت کا احساس بڑھتا جاتا ہے، ایک سچے مسلمان کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ حج کو اپنے اللہ کا حکم سمجھ کر ادا کرے، اور اس بات پر مطمئن ہو جائے کہ وہ مسلم ہے، خدائے برتر کے روبرو سرخمیدہ ہے، مگر متمرد اور سرکش نہیں، لیکن جو لوگ ہر انسٹی ٹیوشن اور ہر نظام کی حقیقی حیثیت پر ناقدانہ نظر ڈال کر ہی اس کی اچھائیوں یا برائیوں کے قائل ہو سکتے ہیں، ان کے لئے بھی اسلام کے اس اہم دینی و ملی انسٹی ٹیوشن کی عظمت کے اقرار و اعتراف کے سوا چارہ نہیں، ملی اجتماع کی ضرورت کسی تشریح کی محتاج نہیں، لیکن دیکھئے اسلام نے حج کے اجتماع میں کیسی شان پیدا کی ہے، اس بزرگ نبی کی زندگی کے بعض نہایت اہم اور عظیم الشان واقعات کی یاد کو حج کا جزو بنا دیا ہے، جو اس کائنات میں ہدایت انسانی کا اتنا عظیم الشان سرچشمہ تھا، کہ اس کے بعد تمام ہادی اس کے صلب سے پیدا ہوئے اور اس کے پیغام کی بنیادوں پر نبوت کی ساری عمارتیں کھڑی ہوئیں اور وہ واقعات بجائے خود فردوں قوموں اور ملتوں کی زندگی کے مبانی میں سے ہیں پھر اسی مقام کو اس اجتماع کے لئے مقرر کیا۔ جہاں یہ واقعات پیش آئے تاکہ ان کی یاد زیادہ

موثر و دلنشیں حیثیت اختیار کرے، اس کے بعد اس حقیقت پر نظر ڈالیئے، کہ سرزمین حجاز اجتماع اسلام کا ارضی مرکز ہے، وہیں دین حنیف کی دعوت کا ظہور ہوا، وہیں خدا کے اس آخری پیغام نے تکمیل و اتمام کے آخری مراحل طے کئے۔ اسی سرزمین کے ساتھ حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری حیات طیبہ کے رشتے وابستہ ہیں، وہیں حضورؐ تشریف فرمائے عالم وجود ہوئے، وہیں حضورؐ کو ہدایت عالم و عالمیان کا منصب سپرد ہوا، وہیں حضورؐ نے دعوت حق کے لئے اس کائنات کی انتہائی تکلیفیں اور شقتیں برداشت کیں اور اسی سرزمین میں فتح حق کا آخری ظہور ہوا، تباؤ کیا پیروانِ دین قیم کے سالانہ ملی اجتماع کے لئے اس سے بہتر یادگاروں اور اس سے بہتر ماحول کی کوئی سرزمین ہوسکتی تھی؟ لیکن آہ! مسلمانوں نے اپنے اہم نظام ہائے ملی و دینی کی طرح نظام حج کی نہ محض حقیقت و روح ہی سے بلکہ بہت بڑی وضع و صورت سے بھی بے پروائی اختیار کر لی، ہندوستان ہی کو لیجئے یہاں سات کروڑ فرزندانِ توحید آباد ہیں اور گذشتہ سال یہاں سے حج کے لئے زیادہ سے زیادہ پینتیس ہزار مسلمان گئے۔ عام بیانات سے واضح ہوتا ہے، کہ اتنے لوگ مدت سے نہیں گئے، یا شاید کبھی بھی نہیں گئے، پھر ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا سات کروڑ مسلمانوں میں سے گذشتہ سال صرف پینتیس ہزار ہی من استطاع الیہ سبیلا کے حلقے میں آتے تھے، اور باقی تمام اہل استطاعت یہ فریضہ ادا کر چکے تھے؟ اس کا جواب نفی میں ہے یقیناً نفی میں ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں ارباب دولت موجود ہیں جن میں سے ہر شخص بسہولت تمام بدرجہ اقل ساڑھے چھ سو روپے کی رقم صرف کرنے پر قادر ہے اور یہ مصارف حج کی اقل رقم ہے، مگر عام تجیبی اسلام کے فرائض و اجبات سے بے پروائی اور اللہ تعالے کے مقرر کئے ہوئے ضوابط تمام ملت سے بے توجہی کے باعث یہ مستطیع بلکہ ذی حیثیت مسلمان سالانہ اجتماع ملی میں شرکت کا فریضہ اب تک ادا نہیں کر سکے، حالانکہ اگر دلوں میں اسلام کی سچی تڑپ ہوتی یا بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پاک اور اسوۂ حسنہ کے ساتھ محبت کا حقیقی جذبہ موجود ہوتا، تو تمام ارباب استطاعت حسب احکام شریعت فریضہ حج سے سبکدوش ہو چکنے کے بعد بھی اس اجتماع ملی کی سالانہ شرکت سے باز نہ رہ سکتے، بلکہ ہر سال یا بدرجہ آخر ہر تیسرے سال حجاز جانے اور اس کی مقدس فضا میں چند دن گزارنے کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے،

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں اسلامیت کی روح سب سے زیادہ ہے، اگر یہ صحیح ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ روح ان کے اعمال میں نظر نہیں آتی؟ سات کروڑ کی آبادی میں سے

ہر سال کم از کم دو تین لاکھ آدمی تو حج کے لئے جانے چاہئیں، عام اجتماعات میں مختلف جماعتیں اپنے تناسب کی بنا پر نمائندگی مانگا کرتی ہیں اور ان کے تناسب میں کوئی کمی واقع ہو تو بگڑتی اور پریشان ہوتی ہیں، مگر یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی جماعت یعنی مسلمانانِ ہند حج کے اجتماع ملی میں اپنی حیثیت کے مطابق شرکت و نمائندگی کا کوئی خیال نہیں کرتے،

سب قافلہ پہنچا منزل پر
اک
تم ہی اکیلے چھوٹ گئے

دنیا میں تعلق دم کا ہے، جب تارِ نفس کے ٹوٹ گئے
پھر کون کسی کا ہوتا ہے، تھے جتنے ساتھی چھوٹ گئے

آنکھوں سے مسلسل اشک ہیں جاری دل میں خلش سی ہوتی ہے
جو آس تھے سینے میں پنہاں وہ آج یقیناً چھوٹ گئے

جو آرزوئیں ہمراہ گئیں، پوچھو نہ انہیں اک دفتر ہے
دو دن کو چمن میں آئی تھے تھوڑی سی بہاریں لوٹ گئے

بالیں سے اٹھے وہ گھبرا کر اک ہچکی میں ہم ختم ہوئے
شیشے سے سوا نازک ٹھہری اک ٹھیس لگی اور ٹوٹ گئے

وہ صور پھنکا وہ حشر ہوا قبروں سے اٹھے سونے والے
مدت سے جو تھے محبوسِ نفس وہ سارے قیدی چھوٹ گئے

کیا پوچھتے ہو اپنی حالت احوال نہایت ابتر ہے
کچھ زخمِ کہن ناسور بنے کچھ دل کے چھالے پھوٹ گئے

احباب کے نام سے سب کچھ تھا جب وہ نہ رہے تو کچھ نہ رہا
مرغوبِ طبیعت جو جو تھے وہ شغل ہمارے چھوٹ گئے

کچھ بن نہ اٹھے مرنے والے، اس نقلِ عبث سے کیا حاصل؟
کچھ سوگ نشیں آ کر سرِ میت اپنا سینہ کوٹ گئے

سوئے تھے جو غافل ہو کر یہ اس کی سزا ہے اے خنجر
سب قافلہ پہنچا منزل پر اک تم ہی اکیلے چھوٹ گئے

مرزا افضل علی خنجر

کرامتِ قرابت

اگرچہ ہر آدمی کے رشتہ داران بوجہ تعلق صہریت وغیرہ بکثرت ہوسکتے ہیں، مگر اسلامی شریعت غرا نے محض صلبی رشتہ داروں ہی کو قرابت کا درجہ دیا ہے اور یہ درجہ بھی زیادہ سے زیادہ داداکے دادا کی اولاد تک وسعت پذیر ہے ورنہ صلبی لحاظ ہی سے اولاد آدم سب کی سب قرابت میں داخل ہوسکتی ہے، اور کوئی امتیاز ما دستہما میں باقی نہیں رہ سکتا، غالباً اسی خیال ہی نے مراسیوں اور قصابوں کو بھی اندنوں مجبور کیا کہ وہ قرشیت کے دعویدار ہوں جیسا کہ قرشیانِ ہند کے مایۂ ناز ماہوار رسالہ القریش امرتسر کے کالموں سے ظاہر ہو رہا ہے، رہا یہ امر کہ ان کا یہ خیال کہاں تک درست ہے، سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہر کس بخیال خویش خبطے دارد، اس صلبی قرابت اولاد آدم ہونیکی جہت سے سب چوہڑے چمار یکساں بہرہ اندوز ہیں وہ ہرگز صحیح النسب قریشیوں کے مقابلہ میں عہدہ برآ نہیں ہوسکتے اور نہ ہی اس میں ہمارے قریشی بھائیوں کی کچھ تحقیر ہی ہوسکتی ہے، کیونکہ چاند پر تھوکنے سے تھوکنے والے ہی کے منہ پر گرنے کا امکان ہوتا ہے نہ کہ چاند پر

گر فزود تر نشست عنا قانی | نہ ترا فخر نے مرا ادبست
قل ہو اللہ کہ وصفِ خالقِ ماست | زیر تبت یدا ابی لہب است

اس صلبی قرابتِ داداکے دادا کی اولاد اور تعلقات صہریت کے علاوہ لڑکے اور لڑکیان کی بیاہ شادیوں سے جو رشتہ داران بہم پہونچتے ہیں، وہ بھی قریبی رشتہ داروں ہی کی جماعت میں شمار ہوتے ہیں، مگر صلبی او غیر صلبی رشتہ داروں کے اندر جو وجہ مابہ الامتیاز ہے، وہ اظہر من الشمس ہے کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں،

صلبی قرابتداران کو شرع اسلام نے ذوی الفروض، ذوی الاعصاب، ذوی الارحام کے تین مدارج میں بیان کیا ہے، یہہ وہ جدی رشتہ داران ہیں، کہ جن کے ساتھ کم و بیش جائداد واملاک کے اشتراک کا تعلق ضرور ہوتا ہے، جو داداکے دادا کی اولاد تک عموماً اثر پذیر ہوتا ہے اس کے اوپر غالباً یہ اثر معدوم ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انگریزی مروجہ قانون نے بھی اس کی وسعت کو داداکے دادا کی اولاد تک ہی ملحوظ رکھا ہے، اس سے اوپر شاذ و نادر ہی ایسے اشتراک کا اثر توریث

کے بارہ میں موثر ہے، بالفرض اگر ہے بھی تو النادر کالمعدوم کے نیچے دبا ہوا ہے،

چونکہ طبائع انسانی فطرتاً مختلف واقع ہوئی ہیں اور غالب مغلوب بھی ہیں، اس واسطے سب کے سب صلبی رشتہ داران بپابندی ہوا و ہوس انصاف پسند اور حق شناس نہیں ہوتے ہیں، ایک شریک غالب الطبع دوسرے شریک مغلوب الطبع کی جائداد و املاک کو غاصبانہ پہلو سے حق ناشناسی کے تحت بپابندی ہوا و ہوس خورد برد کرنا چاہتا ہے، جس واسطے ان کے اندر بغض وعناد کا بیج پڑنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ نشو و نما پاتے پاتے کسی زمانہ میں جاکر ایک تومند درخت بنجاتا ہے، جس کی جڑیں اندر ہی اندر دور دور تک پھیلکر اس قدر مستحکم ہو جاتی ہیں کہ انہیں بشری قوت آسانی سے اکھاڑ نہیں سکتی، کیونکہ ان کے اپنے اپنے رشتہ داران بھی ہر ایک کی پشت پر ہوتے ہیں، رفتہ رفتہ ہمیشہ کے لئے ان کے اندر ایک مستقل دھڑا بندی مہیا ہو جاتی ہے اور الاقارب عقارب کی مثل صادق آجاتی ہے، تب اغیار لوگ ان اقرباء سے بدرجہا بہتر معلوم ہونے لگ جاتے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ بکشادہ پیشانی ملتے رہتے ہیں، کوئی مابہ النزاع مانع امر ان کی ملاقات میں حارج نہیں ہوتا، پس ان اغیار سے کھلم کھلا میل جول ہو جاتا ہے اور اقرباء سے ایسا ہی قطع تعلق، جس سے شریعت غرا نے کراہیت کی نظر سے دیکھتے ہوئے منع فرمایا ہے وہو ہذا، فی المشکوۃ المصابیح، خلق الخلق فلما فرغ منہ قامت الرحم فاخذت بحقوی الرحمٰن فقال مہ قالت ہذا مقام العائذ بک من القطیعۃ قال الا ترضین ان اصل من وصلک و اقطع من قطعک قالت بلی یا رب قال فذاک ۱۲

دیگر، مامن ذنب احری ان یعجل اللہ لصاحبہ العقوبۃ فی الدنیا مع مایوخر لہ فی الاخرۃ من البغی و قطیعۃ الرحم لا تنزل الرحمۃ علی قوم فیہم قاطع الرحم

یعنے، بغاوت اور قطع قرابت کے جرائم ایک ایسے جرم ہیں کہ جن کے مرتکبان سے ہمیشہ رحمت الہیٰ منقطع رہتی ہے اور دین و دنیا کے اندر انکی کبھی بھی فلاح و بہبود نہیں ہوتی، بلکہ انکی قوم رحمت الہیٰ سے محروم رہتی ہے اور رہے گی، کہ جنہوں نے قطع تعلق ہوتے دیکھکر قرابت کو قائم رکھنے کی کما حقہ کوشش نہ کی، ۵

قہر ہے قطع قرابت سر بسر — زہر ہے قطع قرابت کا ثمر
غیر سے چشم وفا ہے جان من — ہے مغیلاں سے امید یاسمن

کاٹنے والا قرابت کا کہیں — پھولتا پھلتا کبھی ہرگز نہیں
ایک دن ایسا مقرر آئے گا — توڑ کر اپنوں سے تو پچھتائیگا

اگر سب کے سب انصاف پسند اور مذہب کے پکے ہوں تو ممکن نہیں کہ کبھی بھی ذرا بد اردل کی طبیعت میں ملال تک آجائے اور وہ ہمیشہ خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہیں، کیونکہ جب وہ خود اتفاق اور ہمدردی سے رہیں گے تو اغیار ان سے مرعوب اور سہمگیں رہینگے،

ز اتفاق مگس شہد میشود پیدا — خدا چہ لذت شیریں در اتفاق نہاد

غرضیکہ اتفاق و محبت کی برکتوں سے کون شخص ہے جو واقف نہیں، نااتفاقی کی وہ صورت جو اوپر بیان ہو چکی ہے، جب الاقارب عقارب کے نیچے رونما اور عمل پذیر ہو جاتی ہے، تو اس کے حاملان تدبیر منزل کی نعمت خداداد سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کے انتظام سے بھی عاجز آجاتے ہیں نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، کیونکہ وہ پہلے ہی خصومات کا شکار ہو کر خصائل فضیلہ کو کھو چکے ہوتے ہیں، اور رذیلہ عادات کے خوگر و عادی:

صلبی تو رہے درکنار، اب لیجئے غیر صلبی رشتہ داروں کو، کہ لڑکے کی شادی ہوئی، بس گھر کی بربادی اور کنبہ کی خرابی، بہو آئی، ماں پرائی، بہن سے بھائی کی علیحدگی، باپ سے کشیدگی، میاں روٹی کھانے گھر آئے تو سو سو بولے سنائی، دال میں کالا نظر آتا ہی روٹی کا مزا کرکرا ہو جاتا ہے، میاں چلتا بھلا، بیوی لڑتی بھلی، گھر کو سلام،

ذرا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھئے کون گھرانا ہے جو اس آفت شبا روزی سے محفوظ ہے، پھر کیوں، وہی حق ناشناسی اور عدم انصاف پسندی، مذہبی تعلیم کا نقدان اس کی تہ میں کارگذار ہیں، اگر میرے مسلمان بھائی ہمت کریں اور دینی تعلیم کا شیوہ عمل ٹھیرائیں تو ممکن ہے کہ ان امراض سے نجات پا جائیں اور دین و دنیا کی فلاح کو حاصل کریں خصوصاً میرے قریشی بھائی زیادہ توجہ کے قابل ہیں، کہ ان کا ایک واحد ارگن "القریش" امرتسر برسوں سے ان کو جگا رہا ہے اور وہ ہنوز شب باب اول سے آگے نہیں سمجھے، اہدنا الصراط المستقیم؛

اس مضمون سے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں، اظہار حق منظور نظر ہے تاکہ قرابت کی کراہتیں دور ہو کر عین راحت سے باہم مل جل کر زندگی بسر کریں اور آخرت کی فلاح و بہبود کو پہنچیں
اخیر پر ایک دفعہ یہ عرض کرونگا۔ کہ میرے قریشی بھائی رسالہ القریش کو ہفتہ وار

گروکہا میں، اسے چلائیں اور خوب چلائیں، قریشی محمد علی صاحب رونق کی گذشتہ کارگذاری کی ضرور داد دیں، امداد دیں، اگر انجمن قریشیانِ پنجاب گوجرانوالہ کے ہنوز ممبر نہیں بنے تو ضرور بنیں اور جماعات کرامات کا فائدہ اٹھائیں، والسلام،

۱۲ مارچ ۱۹۲۸ء ـــــ بندہ قاضی شاہ ولی، وکیل

تاریخ شاہانِ اسلام کا ایک ورق

ہندوستان کی علمی حالت

سلطان محمود غزنوی

حقیقت حال سے ناواقف لوگ اگرچہ سلطان محمود غزنوی کو محض بت شکن ہی سمجھتے ہیں لیکن غیر جانبدارانہ تحقیقِ حالات اسے ترقی علم کے لئے سرچشمہ فیض اور اہل علم کا سرپرست ثابت کرتی ہے، ہندوستان میں اس کے فرضی مظالم مثلاً مندروں اور بتکدوں کے انہدام، بتوں کے توڑنے، ہندوستانیوں کو بے رحمی سے قتل و غارت اور ملک میں عام ابتری و پریشانی کے پھیلانے کی داستانوں نے عام ہندوستانیوں کی ذہنیت کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ بے تعصب تحقیق کر سکیں، اور اس صاحب کمال بادشاہ کی فطرت کے اصلی جوہر کو بے نقاب کر سکیں، ہندوؤں کے نزدیک اس کی ذات ہر قسم کی برائیوں اور ستم شعاریوں کا مجموعہ تھی، حالانکہ جن علاقوں میں محمود نے بتخانے گرائے ہیں وہاں پرانی وضع کے بتوں کی ابھی تک موجودگی پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ محمود نے صرف اسی بتکدہ کو گرایا ہے جس نے اس کے دشمنوں کو پناہ دیکر اس کے مقابلہ میں ایک مستحکم قلعے کا کام دیا، اور جو حملہ آور بھی محمود کی جگہ ہوتا وہ وہی کرتا جو اس عالیشان بادشاہ نے کیا تھا،

تاریخ شاہد ہے کہ پتھر کے بتوں کے توڑنے سے کہیں زیادہ کوشش اس نے جہالت کے بتکدوں کو مسمار کرنے میں صرف کی، ترقی علم کے لئے اس کی بخشش مستند اور بارش کیطرح تخفیر

مقامی کی پابندیوں سے بالکل بے نیاز تھی اور اس میدانِ علم میں وہ قومی اور ملکی تعصبوں سے بالکل آزاد تھا، جب محمود نے گوالیار کا محاصرہ کیا تو ننداراے والئے گوالیار نے بہت سے تحفے، ایک سو مست ہاتھی (بقول فرشتہ) بھیجکر صلح کی درخواست کی، جب محمود نے ہاتھیوں کی مستی سے آگاہی پائی، وہ بہت غضب میں آیا، لیکن ان تحفوں میں ایک قصیدہ ننداراے کا لکھا ہوا محمود کی شان میں نکل آیا، محمود کا تمام غصہ رحمت سے بدل گیا، اس نے ننداراے کو پندرہ قلعوں کی سرداری جن میں جونپور بھی داخل تھا بخشدی، نظم ونثر کی تاریخ میں یہ شاندار فتح بےمثال ہے، اور محمود کے تعصب سے پاک اور وسیع مذاق علمی پر دلالت کرتی ہے،

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ محمود نے غیر مذاہب کے مقلدوں کی ہمت افزائی اور غیر علوم کی ترقی کی طرف بالکل توجہ نہیں کی، مگر راقم الحروف کی رائے میں والئے گوالیار کا واقعہ پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی ذی ہوش اسے ماننے کو تیار نہیں ہو سکتا، ہاں یہ بات درست ہے کہ محمود نے ہندوؤں کی تعلیم کے لئے کوئی مدرسے نہیں بنوائے، اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہندو محمود کو اپنے مذہب، ملک اور آزادی کا دشمن سمجھ کر اس سے نفرت کرتے تھے اور کسی قسم کی مدد حاصل کرنے کو قومی غیرت اور خود داری کے خلاف سمجھتے تھے، دوسری طرف محمود کو ہندوستان کی قلیل مدت قیام میں کوئی لمحہ امن کا نصیب نہیں ہوا جسمیں وہ ہندوستانیوں کے علمی مشاغل کیطرف رجوع کرسکتا۔ اور اس کا مرکز حکومت غزنی، ہندوستان سے بہت دور تھا، جہاں ہندو لوگ جو ان کی زبان سے بھی بالکل ناآشنا تھے، جانے کا خیال تک نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس کی تمامتر کوششیں غزنی تک محدود رہیں، تاریخ گزیدہ بتاتی ہے کہ محمود ہر سال اہل علم اور شعراء کی مدد کے لئے ...... دینار تقسیم کرتا تھا محمود نے علم کی باقاعدہ ترقی کے لئے درسگاہوں اور مدرسوں کی بنیادیں رکھیں اور ان کی مدد کے لئے سالانہ امدادی وظائف مقرر کئے، ایک بہت بڑی مسجد اور ایک درسگاہ غزنی میں ایسی بنوائی جس میں بہت بڑا ذخیرہ کتب طلبہ اور مدرسوں کے مطالعہ کے لئے رکھا، اس مدرسہ کی بنا کے لئے زرکثیر وقف کیا گیا، اور بروایت فرشتہ عنصری عہد کا سب سے بڑا فاضل اس درسگاہ کا معلم اعلیٰ مقرر ہوا،

خدمت علم کے لئے اس قدر بخششیں ہونے لگیں کہ دور دور سے باکمال انسان اور بڑے

بڑے فاضل غزنی کی طرف آنے شروع ہو گئے، اور تھوڑے عرصہ میں غزنی علاوہ سیاسی مرکز ہونے کے بہت بڑا علمی مرکز بن گیا، فرشتہ لکھتا ہے کہ کسی بادشاہ کے دربار میں اتنے عالم نہ تھے، جتنے کہ محمود کے دربار میں جمع ہو گئے، تاریخ یمانی کے مصنف پر بہت نوازشیں ہوئیں، عزیزی رازی کو ایکدفعہ ۱۴۰۰۰ درہم ایک مدح پر انعام ملے، اسدی طوسی جس نے فردوسی کے بعد چار ہزار شعر شاہنامہ میں بادشاہ کی فرمائش پر بڑھائے، بادشاہ کا منظور نظر تھا، منوچہری اور عنصری پر بھی ہر وقت بخششوں کا اظہار ہوتا رہتا تھا، فرخی اور عسجدی بھی دربار کے بڑے شاعروں سے تھے، بہت سے شاعر اور اہل علم کی باریابی عنصری کی سفارش سے ہوئی تھی، فردوسی جس کے ماتم سے دنیا ابھی تک فارغ نہیں ہوئی، وہ دربار میں ایک نظم کی داد لینے آیا تھا، لیکن یہاں عنصری کی سفارش سے درباری شاعروں میں داخل ہوا اور اسے شاہنامہ مکمل کرنے کی خدمت ملی، اور فی شعر ایک دینار کا وعدہ دیا گیا، لیکن جب فردوسی نے ساٹھ ہزار شعر تیار کرکے پیش کئے، تو بادشاہ نے مصاحبوں کے مشورہ سے ۶۰۰۰۰ دینار اس کے وطن بھیجدئے، یہ تھا محمود کا ذوق علم جس کی بدولت اس نے غزنی کو تمام امصار و دیار میں ممتاز بنا دیا تھا،

اگرچہ محمود کے جانشین مسعود میں باپ کی جوانمردی اور شجاعت کا جوہر اس درجہ باقی نہیں رہا تھا، لیکن خدمتِ علم کا وہی مقدس جذبہ مسعود کے سینہ میں تھا جس کا علمبردار اس کا باپ تھا، اس نے غزنی کی وہی شان قائم رکھی، اس کے دربار کا سب سے بڑا شاعر خلاسفر اور منجم البوریحان خوارزمی تھا جس کو علم نجوم پر ایک معقول بحث لکھنے پر ایک ہاتھی کے وزن کے برابر چاندی انعام ملی، ابومحمد نے امام ابوحنیفہ کے عقائد پر ایک کتاب لکھی جس پر بہت سا انعام پایا، مسعود نے حصولِ علم میں آسانی پیدا کرنے کے لئے بیشمار مدرسے اور مسجدیں بنوائیں اور ان کی مدد کے لئے زرکثیر وقف کیا، صاحب روضۃ الصفا لکھتا ہے کہ یہ اہل علم کی صحبت کا بڑا مشتاق تھا، البیرونی کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں عربی، فارسی سنسکرت اور یونانی کے پوشیدہ علمی خزانوں کی تلاش میں بڑی سرگرمی سے کام لیا جاتا تھا، اہل شوق ہر قسم کے علوم مثلاً ریاضی، نجوم، فلسفہ، حکمت، سائنس وغیرہ کے حصول میں مصروف تھے، غیر علوم کی کتابوں کے ترجمے فارسی اور عربی میں ہو رہے تھے، اس عہد میں فن کتابت نے بہت ترقی کی، مسعود نے خود اپنے ہاتھ سے دو قلمی قرآن شریفوں کے نسخے خلیفۃ المسلمین

گنجینہ متمیں تحفتہ بھیجے ،

مسعود کا جانشین بہرام باپ سے بھی بڑھ چڑھ کر تھا، اس نے اپنی بخششوں سے علم میں ایک نئی روح پھونک دی، اس کے دربار کے اہل علم میں سے شیخ نظامی مصنف مخزن اسرار اور سید حسن غزنوی خصوصاً قابل ذکر ہیں، سلطان بہت سی غیر زبانوں کے ترجمے فارسی میں کرائے ان کتابوں میں کلیلہ دمنہ بھی تھی، جسے اس نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کرایا، اور جس کا نام "انوار سہیلی" ہوا ، (انور لطیف)

شادی خانہ بربادی

فضول خرچی کی مذمت

(حضرت قمر بدایونی کے قلم سے)

آج اس پوچھئے کل جس کے گھر شادی ہوئی — خانہ آبادی ہوئی ، یا خانہ بربادی ہوئی

اس طرف دھومیں مچیں باجے بجے گانا ہوا — اس طرف غیرت حمیت عقل فریادی ہوئی

اس طرف گھر پھونک کر دیکھا تماشہ بیاہ کا — اس طرف نیلام عزت قرق آزادی ہوئی

یک بیک دونوں طرف لینے کے دینے پڑ گئے — کام آئی پھر نہ دولت لی ہوئی یا دی ہوئی

شاہزادی شاہزادہ جس سے تھے دولہا دلہن — وہ محبت ان کے حق میں ایک جلادی ہوئی

قرض کی ثروت سے جس پر فخر تھا خسرال کو — مفلسی میں اب عذاب جاں وہ دامادی ہوئی

جو ملا تھا چھن گیا وہ قرض میں یا سود میں — جو مرصع کار تھی وہ زندگی سادی ہوئی

کل ملے مخمل کے گدے اور اطلس کے لحاف — آج ان کے زیب تن سوسی ہوئی کھادی ہوئی

لاکھ کا گھر خاک تھا کل جس دلہن کے بیاہ میں — بدنصیبی سے وہی فاقوں کی اب عادی ہوئی

باپ جس کا پیشوا تھا اور دادا فخر قوم — ماں جواری کی ہوئی اور چور کی دادی ہوئی

کاش اب بھی ہم یہ سمجھیں فخر تھا جس پر قمر
وہ اولوالعزمی ہماری وجہ بربادی ہوئی

(سود مند)

خواتینِ عرب کے اوصافِ خصوصی

عرب کی عورت میں سب سے بڑی صفت اس کی آزادی ہے، چنانچہ انتخاب زوج میں اس کو کامل آزادی تھی، اور اسی طرح بدسلوکی کی حالت میں وہ اپنے شوہروں کو چھوڑ بیٹھتی تھیں،

ہر عورت کو اپنی شرافت نسب اور خاندان کے ننگ و ناموس کا از حد خیال تھا، بھائی اور شوہر کی عزت کا خاص احترام کرتی تھیں، کسی مصیبت کے وقت بقائے عزت کے لئے ان کو جان دینا آسان تھا، چنانچہ بنت خرشوم من جملہ ان تین عورتوں کے تھی، جو عرب میں (المنجبات (نجابت دہندہ) کے نام سے مشہور تھیں، ادب کی کتابوں میں ان کا قصہ مشہور ہے، کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی عبس پر حمل بن بدر نے حملہ کیا، گاؤں کو تاراج کرکے عورتوں کو گرفتار کر لیا، ان میں فاطمہ بھی تھی جب یہ اونٹ پر سوار جا رہی تھی، تو چیخ کر بولی کہ اے شخص مجھے چھوڑ دے، کیونکہ اگر تو اس راستہ سے لے جائیگا، تو زیاد (فاطمہ کا شوہر) اور اس کے بیٹے سے جنگ ہو جائیگی، حمل نے کہا، کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے، قبیلہ میں پہونچکر تو میرے اونٹ چرائیگی، یہ سنتے ہی فاطمہ سر کے بل اونٹ سے گری اور مرگئی اور اپنے شوہر اور اپنے بیٹوں کی عزت پر داغ نہ آنے دیا،

اسی طرح قدیم تاریخ عرب میں غفیرہ بنت عباس جدیسیہ ملقب بہ شموس کا قصہ مشہور ہے، اس قبیلہ کا فرمانروا عملاق نہایت ظالم تھا، اور نکاح کے بعد ہر عروس کو اپنے خلوت میں بلاتا تھا، اور زفاف کے بعد صبح کو وہ اپنے شوہر کے پاس بھیجی جاتی تھی، غفیرہ نے نہایت پرجوش اشعار کہکر اپنے قبیلہ کے نوجوانوں کو ابھارا اور عملاق کو قتل کرا کے چھوڑا، چنانچہ اس کے یہ اشعار مشہور ہیں ؎

لا احد اذل من جدیس	جدیس سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں ہے کیا کوئی
اهکذا یفعل بالعروس	اپنی دلہن کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے،
یرضی بهذا یا لقومی حر	اے میری قوم! کیا کوئی شریف ایسے ناشائستہ
هذا وقد اعطی وسیق المهر	فعل پر رضامند ہوگا، جبکہ عروس کا مہر بھی بھیجدیا گیا ہو
لخوضه بحر الردی بنفسه	ایسے شوہر کا بحر ہلاکت میں ڈوب مرنا اس سے

خیرٌ له من فعل ذا لعرسه — کہیں بہتر ہے کہ جو فعل اس نے اپنی دلہن کیساتھ کیا

عرب کی عورت میں عہد اور وفاداری بھی خاص صفت ہے، چنانچہ فکیہ (بن قیس) کی نسبت مشہور ہے کہ ایکمرتبہ ڈاکو سلیک بن سلکہ اس کے قبیلہ میں گرفتار ہو گیا، چونکہ یہ تن کر پانی پی چکا تھا، اس لئے بھاگ نہ سکا، (سلیک عربوں میں دوڑ کے لئے مشہور ہے) اور جھپٹ کر فکیہ کے خیمہ میں چلا گیا، اس شریف عورت نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا، جب قبیلہ والے اس کی گرفتاری کو خیمہ میں پہونچے، تو فکیہ نے اپنے بال کھولدیئے اور زور سے چیخی آواز سنتے ہی فکیہ کے بھائی دوڑ پڑے، اور سلیک کو رہا کر دیا، حالانکہ یہ ڈاکو بڑی دقتوں سے گرفتار ہوا تھا،

جماعت بن عوق بن محلم اور ام جمیل بھی وفاداری میں مشہور تھیں،

ان اوصاف کے علاوہ فضل و کمال میں بھی ممتاز ہوتی تھیں اور شاعری ان کا خاص جوہر تھا، چنانچہ خنسا سلیمہ کے مرثیے آج تک ضرب المثل ہیں، جن کو نابغہ نے "اشعر الشاعراۃ" کا خطاب دیا تھا، خنسا نے اپنے بھائی صخرہ کی موت پر جو مرثیہ لکھا اس کا یہ شعر مشہور ہے،

وان صخراً لتأتم الهداة به — صخرہ وہ تھا جس سے لوگ ہدایت پاتے تھے اور اسکی مثال

کانّہ علم فی راسه نارٌ — ایسی ہو کہ وہ ایک مشہور بلند پہاڑ تھا جسکی چوٹی پر آگ لگی ہوئی تھی

عربوں کا دستور تھا کہ اندھیری رات میں پہاڑیوں پر آگ روشن کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعے سے گم کردہ راہ اور بھوکے پیاسے مسافر میزبان تک پہونچ جائیں،

شاعری کے علاوہ اکثر عورتیں کاہنہ تھیں جو غیب کی خبریں بتایا کرتی تھیں، ان میں طریفہ بنت الخمیر حمیری بہت مشہور تھی،

عرب میدان جنگ میں بعض اوقات فرار ہو جاتے تھے، لیکن جب عورتوں کی حفاظت کے لئے لڑتے تھے تو پھر میدان میں جان دیدیتے تھے، اور بہادروں کی عورتیں ہمیشہ محاذ جنگ کے قریب رہا کرتی تھیں،

عہد رسالت میں حاتم طائی کی بیٹی نے اپنے قبیلہ کی رہائی میں جو سعی و کوشش کی ہے، اس کا واقعہ سعدی شیرازی نے اپنی کتاب بوستان میں تفصیل سے لکھا ہے اور عرب کی شاعری بھی ان امور پر اشارہ کرتی ہے، عمر بن کلثوم کہتا ہے ؎

علے اثارنا بیض حسان — لڑائی کی حالت میں دستورِ عرب کے مطابق ہمارے پیچھے میدان

نحاذر ان تقسم او تهونا — جنگ میں خوبصورت عورتیں ہوتی ہیں، ہم انکی حفاظت اس
(سبعہ معلقہ) — خوف سے کرتے ہیں کہ دشمن انکو گرفتار کرکے تقسیم کرکے ذلیل نہ کریں

اور عورتیں بھی مردوں سے حلف لیتی تھیں کہ وہ میدان سے فرار نہ ہونگے، بلکہ قیدیوں گھوڑوں اور اسلحہ کے ساتھ کامیاب واپس آئینگے، جس کی تشریح مذکورہ بالا شعر کے بعد اس قصیدہ میں موجود ہے اور یہ شعر بھی اسی مضمون کا ہے، ؎

یقتن جیادنا و یقلن لستم — عورتیں ہمارے گھوڑوں کو گھانس دانہ دیتی ہیں اور کہتی ہیں
بعولتنا اذا لم تمنعونا — کہ اگر تم نے ہمکو دشمن کے شر سے نہ بچایا تو تم ہمارے شوہر نہیں ہو

ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اجرت لیکر غیر کے بچے کو دودھ نہیں پلاتی تھیں اسی پر عربوں میں یہ مثل مشہور ہے، کہ تجوع الحرۃ ولا تاکل بثدیہا — آزاد عورت بھوکوں مریگی لیکن رضاعت کی اجرت لیکر نہیں کھائیگی
اور جو عورتیں اجرت پر دودھ پلاتی تھیں وہ ہمیشہ پیشہ ور ہوتی تھیں،

اونٹنی اور بکریوں کا دودھ دوہنا یہ بھی عورت کے حق میں باعث بدنامی تھا اور جس خاندان کی عورت دودھ دوہتی تھی وہ نظر حقارت سے دیکھا جاتا تھا،

محمد عبد الرزاق، بھوپال

دنیا کے ملکوں کا مرقع

(حضرت جوش ملیح آبادی)

انگلستان

مری روح عمل پر تنگ ہے عالم کی پہنائی — میرے بازوئے تجارت پر جلالِ تاج دارائی
مری مٹھی میں ہے خورشید خاور بحر بے پایاں — مری جودت کے آگے سرنگوں قوموں کی دانائی
معاذ اللہ میرے پنجۂ ہمت کی یہ گیرائی

امریکہ

میری دولت کے آگے دولتِ قاروں ہے شرمندہ — میرے آئین محکم میں ہے، امیری تعمیر پائندہ
مرا حال، آئینہ مستقبلِ جبروت ساماں کا — میری پیشانیٔ محنت پہ برقِ عزمِ رخشندہ

میری جانکاہیاں بیدار، میری قوتیں زندہ

فرانس

جواہر جنگِ عالمگیر کے میرے خزانوں میں — بہشتِ رنگ و بو میری شگفتہ بوستانوں میں
دلوں میں عشق کی گرمی سروں میں عقل کا سودا — کبھی گم لحنِ خوباں میں، کبھی جنگی ترانوں میں
مری راتیں نگاروں میں مرے دن کارخانوں میں

جرمنی

خرابی سے دوبارہ درسِ استحکام لیتا ہوں — رقیبوں کی نزاعِ باہمی سے کام لیتا ہوں
عروسِ ارتقا کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا — جو چھٹ جاتا ہے تو پھر بڑھ کے دامن تھام لیتا ہوں
خدا چاہے تو اب پھر تیغِ خوں آشام لیتا ہوں

روس

رواں ہے تیغ میری گردنِ غفلت شعاری پر — مرا دل خون ہے مزدور کی فریاد و زاری پر
چھلکتے ہیں کشتِ دہقاں پر مرے اُمڈے ہوئے بادل — تپاں ہے برق میری خرمنِ سرمایہ داری پر
عرق ہے میری ہیبت سے جبینِ شہریاری پر

جاپان

رہِ علم و عمل میں میرے ہنگامہ آرا ہوں — ہوائے کاروبارِ شوق و طوفانِ تمنا ہوں
قسم کھائی ہے میری سعی نے بیدار بختی کی — فروغِ زیست کے پیہم نئے سانچے بناتا ہوں
غرورِ ایشیا ہوں محرمِ امروز و فردا ہوں

ترکی

مرے افکار میں تہذیبِ نو کی کارفرمائی — عروسِ جذبۂ قومی رہینِ بزم آرائی
مریضِ جاں بلب، سمجھی ہوئی تھی جسکو اک دنیا — خدا کا شکر ہے اب مظہرِ زور و توانائی
توانائی کے سایہ میں ہے اعجازِ مسیحائی

ایران

تبسم آفریں ہے پھر طلوعِ صبحِ نورانی — کیانی شان و شوکت پھر ہے گرمِ بال جنبانی
گھٹا چھائی ہے "رکنا باد" "بستانِ مصلّیٰ" پر — برسنے پر ہے جذبِ کاوشِ بزمِ جہانبانی
مبادا ایں جمع را یارب، غم از بادِ پریشانی

افغانستان

میرے دشت وجبل پر مہر آزادی کی تنویریں پڑی ہیں خاک پر ٹوٹی ہوئی ناپاک زنجیریں
مرے سادات میدانوں میں نکلے ہیں علم کھولے جبینوں پر ابھر آئی ہیں خودداری کی تحریریں
نگاہوں میں چمکتی بجلیاں ہاتھوں میں شمشیریں

هندوستان

بہائم کا سمندر ہوں درندوں کا بیابان ہوں عدو سے کیا غرض آپس ہی میں دست وگریباں ہوں
خدا کے فضل سے بدبخت ہوں بزدل ہوں ناداں ہوں مری گردن میں ہے طوقِ غلامی پابجولاں ہوں
درِ آقا پہ سر ہے کفش برداری پہ نازاں ہوں

مان نہ مان مہمان

(ملا رموزی کے قلم سے)

مہمان کئی قسم کا ہوتا ہے، لیکن یہ مہمان تمام قسم کے مہمانوں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، اس کی پہچان یہ ہے کہ یہ ہمیشہ بلا بلائے اور بلا اطلاع آتا ہے اور پھر ٹالے نہیں ٹلتا، اس قسم کے مہمان ذیل کے وجوہ سے پیدا ہوتے ہیں،

(۱) یا وہ نوعمری ہی سے آوارہ ہو،

(۲) یا اس کی سوسائٹی اور احباب متمول اور فارغ البال ہوں اور اس کی کفالت کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہوں،

(۳) یا اسے بلا ٹکٹ دنیا بھر کے شہر دیکھنے کا شوق تو کیا انفلوانزا ہو گیا ہو،

اس قسم کے مہمان کی عملی قوتیں مردہ اور بیکار ہو جاتی ہیں اور اس میں ذیل کی عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں

(۱) وہ بلا بلائے معمولی سے معمولی ملاقاتی کے ہاں معہ خفیف سے بستر اور ایک صندوق کے حاضر ہو جاتا ہے،

(۲) اس میں شرم وحجاب کا مادہ باقی نہیں رہتا،

(۳) وہ بلا وجہ میزبان کی ہر بات پر ہنستا اور خوب خوب داد دیتا ہے،

(۴) وہ قصہ گو اور لطیفہ گو ہوتا ہے ،

(۵) وہ عامل ، رمال اور وقت پڑے تو نجومی بھی ہو جاتا ہے ،

(۶) وہ ہمیشہ میزبان کے ذوق کے موافق باتیں کرتا ہے ،

(۷) وہ عیاشی کے متعلق بھی قیمتی معلومات بہم پہونچاتا ہے ،

(۸) وہ برمحل اشعار خوب چست کرتا ہے ،

اس قسم کا مہمان میزبان کی روٹیاں ہی تناول نہیں فرماتا ، بلکہ کپڑا ، جوتا ، بستر اور پیس پڑے تو اہل و عیال کے لئے منی آرڈر بھی وصول کر ڈالتا ہے ، اس کی عمر اسی گداگری میں گذرتی ہے ، اس کی گفتگو کا موضوع وہی ہوتا ہے جو میزبان کی دلچسپی کا باعث ہو ، یہ میزبان کے گھر سے عزت کے ساتھ رخصت نہیں کیا جاتا بلکہ نکالا جاتا ہے ، مگر اس پر بھی وہ بجائے سیدھا گھر جانے کے پھر کسی دوسرے شہر میں مہمان بن جاتا ہے ، خدا راقم الحروف کے دوستوں کو اس مرض سے بچائے ،

اب اسی قسم کے ایک مہمان اور راقم الحروف سے جو پالا پڑا ، اور جس کے اثر سے یہ مضمون لکھا گیا ، وہ بھی سن لیجئے ، سچ کہا ہے کہ اس زمانہ میں بی۔ اے پاس نہ کرنا افلاس و تنگدستی کا مستند سرٹیفکیٹ ہے ، پس جب سے ان دیوبند والوں کے کہنے سے ہم انگریزی زبان ایم اے تک پڑھ کر بھولے ہیں ، آج تک وہی میر صاحب بنے پھر رہے ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے ، کہ انہیں کوئی پوچھتا ہی نہیں ، ایک کم دس متعلقین اور پانچ اوپر تیس روپے ماہوار آمدنی میں جیسی گذر کرتے ہیں ہم جانتے ہیں یا وہ جانتے ہیں ، پس رات کے کوئی گیارہ بجے ہونگے کہ آ گئے ، آواز آتے ہم پہچان گئے ، اور سمجھ لیا کہ اب وہ دو تین ماہ ٹلنے کے نہیں ، اس لئے گھبراہٹ میں ترکیب یہ کی کہ ان کے ذریعہ کہلا دیا ۔ کہ وہ تو کانپور گئے ہیں اور کوئی دو تین ماہ میں واپس آئیں گے ۔ مگر مہمان صاحب کا جواب ملاحظہ ہو ، ارشاد ہوا ، کہ

اچھا بیٹی میں ہوں ...... لو ذرا یہ بستر رکھ لو اور اندر سے کمرہ کھول دو ، اس کو کہتے ہیں ، مداخلت بیجا بخانہ بوقت شب ، پھر حکم صادر ہوا کہ بیٹی تانگے والے کے پیسے ہاتھ بڑھا کر دیدو ، اسے کہتے ہیں استحصال بالجبر ، احکام کی تعمیل کر دی گئی ، تو کمرہ میں آ گئے ، پہلے تو دو چار مرتبہ بلا ضرورت کھانسے ، پھر فرمایا کہ بیٹی اگر کچھ کھانا ہو تو دروازہ سے دیدو ذرا ، اب کہئے بلا وساطت ہمارے ان سے یہ باتیں کرنا "اغوا" نہیں تو اور کیا ہے ؟ ادھر ہم اس شش و پنج میں کہ یا خدا ہمنے تو کہلا دیا ہے کانپور کا ، اب جو کل ہم اسی گھر سے برآمد ہوئے تو پھر ؟

غرض چار و ناچار پہلے ان کپڑوں سے دفتر چلے گئے۔ مگر شام کو جو گھر آئے، تو معلوم ہوا، کہ بیٹی بیٹی کہہ کر اس وقت تک ہزاروں فرمائشیں کر چکے ہیں، اب کوئی ان سے دریافت کرے، کہ یہ پانچ ہزار زر نقد مہر ادا کرنے کے بعد ہماری منکوحہ جا نثار ان کی بیٹی کہاں سے ہوگئی، بہرحال ان سے ملے تو گھبرا کر فرمایا، کہ میاں آپ کہاں؟ آپ تو کانپور گئے تھے، جی میں تو آیا کہ کہدیں، کہ اچھا جب ہم کانپور جا چکے تھے تو پھر آپ ہمارے گھر میں کہاں؟ مگر آئیں بائیں شائیں کر کے چپ کر دیا، تو انہوں نے بھی زیادہ تحقیق گوارا نہ فرمائی، کیونکہ انہیں تو مہمانی سے کام، کسی کے افلاس سے کیا واسطہ، اور ہر تعلیم کے زمانے میں مولویوں میں جو رہے ہیں تو انہوں نے آخرت کے عذابوں سے ڈرا ڈرا کر ہمیں اس قدر خلیق و متواضع اور ملنسار بنا دیا ہے، کہ اب ان نیچریوں کی طرح بے مروت اور خود غرض بھی نہیں بن سکتے، اس لئے تھوڑی دیر کے لئے اخلاقاً ان کے پاس جو بیٹھ گئے تو بس آگئی مصیبت، اور مہمان صاحب نے ہمارے ذوقیات کا اندازہ کر کے سیاسیات عالیہ سے لیکر گاندھی، محمد علی، شوکت علی اور شدھی و سنگٹھن کے جملہ لوازم اور اسباب پر تقریر کر ڈالی، اور ستم بالائے ستم یہ کہ فن انشاء پر اعتراض کر کے ہمارے مضامین پر تنقید بھی کر گذرے، مگر داد دیجئے ہمکو، کہ ہم نے مہمان صاحب کو یوں خوش کیا۔ کہ جمائیوں کا تار باندھ دیا، اور خدا جھوٹ نہ بلوائے تو فی منٹ ایک سو ایک ضرب جمائی کی سرکس، تو منفعل ہو کر فرمایا، کہ اچھا تو اب آرام فرمائیے،

پورے ڈھائی مہینے کی مہمانی کے بعد ہمنے یہ ترکیب کی، انسپکٹر صاحب سی، آئی، ڈی، سے اپنے نام اس مضمون کا فرضی خط لکھوایا، کہ آپ کے ہاں جو صاحب ٹھہرے ہوئے ہیں وہ مشکوک ہیں ہم نے جب سی، آئی، ڈی کا یہ خط قبلہ مہمان صاحب کو دکھایا تو گھبرا گئے، اور اسی دن کی ریل سے ....،

مارچ کا الفریش

اس اشاعت کا صفحہ ۱۰ ملاحظہ فرمائیے، مارچ کے الفریش کے مطالبہ سے معذور سمجھیے، گذشتہ دنوں آنکھوں سے میں خود بھی بیمار رہا، لہٰذا اس پرچہ کے مدیر لوسٹ ہونے کا عذر بھی قبول کیجیے، (مدیر)

پیغام

مدت گذر گئی، خیال بھی نہیں آتا، کیا ہو گیا، یہ فراموشی کیسی، میں نے تو کچھ نہ کہا تھا، مگر یہ خاموشی میرے قلب کے اندر بے قراری بے چینی کو پیدا کر رہی ہے، وہ نہ خود آیا نہ ہی جواب بھیجا نہ ہی یاد کیا، اسی حالت میں دن اور راتیں گذر تی چلی جاتی تھیں، موسم پر موسم آتا اور چلا جاتا

بہار کے موسم میں دل کے اندر ولولے پیدا ہوتے، پی کی پی پی نے دل کو بے چین کر دیا، کوئل کی کوکو سنی نہ جاتی تھی، چاند کی چاندنی میں چکور کی پرواز دیکھی نہ جاتی تھی،

جب برسات کے موسم میں کالی کالی گھٹائیں امنڈ امنڈ کرکے آتی تھیں تو میرے قلب کے اندر ایک طوفان پیدا ہو جاتا تھا، بڑے بڑے جہاز اور ڈریڈ ناٹ غرق ہونے کے آگے بڑھ رہے تھے، اور موسلا دھار بارش کا نظارہ ہوتا رہتا تھا،

گرمی کے موسم میں ہجر کے اندر تڑپ پیدا ہوتی تھی گویا تمام وجود آگ کے شعلوں کے اندر جل رہا تھا، کسی پہلو قرار نہ تھا، رات اور دن گریہ زاری میں بسر ہو جاتے تھے،

خزاں کا وقت آ گیا، تمام گلشن ہی ویران ہو گیا، نہ وہ ندی نالوں کی طوفانی حالت تھی اور نہ کوئل کی کوکو سنائی دیتی تھی اور نہ ہی سبزہ نظر آتا تھا، بلکہ ایک ہُو کا عالم تھا اور سب یہ وقت آئے اور گذر گئے، دن چل بسے راتیں بیت گئیں، مگر اب تک پیغام نہ آیا،

ستانی انتظار میں تھی، اس کو یاد تھی وہ خود بیتاب تھی، اس پر خود بیقراری کے ہجوم تھے، اس کو صبر کب آ سکتا تھا، اس نے تڑپ تڑپ کے راتیں گذاری تھیں، قلب کے اندر ایک بیقراری کی لہر اٹھی، اور عشق کے میدان میں الفت کا علم اس نے بلند کرکے یہ پیغام سنا' جو سنا وہ غلط تھا، رویٹر کے تار ہوں، یا ہوائی ایجنسی کی خبریں، یہ سب غلط ہیں، جب میرے قلب کے اوپر سوائے اللہ الصمد کے اور کسی کی حکمرانی نہیں، تو یہ سب پیغام غلط ہیں میرے واسطے ایک ہی پیغام کافی ہے، کہ وہ میرا ہے، میں اس کا ہوں، اس کے سوائے اور کچھ نہیں ہے،

خادم، کشفی شاہ نظامی، از رنگون

قصیدہ

در تہنیت تقدیم والا جناب معلی القاب مہاراجہ یمین السلطنت بہادر صدر اعظم دام اقبالہ

خدا کا فضل ہے ہر سمت جاری — چمن میں شاد ہے باد بہاری

ادھر ہر نخل ہے جوبن سنوارا — ادھر بلبل کو گل کی انتظاری

کہیں ہے غنچہ و گل میں تکلم — کہیں کرتی ہے شبنم آبیاری

کسی جا سنبل و ریحاں ہیں سرخوش — کسی جا سرو و سوسن کی سواری

یہ کس کی آمد آمد ہے کہ یا رب — ہے مصروفِ عمل بادِ بہاری

گلستاں کا نکھار اور اسکی نزہت — پھٹا پڑتا ہے جوبن شانِ یاری

ادھر غنچہ کا انداز تبسم — ادھر گل کی ہنسی بے اختیاری

کہا میں نے ادب وقت ادب ہو — کشن پرشاد کی آئی سواری

ہے صدر اعظم بابِ حکومت — کہ جس کا خلق پر ہے حکم جاری

موحد ہے یہ صوفی اور عالم — ہے شیخ و برہمن کی اس سے یاری

سخن فہمی سخن گوئی میں کامل — زباں دانی میں اس کو دست یاری

امیر و داغ اس کے معترف تھے — اسے حاصل سخن کی شہریاری

حرم کا محرم راز اور ماہر — صنم خانہ میں دیکھو تو پجاری

ادھر ہے خانقاہ میں صاحبدل — ادھر مسند پہ زیبِ تاجداری

ہے رشکِ حسن یوسف کا خلاصہ — خدا کی شان یہ زیبا نگاری

دعا حق سے یہی پیہم ہے اپنی — مہاراجہ پہ ہوئے لطف باری

عدو کی چشم ہو بس شیرہ چشم — ہر اک مخلص کو شاد کاری

فزوں ہو دولت و اقبال جاوید — رہے دائم وزیر ہی پیشکاری

نگاہِ ناز کے صدقے ادھر بھی — ہے اک مایوس کی قسمت نگاری

دعا گو نامیؔ ناچیز تیرا — نہیں کچھ جانتا جز جاں نثاری

([illegible])

انگریز کیوں عروج پر ہیں؟

(از جناب مولوی اکبر شاہ خانصاحب)

کوئی کہتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ چالاک ہیں، کسی کی رائے ہے کہ یہ بحری اور جنگجو قوم ہے، اکثر کا قول ہے کہ یہ یورپ کے بنیئے ہیں اور ان کے پاس سب سے زیادہ روپیہ ہے، لیکن غلط اور بالکل غلط، حقیقت کچھ اور ہی ہے، تواریخ ہمارے سامنے ہے اور اس کا فیصلہ ناطق ہوگا، رومن اور یونانی کیا چالاک اور ہوشیار نہ تھے، مور بحری نہ تھے؟ ترک جنگجو نہ تھے؟ فینیشین اور عرب تاجر نہ تھے؟ سب کچھ تھے اور اپنے زمانے کے موافق بہت کچھ تھے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ ان کے قومی خصائل میں کس بات کی کمی تھی؟ جو انگریزوں کے قومی کیرکٹر میں طرۂ امتیاز بنی ہوئی ہے،

دنیا میں جتنی قومیں نصف النہار عروج پر پہونچکر پھر قعر انحطاط میں گر گئیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس میں غداری و ملک فروشی کی مثالیں نہ پائی گئی ہوں، بخلاف اس کے انگریزی قوم کا دامن اس بدنما دھبے سے بالکل پاک ہے، اس اعلیٰ صفت میں اس قوم کا پایہ سب سے بلند ہے چنانچہ ولیم ڈیوک آف نارمنڈی کی فتح ہیسٹنگز کے بعد سے جس کو نوسو برس سے زیادہ مدت گذری دنیا کے کسی بڑے سے بڑے فاتح کو سرزمین انگلستان پر فاتحانہ قدم رکھنا نصیب نہ ہوسکا حتیٰ کہ نپولین اعظم کو بھی جس نے یورپ کا کوئی دارالخلافہ نہ چھوڑا، کامیابی نہ ہوسکی، اس طویل مدت میں جب انگریز قوم آزاد ہوئی ہے، ملکی غداری یا قوم فروشی کی ایک بھی مثال نہیں ملتی، اور یہی اس قوم کا ہمیشہ سے طرۂ امتیاز چلا آیا ہے، ڈیوک اور بادشاہوں میں انگلستان میں اکثر لڑائیاں ہوئی ہیں، لیکن وہاں یہ کبھی نہ ہوا کہ جیسے جے چند والئے قنوج نے پرتھی راج کی خاندانی خشمک پر محمد غوری کو ہمیشہ کے لئے ہندوستان غیروں کے سپرد کردیا ہو، اور بعد میں خود بھی طوق غلامی پہننا پڑا، یا روسی ملکہ کیتھرائن سے رشوت خطیر لیکر ترکی جنرل نے روسی فوجوں کو اپنے قبضہ سے نکل جانے دیکر عمر بھر کے لئے ناموس قومی پر نہ صرف کلنک کا ٹیکا لگادیا، بلکہ اپنی سلطنت کا وقار بھی مٹادیا، یا کلائیو سے ملکر پلاسی کا میدان ہاتھ سے کھوکر ہندوستان کو موت کا گھر دکھادیا،

بادشاہوں کی بیجا مطلق العنانی کو گھٹانے اور رعایا کے دعاوی حقوق پر اکثر انگلستان کے

کے بادشاہوں اور رعایا میں لڑائیاں ہوئی ہیں، یہاں تک کہ چارلس اول کا سر کاٹ کر پھینک دیا گیا لیکن وہاں اپنے گھر کے معاملات کے تصفیہ کے واسطے غیروں کو کبھی نہ ڈھونڈا جاتا تھا،

صلحنامہ امینز درمیان انگلستان و فرانس ہو گیا تو فاکس نپولین سے فرانس میں ملاقات کرتا ہے، نپولین اس کی بہت کچھ تعریف و توصیف کرکے رخصت کرتا ہے، یہ وہ وقت ہے کہ یورپ کا ہر بادشاہ نپولین کی چشم کرم کا منتظر رہتا ہے، ولیم پٹ فاکس کا پارلیمنٹری مدمقابل عہدنامہ امینز کو چاک کرکے دوبارہ یورپ کو مبتلائے جنگ کرا دیتا ہے، مگر بھلا یہ ممکن تھا کہ فاکس ولیم پٹ کے اختلاف آراء و اختلاف اصول کی بنا پر نپولین سے ساز باز کرکے اس کو دعوت انگلستان دیدیتا نہ ہوا فاکس کی جگہ کوئی ترکی ایرانی یا ہندوستانی وزیر یا آج کل کا قومی لیڈر،

یوں تو ملکہ ایلزبتھ (ہمعصر شہنشاہ اکبر) کے زمانہ سے انگریزی قوم اپنے چھوٹے سے جزیرہ سے باہر نکلکر جہاں پیما ہونا شروع ہوئی تھی، مگر ولیم پٹ کی زبردست پالیسی نے جس کی وجہ سے بالآخر نپولین بوناپارٹ کو بھی موت کے دن سینٹ ہلینا میں پورے کرنا پڑے، انگریزی قوم کو اقوام عالم کی صف اول میں سب سے آگے لا کھڑا کیا، وہ دیرینہ قومی صفت جو انگریزی نژاد میں پہلے سے موجود تھی، سلطنت کو فروغ ہوتے ہی اس پر مزید صیقل ہو گئی، ہر متنفس انگریز اس نکتے کو خوب سمجھنے لگا کہ حیات قومی کا سرچشمہ ہمیشہ قوم کی سلطنت ہوا کرتی ہے اور اس پر تمام قومی سرگرمیوں کا مدار ہے، پھر چونکہ سلطنت قومی شیرازہ بندی و تنظیم کا زبردست ذریعہ ہے، اس واسطے زندگی کی اصلی خوشی، حقیقی آزادی، سچی عزت اور دولت و ثروت سب اسی کے طفیل سے حاصل ہوتے ہیں سلطنت کا نفع نقصان ہر فرد کے ذاتی نفع نقصان کی طرف عود کرے گا، چنانچہ ہر شخص سلطنت کا ہزار جان سے بہی خواہ ہے، اور اسی سنگین اصول پر ہر ایک انگریز کے قومی کیرکٹر کی بنیادیں نہایت استحکام کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں، ہر متنفس کی زندگی کا فرض اولین یہ ہوتا ہے کہ حتی الوسع اپنی ذہنی و جسمانی قابلیت سے منفعت سلطنت میں اضافہ کرے تاکہ اس خزینۂ حیات سے اپنی بقا کیلئے بازگیر تغذیہ بطریق احسن ہو سکے،

پھر جس ایک درخت کی آبیاری پانچ کروڑ انگریزوں کے بہترین اور آزاد دل و دماغ سے ہر وقت جاری ہو، وہ درخت صفحۂ ارض پر سب سے زیادہ جگہ گھیرنے کا کیوں نہ دعویدار ہوگا، کیونکہ وہ دن دونی رات چوگنا بار آور ہوگا، اور اس کے جان پرور سایہ تلے حیات قومی کی بہترین نشو و نما کیوں نہ ہوگی، اور کیسی مجموعی طاقت ہوگی! یہی وہ مجموعی طاقت ہے جس نے کرۂ ارض کا پانچواں حصہ انگریزی کے [illegible]

جو پینتیس کروڑ ہندوستان کے حشرات الارض کو پیر تلے دبائے ہوئے ہے جس نے معاملات دنیا
کی سیاسی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں کر رکھی ہے اور دنیا جس کی اہمیت کو ماننے پر مجبور ہے، یہاں ایک
اعتراض پیدا ہوتا ہے، کہ انگریزوں کے ساتھ کیا خصوصیت ہے؟ دنیا کی دیگر ترقی یافتہ اقوام اس
نکتہ کو سمجھ کر عمل نہیں کر رہی ہیں؟ اُن کے نام مان لیا، کہ پرانے زمانے میں غداریاں وغیرہ ہوئی
ہیں، لیکن اب تو ہر روسی ہر فرانسیسی ہر جرمن اسی طرح اپنی سلطنت و قوم کا بہی خواہ ہے جس طرح
ایک انگریز مثلاً روس، فرانس، جرمنی کو ہم پیش کرتے ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ ان کے نظام سلطنت
کن اصولوں پر کاربند رہے ہیں؟ نیز قدامت نظام کسی قوم کی زندگی پر کیا اثر ڈال سکتی ہے؟

روس ہمیشہ سے شخصی سلطنت کے ماتحت رہا ہے شخصی سلطنت کا نظام غیر مستقل ہونے کے
علاوہ اکثر قوم کش اور انفرادی ترقی کی آزادانہ تکمیل کا منافی ہوتا ہے روس نے سنہ ۱۵-۱۶ء میں اس
نظام کو بدل دیا، اور ابھی شبہ ہے کہ بالشویک کے موجودہ نظام سے باشندگان روس مطمئن ہیں یا نہیں
فرانس پر انقلاب کے کئی دور گذر چکے ہیں، اول شخصی حکومت تھی، نپولین نے جمہوریت اول اول قائم
کی، مگر ملک کے حسب حال نہ ہوئی، خود بادشاہ بن بیٹھا، اس کے بعد پھر لوئیں متمکن ہوئے،
اور دوبارہ انقلاب ہو کر جمہوریت قائم ہوئی، سلطنت نے سو برس کے اندر اندر عروج و زوال کے
کئی جھٹکے کھائے، اب پھر وہاں کے باشندے نپولین جیسے شخص کے متلاشی ہیں، جمہوریت کی ضرورت
سے زیادہ انفرادی آزادی روشنی طبع ثابت ہو چکی ہے، جرمنی کے اجزائے پریشاں کو فریڈرک
اعظم اور بعد ازاں پرنس بسمارک نے مجتمع کیا، جرمنی کے ان ہر دو متعلقین نے جرمنی کو جنگجوئی کا سبق
ضرورت سے زیادہ ازبر کرا دیا، چنانچہ سنہ ۱۹۱۹ء میں یہ پہلوان اپنے زعم میں خود چت ہو گیا، سلطنت
کی پالیسی پر بجائے قوم کی آواز کے قیصریت حاوی تھی، اب وہاں جمہوریت ہے، مگر قیصر کے حق میں
بھی قوم کے خیالات دوبارہ پلٹ رہے ہیں، ان ہر سہ ممالک کے نظام سلطنت کی تبدیلیاں
اس امر کی بین دلیل ہیں کہ وہ نظام خود وہاں کے باشندوں کے حسب حال نہیں، چونکہ سلطنت
کے ہاتھ میں حیات قومی کی باگ ڈور ہوتی ہے، بدیں وجہ اس کی تبدیلی کا قوم پر زبردست اثر ہوتا ہے
یا تو وہ قوم کو پیچھے ہٹا دیگی یا ترقی میں عجلت پیدا کر دیگی، مگر عجلت ترقی کی مثال اس دیوار کی سی
ہوتی ہے جو جتنی جلد بنتی ہے اتنی ہی جلد گر جایا کرتی ہے، مثلاً نپولین کے زمانہ میں فرانس کی یہی
حالت ہوئی، اور ہندوستان میں نان کوآپریشن کو بھی یہی دن دیکھنا نصیب ہوا، مگر بخلاف
اس کے انگریزی نظام سلطنت کے اصول اساسی اب تک رہی ہیں، جو رعایا اور بادشاہ کی اختلاف

کے بعد "ریسٹوریشن" سنہ ۱۶۶۰ء سے قائم ہوئے ہیں، اگرچہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ نظام مقتضیات وقت کو ضرور قبول کرتا رہا ہے، جس سے اس پر مزید صیقل ہوتی گئی، مگر اعتدال، اصول و برآمد درست آمد اور سلامت روی کو کبھی نظر انداز نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ سوائے نو آبادیات امریکہ کے اب تک انگریزوں کے قبضے میں جو ملک آگئے ہیں، ان میں سے ایک بھی نہیں نکلنے پایا، قدم دیر میں مگر مضبوط رکھنا عزم بالجزم اور دنیا کے انسانوں کی مختلف النوع طبائع کا صحیح اندازہ انگریزی نظام کی امتیازی شان ہے، نیز کسی قوم کے نظام سلطنت کا کہنہ مشق ہونا اس قوم کے لئے زبردست معنی رکھتا ہے، اس منجھے ہوئے نظام کے ماتحت قوم کا جو قدم شاہراہ ترقی پر اٹھے گا۔ وہ صحیح اٹھے گا۔ زمانہ کے دیرینہ سرد گرم اٹھا چکنے کے بعد بہترین زمانہ شناسی اور معاملات کی پرکھ آجاتی ہے مختصراً ہم اسے یوں سمجھتے ہیں کہ ایک ہی تجارت کا تجربہ کار، وکہنہ مشق تاجر جس نے بیس قسم کی مختلف تجارتیں کیں مگر ماہر ایک کا بھی نہ ہوا،

مان لیا کہ وہ ملکی غداری کے پرانے زمانے جاتے رہے، جس کے خمیازے ہندوستان کو اٹھانے پڑے ہیں اور نہ معلوم کب تک اٹھانا پڑیں گے، مگر سوال تو موجودہ دور قومیت کا ہے، جبکہ ہندوستان میں بھی قومی تنظیم اور آزادی کی چیخ و پکار سے کان گنگ ہوئے جاتے ہیں، آزاد سلطنت جس کی آرزو موجودہ زمانہ میں ہندوستان کر رہا ہے، بذات خود ایک بڑی انجمن ہوا کرتی ہے، اور اس کے چلانے کے واسطے خلوص، ایثار، اشتراک عمل وغیرہ شرائط ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستان چھوٹی سے چھوٹی بھی کتنی انجمنوں کو ان اصول پر چلا رہا ہے، جن کے ماتحت اتنی وسیع انجمن "سلطنت برطانیہ" خوش اسلوبی سے چل رہی ہے، ہندوستان کے ہاتھ میں بڑی سے بڑی انجمنیں، تعلیم گاہیں ہیں، مگر کتنی ایسی ہیں، جہاں ان کے مفاد کو پامال کر کے ذاتی منفعت نہ تلاش کیجاتی ہو، اس کا جواب ہر منصف مزاج ہندوستانی کا دل دیگا،

عذر تقصیر پچھلے دنوں ہم جن مشکلات میں رہے ان کا تذکرہ اپنی پریشانی اور آپ کی تکلیف کا باعث ہوگا، اس لئے ہم اس کی تفصیل کو نظر انداز کرتے ہوئے ان برادران قوم سے عذر خواہ ہیں جن کے خطوط کے جواب سے ہم قاصر رہے، امید ہے کہ احباب اس تکلیف کے لئے جو انہیں ہماری طرف سے خطوط کا جواب نہ پانے کی وجہ سے پہونچی معاف رکھیں گے،

نیازمند منیجر،

حورِ سحر

سکوتِ شب کی اخیر جھلکی، سحر کا پیغام لا رہی تھی
سپیدۂ صبح کی تجلی، افق کے پردوں سے آ رہی تھی

بساطِ عالم سے چاندنی نے سپید دامن اٹھا لیا تھا
مہِ درخشاں کے روئے روشن نقابِ مشرق چھپا رہی تھی

ڈھلک رہے تھے دُرِ منور گلوئے مینائے اخضریں سے
عروسِ ناز آفریں شفق کی لبِ افق مسکرا رہی تھی

لہک رہا تھا حسین سبزہ ہوا کے پُر کیف جزر و مد سے
گلوں کی عنبر طراز نکہت چمن کو جنت بنا رہی تھی

نہالِ تازہ لچک رہے تھے سپید کلیاں چٹک رہی تھیں
مہک رہی تھی فضائے گلشن شمیم کوثر لٹا رہی تھی

کنارِ جو میں بکھر رہے تھے صبیح اوراقِ سیم گویا
حسین موجوں کے آئینوں میں شعاعِ خور جھلملا رہی تھی

حسین چڑیاں پھدک رہی تھیں طیورِ رنگیں تھے نغمہ پیرا
یہ سرو نازاں سپید قمری بصد طرب چہچہا رہی تھی

پروں کو اپنے جھٹک رہے تھے بشوق مرغانِ صبح آرا
سپید مرغابیوں کی سیمیں قطار مشرق کو جا رہی تھی

کلیلیں سبزہ پہ کر رہے تھے ہرن مسرت میں مست ہو کر
حسین بھونروں کی نغمہ زائی شرابِ وحدت پلا رہی تھی

پہاڑیوں کے خموش دامن بہارِ رنگیں بنے ہوئے تھے
لطیف پُر کیف وادیوں سے شمیمِ فردوس آ رہی تھی

ادھر تھا نورِ سحر کا جلوہ طلوعِ خورشید زر فشاں سے
ادھر وہ نورِ نگاہِ صحرا سحر کی زینت بڑھا رہی تھی

گروہ بھیڑوں کا سر جھکائے خموش و آہستہ آ رہا تھا
حسین و معصوم گلہ بانہ نگاہ بانی میں آ رہی تھی

طلوعِ خورشید ہو رہا تھا، خرامِ سادہ کی جنبشوں سے
نگاہِ معصوم کی لطافت فضا میں کلیاں لٹا رہی تھی

سپید دانتوں کی بجلیوں میں حسین تارے چمک رہے تھے
عفیف و معصوم مسکراہٹ سحر کی نزہت لٹا رہی تھی

لبوں کی معصوم جنبشوں میں نہاں تھی کچھ نغمہ ہائے شیریں
جھکائے سر بے نیاز یعنی وہ زیرِ لب گنگنا رہی تھی

تھی بے نیازی عجب اس کو نگاہِ نرگس کی کیفیت سے
رخِ نگاریں کی نزہتوں کی خبر نہ اس کو ذرا رہی تھی

سرور آنکھوں سے تھا نمایاں تھی بھولی بھولی ہنسی بہ نیر
عفیف بے ہوش و والہانہ خوشی میں بیٹھی پرے منکا رہی تھی

خبر نہ تھی اس کو ماسوا کی نگاہِ عالم کی تھی نہ پروا
خودی سے مطلق نہ تھا تعلق بے نیازانہ گا رہی تھی

یہ بے نیازی یہ خاکساری یہ شوقِ محنت یہ روئے خنداں
رموزِ مخفی ہیں زندگی کے ہیں رازہائے حیاتِ پنہاں

رابعہ پنہاں

اعلیحضرت آصفجاہ سابع

گر دل دوست بحسر و کان باشد
دل دوست خدائیگان باشد

نپولین اعظم شہنشاہ فرانس فخریہ کہا کرتا تہا، کہ آنے والی نسلیں "قانون نپولین" کی بدولت فراموش نہ کرینگی۔ بنظر غور سے دیکہا جائے، تو مشرق کا ہر شاہ و شہریار کسی نہ کسی ابدیپوند خدمت خلق اور انتظام مملکت کے باعث بجا طور پر شہرت دوام کا حقدار پایا جائیگا، ہندوستان کی تاریخ کیا ہندو راج کی، کیا مسلم شاہی کی ایسے کاموں سی بہری پڑی ہے۔ شاہان مغلیہ جن کی عظمت و اقتدار پر ہندوستان ابتک خونیں آنسو بہا رہا ہے، زندہ جاوید کارگذاریوں کے بانی ہوئے، خدا ان کے مزاروں پر انوار رحمت برسائے۔ ہر بادشاہ اپنی رنگ میں نرالا تہا ظہیرالدین محمد بابر بانی سلطنت نے اگر باغوں اور گلزاروں کیطرف توجہ کر کے اپنی مملکت کو ایک سدابہار پہلواری بنا دیا تہا، تو ہمایوں شاہ نے باوجود جنگی تگ و دو صحرانوردی اور بے سر و سامانی کے رعایا کی خوشحالی اور ہندو مسلم اتحاد کی مضبوطی کا وہ لاجواب سبق اپنی اولاد کو دیا جس کی بدولت اخیر دم تک خاندان مغلیہ نے یہ ثابت نہ ہونے دیا، کہ دولت مغلیہ کا تعلق مسلمانوں سے زیادہ تہا یا ہندوؤں سے بلکہ بے تعصبی اور رواداری پکار پکار کر کہہ رہی تھی، کہ دونوں اس سلطنت کے گوہر شب چراغ ہیں، دونوں حکومت کے قوت بازو، دونوں ملک کی دو آنکہیں، یہ کہنا دشوار تہا کہ کس کا حق مرجح تہا اور کس کا کم، ہمایوں نے جو دستور العمل اپنی پسماندگان کے لئے تیار کیا تہا، جب تک ملک میں اس پر عمل رہا، کبہی نکبت و ادبار نے اپنا منہ نہیں دکہایا، آج بہی دولت آصفیہ دکن میں انہیں روایات قدیم کا جلوہ پرتو فگن ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہے، کہ اس وقت بہی وہاں چہوٹے بڑے مگر ۵۳۴ مسلمان ۶۳۲ ہندو اور ایک پارسی جملہ ۱۱۶۷ جاگیردار معہ سوا کروڑ ڈیڑہ کروڑ رعایا کے دعاگوئے دولت و اقبال ہیں،

اکبر نے باپ دادا دونوں سے بڑہ کر میدان حکومت میں بازی اری مگر سچ پوچہئے تو جس خاص چیز نے اسے شہرت دوام بخشی ہے، وہ علاوہ ہندو مسلم اتحاد کے قوانین مال

گنواری کی تدوین اور ملکی ہندوستان کی تکمیل ہے اور نپولین اعظم کیطرح ہندوستان کا یہ ان پڑھ بادشاہ بھی اپنی "آئین اکبری" کی بدولت دنیا کے مشہور ترین قوانین دان و قانون ساز مدبروں کی فہرست میں اول درجہ کا شمار کیا جائیگا، اس کے بعد جو بادشاہ بھی گذرے کسی نہ کسی بات میں ید طولیٰ رکھتے تھے، جہانگیر اپنی آرائش و زیبائش کے باعث اگر مشہور ہے، تو شاہجہان اپنی فردوس مثال عمارتوں اور صناعیوں کے لئے یادگار زمانہ ہے، محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ گو زمانہ نے بہت ہٹ دھرمی کی ہے اور اس کو متعصب مشہور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ آج بھی بنارس، الہ آباد، متھرا وغیرہ مشہور ترین تیرتھوں میں جتنی معافیاں ہندو مہنتوں اور پجاریوں کو ملی ہیں، وہ سب اسی شہنشاہ عالی مرتبت کی منت پذیر احسان ہیں، اگرچہ آج انگریزی مورخوں کی غیر مستند تاریخی کتب نے اسکی ساری خوبیوں کو چھپاکر ساری دنیا کی بدنامی اور تعصب کی داستانیں مشہور کردی ہیں، مرحوم علامہ شبلی نے بہت جلکر فرمایا

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

دولت آصفیہ آج اسی گذری ہوئی سلطنت مغلیہ کی باقیات الصالحات میں سے ہے اور اب بھی بجا طور پر اس بات کا فخر کرسکتی ہے کہ اس نے مشرق کی قدیم روایات کو زندہ اور قائم رکھا ہے، اور موجودہ فرمانروا نے اپنے حسن انتظام سے باوجود تمام دشواریوں اور ریشہ دوانیوں کے ابدی یادگاریں قائم کردی ہیں، جنہیں دیکھتے ہوئے زمانہ آئندہ کے ہندو بیساختہ پکار اٹھیں گے، کہ "نواب میر عثمان علی خان اپنے عہد کا دیا ساگر ہے" وہی دریائے موسیٰ جو اعلحضرت کے بزرگوں کے عہد میں نمونہ قہر ایزدی تھا اور جس کی شان میں اس وقت کے شاعر نے یہ کہا تھا، کہ

اے نامراد ندی تجھ پر غضب خدا کا
الٹا ہے تو نے تختہ یاران آشنا کا

آج خود اس کا تختہ الٹ گیا اور بجائے "قہر خداوندی" کے "یاران آشنا" کے لئے "عثمان ساگر" اور "حمایت ساگر" کی صورت میں آب رحمت ثابت ہو رہی ہے، حقیقت یہ ہے، کہ ہز اگزالٹڈ ہائی نس کے یہ کارنامے "عثمان ساگر" "حمایت ساگر" اور مانجرا ندی کی آصف نہر و محبوب نہر اور نظام ساگر کی تین سو میل کی نہر آبرسانی کے وہ وسیع ذرائع ہیں، جن کے لئے مملکت دکن ہمیشہ اعلحضرت کی رہین منت رہیگی، شہنشاہی شخصیتوں کی پرورش میں شہرت تا مدکہتی

رکھتی ہیں، مگر آصف جاہ سابع کا عہد اس معاملہ میں تمام شہنشاہیوں سے اس خاص معاملہ میں بازی لے گیا ہے کہ بجائے افراد اور شخصیتوں کے یہاں عوام اور جمہور کی نفع رسانی کا سامان ہے، ممکن ہے کہ "عثمانیہ یونیورسٹی" اور دار الترجمہ کے قدر دان اس دور کی علمی ترقیوں کو ہز اگزالٹڈ ہائی نس کا بہترین کارنامہ سلطنت قرار دیں، اور اس لحاظ سے "سلطان العلوم" کے نام سے پکاریں، مگر آئندہ مورخ تو یقیناً انہیں "دریا ساگر" یا "بحر العلوم" کے نام سے یاد کریگا، اور تعجب نہیں جو اپنی ممالکت کی سرسبزی دیکھکر خود اعلحضرت بھی بارگاہِ باریتعالےٰ میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے پکار اٹھیں کہ ؎

ہر نخل بر ومند ہو یا حضرت باری
پھل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری

(حمایت اسلام)

دولت آصفیہ کے خلاف شرارتیں

دولت ابد مدت آصفیہ کے خلاف معاند ہندوؤں کا ایک گروہ مدت سے شرانگیزیوں میں معروف ہے اور اس گروہ میں مہاراشٹر کے ہندو سب سے زیادہ شامل ہیں، آج سے کچھ مدت پیشتر ان لوگوں نے ایک نام نہاد کانفرنس بنائی تھی، جسے باشندگان ریاست حیدرآباد کی کانفرنس بتایا جاتا ہے اور جس کے اجلاس عموماً بمبئی میں منعقد ہوتے ہیں، اس نام نہاد کانفرنس کے عنادکیش عہدہ داروں نے پچھلے دنوں ریاست ہائے ہند کی تحقیقاتی کمیٹی کو ایک تار دیا جس میں کمیٹی سے درخواست کیگئی ہے کہ وہ اپنی روئداد میں اس بات پر خاص زور دے، کہ جب کسی ریاست میں بدنظمی رونما ہو تو حکومت اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر نہیں لے بلکہ مختار ہو۔ اس درخواست کی وجہ یہ بیان کیگئی ہے، کہ دولت آصفیہ کے انتظام میں "خرابیاں" ہیں، تحقیقاتی کمیٹی نمائندگان کانفرنس کو اپنی شکایات پیش کرنے کا موقع دے، "تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ برطانوی حکومت کا ریاست کے اندرونی معاملات میں دخل دینا کیسے ضروری ہے" معلوم ہوا ہے کہ اس نام نہاد کانفرنس نے اپنے ایک اجلاس میں حیدرآباد کے متعلق بعض شکایات

متعلق ایک قرارداد بھی منظور کی ہے، جو اس وقت تک ہمارے پاس نہیں پہونچی، لہذا ہم اسکی نسبت سردست تفصیلی تبصرہ سے معذور ہیں، اور صرف یہی ظاہر کردینا کافی سمجھتے ہیں، کہ معاندہ ہندوؤں کی یہ ذہنیت ہے جس کے ساتھ وہ ہندوستان کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے کے متمنی ہیں، ان صفحات پر اعلحضرت میر عثمان علی خان بہادر فرمانروائے دولت آصفیہ کے حسن انتظام و رعایا پروری، رواداری اور بے نفسی کے متعلق بارہا مفصل مضامین شائع ہوچکے ہیں اور ہندوستان کے طول و عرض میں سے ایک شخص بھی اس ذات گرامی کے محاسن سے اس وقت تک انکار نہیں کرسکتا، جب تک حق، انصاف اور راست گوئی سے کلیتہً قطع علائق نہ کرلے، اعلحضرت میر عثمان علی خان بہادر خاندان آصفیہ کے بہترین فرمانروا ہیں، اور ہندوستان کے کسی والئ ریاست نے آج تک اپنی ریاست کو اتنی عظیم الشان برکات سے معمور نہیں کیا جتنی کہ حضور ممدوح کی ذات گرامی سے حیدرآباد کو گذشتہ پندرہ سولہ سال کی مدت میں حاصل ہوچکی ہیں، لہٰذا چونکہ اعلحضرت مسلمان ہیں دین قیم کے حلقہ بگوش ہیں، اسلام سے رشتہ اختصاص رکھتے ہیں، اس لئے سیواجی کی داتانوں میں پرورش پائی ہوئی ذہنیتیں ان کے تمام محاسن کو پس پشت ڈالکر جھوٹے افسانوں اور ازسرتاپا باطل قصوں کی اشاعت سے باز نہیں رہ سکتیں، اور ہرقسم کی شرارتوں کو نہ محض جائز بلکہ ضروری اور واجب گردانتی ہیں، ہم اس نام نہاد کانفرنس کی کارروائی پر مفصل تبصرہ کو اس کی منظور کردہ قرارداد کے سامنے پر موقوف رکھتے ہیں، لیکن ذمہ دار ہندوؤں سے اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس قسم کی ناپاک شرارتوں کا سلسلہ جلد سے جلد بند ہوجانا چاہیئے، ہندوستان کا کوئی مسلمان اعلحضرت حضور نظام کے خلاف ایک لفظ سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا علی الخصوص اس لئے کہ ہر ممدوح ہر اعتبار سے بہترین فرمانروا ہیں، رات دن ریاست کی فلاح و بہبود میں اس درجہ ساعی ہیں، کہ آج کوئی دیسی فرمانروا آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا اگر ایسے جلیل القدر افراد بھی محض مسلمان ہونیکی وجہ سے شرمناک غلط بیانیوں کے تختہ مشق بنائے جاسکتے ہیں، تو پھر اتحاد ہندو و مسلم کا دعویٰ محض ایک دھوکا اور فریب ہی، کسی مسلمان نے آج تک کسی ہندو ریاست کے خلاف اس قسم کا معاندانہ پراپگینڈا نہیں کیا لیکن ہندو ہیں کہ ہر جگہ ہر مسلمان والئے ریاست کے خلاف ہر لحظہ تیار رہتے ہیں کبھی اعلحضرۃ نواب صاحب بھوپال کے خلاف زہر ٹپکایا جاتا ہے، کبھی کسی امور کے خلاف اور اعلحضرت

حضور نظام کی مخالفت تو گویا ان کی زندگیوں کا اہم مقصد ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ حکومت کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، معاند ہندؤں کی یہ ذہنیت سخت بری اور سخت قابل نفرت ہے، لیکن ذمہ دار ہندو اس کے علاج کی کوئی تدبیر اختیار نہیں کرتے

مسلمانوں نے ہر نازک موقع پر ہر ہندو ریاست کی تائید وحمائت میں آواز اٹھائی ہے، مہاراجہ اندور کا معاملہ سب کے سامنے تھا، لیکن جب حکومت کیطرف سے ان پر سختی کی گئی تو تمام اسلامی جرائد نے مہاراجہ کی حمائت کی، مہاراجہ نابھہ کا معاملہ سب کے سامنے ہے، مسلمان ابتدا ہی سے بیک آہنگ مہاراجہ کی حمائت کر رہے ہیں، لیکن ہندو ہیں کہ جب کبھی بولتے ہیں، تو مسلمانوں کے خلاف ہی بولتے ہیں اور عام طور پر بالکل غلط باتیں کہتے ہیں، بالکل بے بنیاد قصے سنانے شروع کر دیتے ہیں اور بالکل غلط افسانے تراشنے لگتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک کسی شخص کا گناہ "اسلام" انتہائی انسانی محاسن کے مدارج طے کرنے پر قابل معافی نہیں، ریاست ہائے ہند کی کمیٹی کے ارکان پر واضح ہو جانا چاہیئے کہ اس نوع کے بے سروپا تار اور مہمل مخالفتیں قطعاً شائستہ "اعتنا نہیں ہیں اور ایسی باتوں کو وجہ مداخلت بنانا کسی حالت میں بھی صحیح نہیں،

ہندوستان میں حضور نظام کے کروڑوں نیاز مند موجود ہیں، ان سب کا فرض ہے کہ وہ اس نام نہاد کانفرنس کی سخت سے سخت مذمت کریں، اور ریاستہائے ہند کی کمیٹی پر اس کی بے حقیقتی کو اچھی طرح ظاہر کر دیں، ذمہ دار ہندؤں کو بھی اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیئے،

"انقلاب"

اگر آپ

القریش کی توسیع اشاعت کے لئے اب بھی کوشش نہ کریں گے تو اس کا جاری رہنا سخت مشکل ہو جائیگا گذشتہ سال سے یہ برابر خسارہ میں جا رہا ہے اور اب صورت حال ناقابل برداشت ہوئی جاتی ہے، ہم نے کئی دفعہ دو، دو خریداروں کا مطالبہ کیا ہے، لیکن افسوس کہ القریش کے ناظرین اس معمولی فرمائش کو بھی پورا نہیں کر سکے، اگر اب بھی آپ توجہ نہ دیں گے، تو ہم سمجھیں گے، کہ القریش کی آپ کو ضرورت نہیں،

نیاز مند مینجر،

آگرہ کانفرنس

"زمیندار" کے دو مراسلے

عنوانِ بالا سے ذیل کے دو مراسلے روزنامہ زمیندار میں شائع ہوئے ہیں، ہم انہیں ناظرینِ "القریش" اور دردمندانِ قریش کی واقفیت کے لئے یہاں درج کرتے ہیں تاکہ نام لیوایانِ قریش کو اپنی "قومیت" اور "نسب" پر بدنام کنندہ نکو نامے چند" کی یورشیں معلوم ہوجائیں۔ ان دونوں کے جواب میں "زمیندار" میں "آگرہ کانفرنس اور قریشیانِ پنجاب" کے عنوان سے ہمنے جو تحریر بھیجی ہے، وہ بھی ناظرین کے ملاحظہ کے لئے "شذرات" میں درج کردی گئی ہے، ہماری غفلتیں رنگ لارہی ہیں اور ہنوز لاتنگی، کیا برادرانِ قریش تحفظ ناموس کے لئے ان تازیانوں سے بھی بیدار نہ ہونگے؟

(۱)

بعض اخبارات میں محولہ فوق عنوان سے ایک اطلاع بہرہ اشتہارات میں نظر سے گذری، جو مظہر ہے کہ جمعیت القریش ہند کا اجلاس بکمال طنطنہ وطمطراق اکبرآباد (آگرہ) میں ۶، ۷ اور ۸ اپریل ۲۵ء کو منعقد ہوگا، لیکن ہنوز یہ امر تشنۂ اظہار ہے، کہ جمعیت القریش ہند سے کونسی جماعت مراد ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اطراف وجوانب ملک میں نہ صرف مختلف الانواع مجالس ومتنوع الاغراض محافل قائم ہوچکی ہیں، بلکہ اکثر ایک ہی نام سے متعدد جماعتوں کا ایجاد واختراع عمل میں آچکا ہے، اور نہ پنجاب قریشی جماعتوں کو لیجئے، ان میں اگر ایک طرف قدیم قریش کی ایک جماعت امرتسر ولاہور کے مضافات میں موجود ہے، تو دوسری جانب ہمارے ان پرجوش برادرانِ ملت اور بہی خواہ اسلام لحم فروشان اور بجارِ حرم کی جمعیت ہے جس کے اکثر افراد آڑے وقت میں اسلام کے کام آتے رہے، یا ورائے ازیں حال ہی میں ایک جماعت "مراثیوں" کی کتم خیال

سے منصۂ شہود پر اسی نام کے زیر عنوان جلوہ گر ہوئی ہے ، ہر جماعت کو ادعا ہے کہ وہ اسی قبیلہ
سے منسوب ہے جس کی نسبت مذکور ہے ، کہ اَحِبُّوا قُرَیشاً فَاِنَّہٗ مَن اَحَبَّھُم اَحَبَّہُ اللّٰہ
(ترجمہ ، قریش سے محبت کرو کیں ، جو شخص ان سے محبت کرتا ہے ، خدا اس سے محبت کرتا ہے ،

پس بامعانِ نظر یہ امر منکشف ہو جاتا ہے ، کہ قریش سے حقیقتاً کون سی جماعت مراد ہے ،
مگر ہم یہاں یہ حقیقت بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مرورِ دہور سے مسلمانوں کے قلوب و
اذہان جہاں اور بہت سے نقائص سے متاثر ہو چکے ہیں ، وہاں وہ ہمہ وقت اسی خیال میں
منہمک رہتے ہیں ، کہ آغازِ کار سے قبل کسی بڑے نام کا بت تراشا جائے ، آج ہر شخص سید القوم
خادمھم کی ہلم کو فراموش کرکے مخدوم بننے کا متمنی نظر آتا ہے اور جہاں دیکھو فعال کی جگہ قوال
کا حشرات الارض بہزار فراوانی تو موجود ہے ، لیکن احسابکم اخلاقکم وانسابکم اعمالکم
(ترجمہ ، تمہارے حسب تمہارے اخلاق ہیں ، اور تمہارے نسب تمہارے اعمال کی حکمت بالغہ کو
کلیتہً نظر انداز کر دیا جاتا ہے ، زمانہ جاہلیت میں اس قبیل کی فخاریاں اور تعلیاں درخورِ اعتنا تھیں
بھی ، لیکن آفتاب اسلام طلوع ہوتے ہی ایسے تمام ظلمات کے پردوں کو جن سے ایک قوم کو دوسری
قوم پر محض بربنائے اوصاف عالی نسبی ترجیح بلا مرجح حاصل ہوا کرتی تھی چاک کر دیا ، ایک مرتبہ
کا ذکر ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت فاروق اعظم اور حضرت بلال
رضی اللہ عنہما کسی جگہ تشریف فرما تھے ، حضرت فاروق اعظم نے حضرت بلال سے جو حبشی النسل
تھے ، مزاحاً یہ کہا ، کہ یا بلال انت اسود یعنی اے بلال تم سیاہ رنگ یعنی حبشی ہو ،
اور حبشی دورِ جاہلیت میں غلام ہوا کرتے تھے جو ذلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ، جو بات جونہی
جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک پہونچی آپکا چہرہ مبارک مارے غصہ کے تمتما
اٹھا ، آپ نے فرمایا ، اے عمر تم سے ابھی جاہلیت کی بو آتی ہے ، حضرت عمر رض پر اس فرمان حقیقت
ترجمان نے برقِ خاطف کا کام کیا ، آپ معاً فرش زمین پر گر پڑے ، چنانچہ آپ رض زمین پر لوٹتے
اور رو رو کر یہ کہتے جاتے تھے ، کہ مجھ سے یہ کیا غلطی سرزد ہوئی ، جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کے قلب مبارک کو صدمہ پہونچانے کا موجب ہوئی ، حضرت بلال رض حضرت عمر رض کو اس حالت
میں دیکھ کر ہر چند چاہتے تھے ، کہ حضرت عمر رض زمین سے اٹھ کھڑے ہوں ، لیکن کچھ بات بنائے
نہ بنتی تھی ، بالآخر حضرت عمر رض اس امر پر رضامند ہوئے ، کہ اگر حضرت بلال رض اپنی جوتی کی نوک
زمین پر ٹیک کر میرے سر پر رکھ دیں ، تو میں اٹھ سکوں گا ، حضرت بلال رض کو ایسا کرنے سے ادب

مانع تھا۔ کیونکہ آپ حضرت عمر رضؓ کے غلام رہ چکے تھے، لیکن حضرت عمر رضؓ ماسوائے اس شرط کے کسی اور طریقے سے رضامند نہ ہوتے تھے، چار و ناچار حضرت بلال رضؓ جس وقت اپنی جوتی کی نوک زمین پر ٹیک کر حضرت عمر کے سر کو زمین سے اٹھایا تو اٹھے، بخوف اطناب ہم یہاں اس ایک واقعہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں، ورنہ اس قسم کے صدہا روح افزا واقعات سے تاریخ اسلام مالا مال ہے، اب یہاں دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا شئے تھی جس نے بلال حبشی کو نیچی خاک مذلت سے اٹھا کر حبشی آسمان رفعت تک پہونچا دیا تھا، کہ صحابہ کبار کی زبان سے حضرت بلالؓ سیدی، سیدی کے مفتخر اعزاز سے نوازے گئے اگر آپ بلال حبشی کے محاسن و مناقب کا بغور مطالعہ کرینگے تو آپ پر منکشف ہو جائے گا۔ کہ وہ محض نیک کرداریاں اور سعادتمندیاں تھیں، جنہوں نے ان کی علوے مرتبت و جلالت شان میں اسلام لانے کی بعد چار چاند لگائے تھے، سچ ہے، ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اسی اسلامی مساوات کا عطر کسی شاعر نے ذیل کے دو اشعار میں کھینچکر رکھدیا ہے ؎

تو اے کودک منش خود را ادب کن
مسلمان زادۂ ترک نسب کن
برنگ احمر و خون و رگ و پوست
اگر نازد عرب ترک عرب کن

لیکن آج ہماری وارڈوں حالتی سے جو شخص اور جو فرقہ اصلاح اصلاح قوم کے بلند بانگ دعاوی کے بل پر بل کھا کر اٹھتا ہے، اس کا اولین مطمع نظر انبیا، و رسل علیہم السلام سے سلسلہ نسب ملانا ہوتا ہے، گو عمل کی جانب سے وہ خالی بداماں ہی کیوں نہ ہو،

بہرکیف دعوت جلسہ سے قبل ہم کارکنان آگرہ کانفرنس سے مستدعی ہیں، کہ وہ اس راز درون پردہ کے چہرہ سے نقاب الٹیں کہ ان کی جمعیت کس جمعیت القریشؓ سے متعلق ہے۔ ہم کو موثق ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جمعیت ہذا کے اکثر و بیشتر اراکین کا طغرائی امتیاز حکومت کی کاسہ لیسی کا مترادف ہے اور آگرہ کانفرنس میں مقاطعہ یا عدم مقاطعہ سائمن کمیشن کا مسئلہ بھی پیش ہو نیوالا ہے، جہاں تک قرائن و حالات سے پتہ چلتا ہے اس کانفرنس میں سبع سیارہ سائمن کے استقبال کے لئے دیدۂ دل فرش راہ کئے جانے

کی قرار داد منظور کی جائیگی، اور آگرہ سے یہ اسیر وقعہ کی آگ، تمام ہندوستان میں منتقل ہوگی اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہوا تو ہم قریش کی غیر تمندانہ اور مجاہدانہ روایات کے خلاف طرز عمل اختیار کرنے پر اس جمعیت کے متعلق معکوس استناع پر مجبور ہونگے،

ناظم ہائی ریسپشن

(محمد عمر نعمانی ایڈورڈ گنج شملہ)

(۲)

پچھلے دنوں زیر عنوان "آگرہ کانفرنس" ایک مضمون اخبارات میں اشاعت پا چکا ہو جس میں مرقوم تھا، کہ "جمعیت القریش ہند" کا دوسرا سالانہ جلسہ ۶، ۷ اور ۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو آگرہ میں منعقد ہوگا جملہ قریشیان ہند سے استدعا ہے کہ وہ اس کانفرنس میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں"

مضمون مذکور کو پڑھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ یہ جمعیت القریش کس قسم کے قریشیوں کی جماعت ہے، کب قائم ہوئی اور کن اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھ کر عدم سے وجود میں آئی ہے، چنانچہ ۱۹ اپریل کے زمیندار میں جناب محمد عمر صاحب نعمانی شملہ کا ایک مکتوب گرامی شائع ہوا جس میں موصوف نے اس جمعیۃ القریش کی قلعی کھولی ہے، اور یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے، کہ یہ جمعیت "مراثیوں" کی ایک جماعت ہے اور انہوں نے محض عام میں اثر پیدا کرنے کے لئے اس کا نام "جمعیۃ القریش" رکھا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے، کہ ان کو قریشیوں کے ساتھ دور کی نسبت بھی نہیں ہے،

یہ امر خصوصیت سے محتاج توجہ ہے، کہ اس کانفرنس میں "سائمن کمیشن" کے ساتھ تعاون کی قرار داد منظور ہونیوالی ہے اور قریش اس بہادر اور آزاد قبیلہ کا نام ہے جس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے اور اسی قبیلہ نے دنیا کو آزادی کا پیغام دیا، قریش اپنی گردنیں کٹوا لیتے تھے، شہید ہو جاتے تھے، مگر کسی غیر مسلم کے آگے نہ جھکتے تھے، یہ معلوم کرکے سخت افسوس ہوتا ہے، کہ نام نہاد "جمعیۃ القریش ہند" آستانہ سائمن پر جبیں سائی کرنے کی قرار داد منظور کرنیوالی ہے، کیونکہ جمعیت مذکور کی یہ حرکت قریشیت کے نام پر ایک بدنما داغ ہے،

اس لئے میں "انجمن قریشیان پنجاب" لاہور و "خاندان قریش جالندھر" کے ذمہ دار عہدیداران سے خصوصاً اور جملہ قریشیان سے عموماً التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے آبا و اجداد کی گذشتہ روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے آزاد اور بہادر نام پر یہ داغ نہ لگنے دیں اور اس کو ابھی سے دھو ڈالیں

یعنی اس منظور ہو نیوالی قرار داد سے اظہار بیزاری کریں اور یہ حقیقت عالم آشکارا کریں کہ یہ نام نہاد جمعیۃ القریش میراثیوں کی ایک جماعت ہے اور اس قسم کی قرار داد منظور کر نیوالی ہے، اور قریشیوں کو اس قرار داد سے کوئی نسبت نہیں ہے، امید ہے کہ میری یہ استدعا خالی نہ جائیگی

لدھیانہ ۱۵ اپریل ۳۶ء } ڈاکٹر محبوب العالم قریشی دندان ساز

انتقال پر ملال

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

نیازمند کی ہمشیرہ چند ماہ سے مختلف امراض میں مبتلا تھی، ڈاکٹری اور یونانی معالجوں کے باوجود مرض بڑھتا گیا، اور اخیر فروری میں اسکی حالت سخت نازک ہوگئی، مارچ کا مہینہ از بس پریشانی اور تکلیف میں بسر ہوا، آخر بیچاری دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر یکم اپریل کو ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوگئی،

اناللہ و انا الیہ راجعون

ناظرین کرام مرحومہ کے لئے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں،

نیازمند رونق

جن احباب

کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ سال آئندہ کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر مشکور فرمائیں، منیجر

مراسلت

مخدومی قاضی نظر حسین صاحب فاروقی اعزازی جنرل سکرٹری انجمن قریشیان پنجاب نے "آگرہ کانفرنس" سے متعلقہ مراسلات مندرجہ روزنامہ "زمیندار" سے متاثر ہوکر ذیل کی مراسلت بغرض اندراج "القریش" ارسال فرمائی ہے،

ناخدائے قوم جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ "القریش" زادعنایتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اقوام عالم کی تاریخ پر اگر ایک نظر غائر ڈالی جائے تو لامحالہ کہنا پڑے گا، کہ اگر کسی قوم کے قبضہ و تصرف سے دولت و ثروت اور حکومت کا نکل جانا اس کی ابدی جدائی اور دائمی محرومی کی دلیل نہیں، لیکن اگر کسی قوم سے اس کے خصائص آبادی مفقود ہو ہو جائیں اور وہ اسلاف کی شاندار روایات کو گلدستۂ طاقِ نسیاں بنا دے اور جن کارناموں میں اس کے آباد اجداد کی اقبالمندی کا راز مضمر تھا، ان کو یکسر بھلا دے تو اس قوم کے خذلان میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اچنانچہ یہی حال اس وقت سرزمین ہندوستان میں "قوم قریش" کا ہے، آپ نے اس خفتہ بخت قوم کو ہر چند بیدار کرنے کی انتہائی کوشش کی اور اس خطرے سے آگاہ بھی کیا، کہ "قوم سازی اور قریش گری کے سیلاب میں نسب" خطرہ میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار قوم کے مٹ جانے کا غالب اندیشہ ہے" لیکن بایں ہمہ افراد قوم ہمچناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند،

بعض ہندی نژاد قومیں "قریشیت" پر جس قدر مسلسل و پیہم یورشیں کر رہی ہیں، وہ محتاج تشریح نہیں اور یہ غنیمت ہے کہ صافتی پہلو میں "اولیت" کا سہرا آپ ہی کے سر ہے،

حال میں مولانا محمد عمر صاحب نعمانی نے ایک ضروری مسئلہ کی تنقید پر برمحل اور بروقت خامہ فرسائی سے قوم قریش پر احسان عظیم کیا ہے، میں چاہتا ہوں، کہ ناظرین

الغرض بھی اس سے مستفید ہوں اس لئے یہ کٹنگ ارسال خدمت کرتا ہوں دکسی دوسرا جگہ درج ہوچکا ہے۔ ایڈیٹر، آرزو کرتا ہوں کہ "اظہار رائے" کے ساتھ اسے شائع فرمادیجئے؛ دشنذرات میں اس سے متعلق چند سطور لکھدی گئی ہیں "زمیندار" میں بغرض اشاعت بھیجدی گئی ہیں، اظہار رائے کیا کریں، افراد قوم کی عجیب حالت ہے، مراثیوں کے دعوی قرشیت سے "نسب" خطرہ میں، اور یہ خاموش، کیا کہیں اور کیا کریں، خدا حافظ، ایڈیٹر)

آپکا مخلص

قاضی نظیر حسین فاروقی ارنیا ئرڈ مستوفی ریاست قلات
جنرل سکریٹری انجمن قرشیان پنجاب

گوجرانوالہ
۵۔اپریل ۱۹۲۸ء

انجمن قریشیان پنجاب
گوجرانوالہ

اہم قراردادیں

۵ مارچ ۱۹۲۸ء کو انجمن کا اجلاس زیر صدارت سید شریف حسین صاحب بی اے منعقد ہوا، اور ذیل کی قراردادیں باتفاق رائے منظور کی گئیں،

(۱) قلمرو برطانیہ کے عظیم الشان دار السلطنت لنڈن میں تعمیر مسجد کے لئے اعلیحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ نے پانچ لاکھ روپیہ کے گرانقدر عطیہ سے اسلام کا نام بلند کردیا کہ جس سے سرزمین انگلستان میں توحید الٰہی کی تبلیغ کا ایک شاندار مرکز قائم ہوگا، وہاں کی آئندہ نسلیں دولت ایمان حاصل کرینگی اور اعلیحضرت کا نام نامی رہتی دنیا تک دنیائے اسلام میں عزت و احترام کا سرمایہ دار رہے گا، اس لئے یہ جلسہ حضور ممدوح کی خدمت میں اپنا دلی شکریہ پیش کرتا ہوا صمیم قلب سے دعا کرتا ہے کہ واہب العطیات آپ کو عمر طبعی تک باحشمت و اقبال زندہ و سلامت رکھے، اور بیش از پیش خدمت اسلام

کی توفیق عطا کرے ،

محرک ، مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی ایڈیٹر رسالہ القریشی ، امرتسر

موئد ، مولانا غلام غوث صاحب صدیقی گورنمنٹ پنشنر ،

(۲) اہل اسلام کی اما نتوں کا جو روپیہ بنکوں میں جمع ہوتا ہے یا سرکاری تمسکات قرضہ میں لگا ہوا ہے ، اکثر مسلمان مذہبی بنا پر اس کا سود لینے سے احتراز کرتے ہیں ، اس لئے یہ جلسہ گورنمنٹ ہند سے استدعا کرتا ہے ، کہ ایسی رقوم کا زرسود مسلمانوں کی تبلیغی انجمنوں کے تفویض کیا جائے ، تاکہ اشاعت اسلام کے کام میں صرف ہو سکے ،

محرک ، پیر محمد شاہ صاحب فاروقی انگلش ماسٹر ،

موئد ، ڈاکٹر فیروز الدین صاحب قریشی ڈنٹل سرجن ،

(۳) ۱۴ فروری سنہ ۲۶ء کو نارنول لائن کے سٹیشن پر ایک مسلمان ٹکٹ کلکٹر کو ایک سکھ نے کرپان سے جس بےرحمی اور بیدردی کے ساتھ قتل کیا ہے ، اس کی رو سے اس سفاکانہ واقعہ نے مسلمانوں کو اپنے تئیں کرپان سے محفوظ رہنے کے وسائل پر غور کرنے کی ضرورت محسوس کرادی ہے ، اس لئے یہ جلسہ گورنمنٹ سے پرزور درخواست کرتا ہے ، کہ پنجاب بھر میں اہل اسلام کے لئے تلوار کو ایکٹ اسلحہ کے اثرات سے غیر مشروط طور پر مستثنیٰ کیا جائے ،

محرک ، قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ، ریٹائرڈ مستوفی ،

موئد ، قاضی فضل الٰہی صاحب عباسی ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر ،

جنرل سکرٹری ، انجمن ہذا

سالانہ رپورٹ

گذشتہ اشاعت میں انجمن کی سالانہ رپورٹ کے متعلق جو وعدہ کیا گیا تھا ، افسوس کہ وہ بوجوہ پورا نہ ہو سکا ، معزز ممبران انجمن اغتفار فرمائیں ، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد شائع کرنے کی کوشش ہو رہی ہے انجمن کی توسیع اور امداد کی جانب آپ کی توجہ خاص طور سے مبذول ہونے کی ضرورت ہے

اسسٹنٹ سکرٹری

متفرقات

ہلاکتِ امم کی ایک دردناک مثال

قدیم زمانہ میں آرمینیا کے ایک دامن کوہ میں ایک شہر "انی" آباد تھا جس کی آبادی ایک لاکھ نفوس پر مشتمل تھی، اس شہر کو صنعت و حرفت اور تجارت میں خاص شہرت حاصل تھی، امریکہ کی ایک مجلسِ علمی کی اس جماعت کا گذر اس شہر میں ہوا، جو مشرق ادنیٰ کے آثار قدیمہ کی تحقیق میں مصروف ہے، اس مجلس نے اس شہر کے متعلق ایک بیان شائع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس وقت اس شہر کی سرزمین پر صرف ایک راہب رہتا ہے، جو ایک شکستہ حال کلیسا میں مقیم ہے، اور اگر اس راہب کے ہم جلیسوں میں کوئی ہے، تو صرف اس کی ایک بلی اور ایک الّو ہے، فاعتبروا یا اولی الابصار،

اسلامی انجمنیں اور "بہرہ فکاہات"

"زمیندار" مورخہ ۷، اپریل کے بہرۂ فکاہات میں کارکنان انجمن حمایت اسلام کی اس گفتگو کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو انجمن مذکور کے دفتر میں ایک نو وارد کی موجودگی میں کیگئی تھی، انداز تذکرہ کچھ ایسا ہے، کہ کارکنانِ انجمن کے خلاف خواہ مخواہ نفرت کا ولولہ پیدا ہوکر رنج و غصہ سے دل معمور ہو جاتا ہے، اس قسم کے نوٹ لکھنے سے سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں، کہ اسلامی جماعتوں کی مخالفت کی جائے اور مسلمانوں میں پارٹی فیلنگ اور کشیدگی کے مرض کو ترقی دیجائے، ممکن ہے کہ دفتر میں کسی غیر ذمہ دار نے بیٹھے بٹھے کسی کے متعلق کوئی تذکرہ کیا ہو، اور کسی نیک نہاد نے سنا بھی ہو، لیکن اسباب کی کیا ضرورت تھی کہ اسے زمیندار کے بہرہ "فکاہات" میں رنگ آمیزی سے درج کیا جاتا اور پھر ایسے موقع پر جبکہ انجمن کا سالانہ جلسہ بالکل سر پر ہو، کیا اس سے سرتا سر اسلامی انجمنوں کو نیست و نابود کر دینے کی نیت کا اظہار نہیں ہوتا؟

افسوس ہے کہ مسلمان ذاتیات کے جھگڑوں میں عقل کو خرد کو ہاتھ سے دیکر نے بنائے

کام بگاڑنے کے درپے ہو جاتے ہیں، اور اس پر لیسنڈر بھی بن بیٹھتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

نامہ نگار "سول" کی غلط بیانی

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے ایک مضمون نگار سیفیلس نے اخبار مذکور کی تازہ ترین اشاعت میں قلعہ رہتاس کے متعلق جو علاقہ کانگڑہ میں واقع ہے، ایک تاریخی مضمون لکھا ہے، اس میں مضمون نگار نے اس خصوصیت کو ہاتھ سے نہیں دیا، چنانچہ تعمیر قلعہ کی تاریخ بیان کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں،

"جن دو انجنیروں کو شیر شاہ نے اس شہرۂ آفاق قلعہ کی تعمیر پر مامور کیا، وہ باپ بیٹا تھے، شیر شاہ ان کی صناعی اور چابکدستی سے اس قدر مسرور ہوا کہ جب قلعہ کی تعمیر ختم ہو چکی تو اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کے ہاتھ قلم کر دئے جائیں، تاکہ وہ اس قلعہ کے مقابلہ پر ایک اور ایسا ہی قلعہ بنانے کے قابل نہ رہیں۔"

شیر شاہ جیسے عادل، بیدار مغز، دیندار، انصاف پرور بادشاہ پر یہ نہایت سنگین الزام ہے، اور کوئی شخص جسے شیر شاہ کی سیرت کے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے، ایک لمحہ کے لئے اسے صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا، نے اس وقت بیسیوں نہیں سینکڑوں ہندوستانیوں کو تجن و زنداں کی چار دیواری میں محبوس کر رکھا ہے، تاکہ وہ حکومت کی مستبدانہ روش کے خلاف ایک حرف نہ کہہ سکیں اور ایک سطر نہ لکھ سکیں پھر اگر . . . . صد ہا انسانوں کی زبانوں اور ان کے ہاتھوں کو کاٹنے کے بغیر ناکارہ کر سکتی ہے، تو کیا شیر شاہ ان دو معماروں پر اسی قسم کی پابندی عائد کر کے قلعہ رہتاس کی عدیم النظیری کو قائم نہ رکھ سکتا تھا، کوئی شخص جسے تاریخ سے کچھ بھی مناسبت ہے شیر شاہ جیسے رعیت پرور اور منصف مزاج بادشاہ کے متعلق اس الزام کو ذرہ برابر وقعت نہ دیگا، جو شخص شب و روز رعایا کے آرام و آسائش کی تدابیر سوچنے، مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلانے اور ظالموں سے مظلوموں کا انتقام لینے میں منہمک رہتا ہو، اس کے متعلق اس خیال کو دل میں جگہ دینا اپنے آپ کو عقل و ہوش سے عاری ثابت کرنا ہے، کہ اس نے بلا قصور دو نادر کار صناعوں کے ہاتھ کٹوا دئیے ہیں، جن کا وجود اس کی سلطنت کے لئے سرمایۂ نازش و افتخار تھا، ذیل میں ہم شیر شاہ کی معدلت گستری کا ایک واقعہ سیر المتاخرین سے نقل کرتے ہیں، جسے مطالعہ کرنے کے بعد ہر شخص "سول" کے مضمون

نگار کی اس روایت کی صحت و عدم صحت کا اندازہ کر سکے گا ،

شیر شاہ کے دربار میں ایکدن ایک بنیا روتا ہوا آیا ، کچھ تو رونے سے ہی اس کی گھگی بندھ رہی تھی اور کچھ بادشاہ کے رعب و جلال سے مرعوب ہوا ، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی ، شیر شاہ اس کے ساتھ رفق و ملاطفت سے پیش آیا اور اسے تسلی دی کہ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بے کھٹکے کہو اور یقین رکھو کہ اگر واقعی تم پر تعدی ہوئی ہے ، تو شیر شاہ ظالم سے انتقام لئے بغیر نہیں رہیگا ، شاہنشاہ کی زبان سے یہ الفاظ سنکر بنیئے کی ڈھارس بندھی اور اس نے اپنی داستان مظلومی بدیں الفاظ بیان کی ،

شاہزادہ ولیعہد ہاتھی پر سوار جا رہے تھے ، ان کا گذر میرے مکان کے پاس سے ہوا جس کی بڑی دیوار بہت پست ہے ، میری بیوی جسے قدرت نے حسن و جمال سے بہرہ وافر عطا کیا ہی صحن میں نہا رہی تھی ، شاہزادہ نے اسے دیکھکر ایک گلوری اس پر دے ماری اور چلے گئے ، تھوڑے عرصہ کے بعد میں گھر پہونچا اور میری بیوی نے رو رو کر یہ واقعہ میرے پاس بیان کیا جس سے مجھے سخت صدمہ ہوا ، کیونکہ بادشاہ ظل اللہ ہے ، رعایا کی بہو بیٹیاں اسکی بہو بیٹیاں ہیں اور اسے اپنے ناموس سے بڑھ کر رعایا کے نفوس کی حفاظت کرنا ضروری ہے ،

یہ سن کر شیر شاہ کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں ، بندگان درگاہ کو حکم ہوا کہ شہزادہ ولیعہد جہاں بھی ہیں انہیں پکڑ کر لاؤ ، چنانچہ شاہزادہ ولیعہد آیا اور مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا ، شیر شاہ نے غضبناک لہجہ میں تمام واقعہ بیان کرکے شاہزادہ ولیعہد سے پوچھا کہ کیا یہ درست ہے ؟ شاہزادہ نے گردن جھکا دی اور ایک حرف اس کی زبان سے نہ نکل سکا ،

خدام ادب کو حکم ہوا کہ جاؤ اور ولیعہد بیگم کو گھسیٹتے ہوئے دربار میں لاؤ ، عدل و انصاف کا اقتضا یہی ہے کہ اسے برہنہ کرکے بٹھا دیا جائے اور یہ بنیا اسی طرح اسے گلوری مارے ، یہ حکم سن کر تمام امراء و عمائد تھرا گئے ، درباریوں میں سے کسی نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور اس حکم کی تعمیل میں خاندان شاہی کی ہتک مضمر ہے شیر شاہ نے کہا کہ کچھ پروا نہیں ،

در شریعت فرزند و رعیت برابر است

جب اہل دربار نے بادشاہ کے تیور دیکھے تو سب نے اپنی پگڑیاں اتار کر بنیئے کے پاؤں پر رکھدیں اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ انتقام کے خیال سے باز آئے ، چنانچہ اس نے ہاتھ باندھکر عرض کی کہ جہاں پناہ مجھے اب کوئی شکایت نہیں اور مبارک ہے وہ سرزمین جس

جن پر حضور ایسے عدل مجسم بادشاہ کا سایہ ہو، میری درخواست ہے، کہ شاہزادہ ولیعہد کا قصور معاف کر دیا جائے،

کیا ممکن ہے کہ ایسا پیکر عدل بغیر کسی سبب کے دو بیگناہوں کے ہاتھ کٹوا دے؟ ہم تو یہ بھی غنیمت سمجھتے ہیں کہ "سول" کے نامہ نگار نے یہ نہ لکھدیا کہ وہ انجنیئر ہندو تھے، اس لئے از راہ حسد ان کے ہاتھ کٹوا دیئے گئے، اگر وہ یہ الفاظ بھی بڑھا دیتا تو اس کے قلم کو پکڑنے والا کون تھا، اگرچہ اس صورت میں بھی ہم اس سے یہ تو پوچھتے کہ اگر اس کے نزدیک ہندو ہونا ہی جرم تھا تو کیوں اس نے اپنے ہندو وزیر اعظم مان سنگھ کے ہاتھ کٹوا کر اور اس کی کھال میں بھس بھروا کر اسے رہتاس کی بلندیوں پر نہ لٹکا دیا،

مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنا ممکن ہے،

ڈاکٹر امبروز جان ولسن نامی محقق نے حضرت یونسؑ کے تین روز تک شکم ماہی میں رہنے کے متعلق ایک مضمون شائع کرایا ہے، لکھتے ہیں کہ "وھیل" مچھلی کی ایک فرع اسی اسی فٹ لمبی ہوتی ہے اور پیٹ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ بیک وقت ۲۰ انسان اس میں آرام سے کھڑے ہو سکتے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیٹ کے اندر زندہ رہنا ممکن ہے؟ ولسن اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں سانس لینے کیلئے کافی ہوا ہوتی ہے، البتہ درجہ حرارت وہاں زیادہ ہوگا مگر اسمیں زندہ رہنا ممکن ہے، معدہ تحلیل نہیں کر سکتا، کہتے ہیں کہ ۱۸۹۱ء میں ایک جہاز مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا، ایک موقعہ پر وھیل نظر آئی لوگ کشتیاں لیکر اس کے پیچھے ہوئے کشتی الٹ گئی اس کے ملاحوں میں سے ایک شخص جیمس بارٹلے غائب ہوگیا، وھیل ماری گئی، اور اس کا معدہ باہر نکالنے پر اسمیں سے جیمس نکلا جسم سفید ہوگیا تھا جو عمر بھر سفید رہا، چودہ روز کے بعد وہ بالکل تندرست ہوگیا، اس قسم کے دو تین اور واقعات کا بھی ڈاکٹر نے ذکر کیا ہے، جو سب کے نزدیک مسلم ہیں،

مختصر جواب

"انجمن قریشیان پنجاب" اور "جمعیتہ القریش" دو علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہیں، انہیں آپس میں کوئی نسبت نہیں اول الذکر صحیح النسب قریشیوں کی انجمن ہے اور ثانی الذکر مراثیوں اور قصابوں کا ایک ڈھونگ ہے، لہذا نام سے دھوکا ہوتا ہے وہ احباب کو ذہن نشین کرلیں، انہیں مراسلات بھیجکر دریافت کرنے کی تکلیف نہ کریں موصولہ مراسلات کا ہماری طرف سے یہی مختصر جواب کافی ہے،

کوائفِ دکن

اعلحضرت تاجدار دکن کی فیاضی

حضور نظام کی فیاضی و فراخدلی ہندوستان کے لئے مایۂ صد ناز ہے، چند ہی ماہ میں آپنے اسقدر روپیہ مذہبی و علمی کاموں میں دیا ہے کہ اسکی نظیر ملنی محال ہے، مسجد نبوی کی مرمت کیلئے ۹ لاکھ روپے اور مدرسہ صولتیہ کی تعمیر کیلئے ۲۵ ہزار روپیہ عطا کرنے کی یاد ابھی تازہ ہی تھی کہ لارڈ ہیڈلے فاروق کی استدعا پر لندن میں مسجد کی تعمیر کیلئے ۵ لاکھ روپیہ عطا فرمایا اور دس لاکھ روپیہ دیگر اکابر و عمائد ریاست سے فراہم کر دیا،

حال ہی میں آپ نے جامعہ عثمانیہ کی تعمیر کے لئے ایک کروڑ روپیہ کی منظوری دیدی ہے، جامعہ کی عمارت سے متصل ایکہزار ایکڑ کے رقبہ میں زراعت وغیرہ سے متعلق عملی تجربات کئے جائیں گے،

دیگر والیان ریاست کو جو رعایا کے گاڑھے پسینے کی کمائی عیش و عشرت اور ہوسرانی میں برباد کر رہے ہیں، حضور نظام کی تقلید کرنی چاہیئے،

جاگیرات کی واگذاری

اعلحضرت خلد اللہ ملکہ نے اپنے ایک فرمان کے ذریعے حیدرآباد دکن کے چھ امرا کی جاگیریں واگذار فرمادی ہیں جو پانچ سال پہلے کورٹ آف وارڈ کے ماتحت تھیں،

نواب صمصام جنگ، نواب شاہ ظہور جنگ، نواب فیض علی خان، نواب عظمت جنگ، نواب نقمان الدولہ اور نواب قادر الدولہ کی جاگیروں کے علاوہ گدوال سمستان کی جاگیر بھی واگذار کی جاچکی ہے، مسٹر عزیز حسن نائب معتمد مال جاگیر گدوال کے ناظم مقرر ہوئے ہیں،

ترقی [illegible] وسعت

[illegible] کپاس کی کاشت کا معائنہ کریں گے، علاقہ اورنگ آباد میں کپاس کی کاشت [illegible] کا مہتاب بنانے کی تجویز پر غور و غوص ہوگا، قاضی پیٹ اور بلارشاہ کے درمیان ریل کی پٹری بچھادی گئی ہے یکم مئی کو اعلحضرت بنفس نفیس افتتاح فرمائیں گے،

تجدید مطالبہ برار

اعلحضرت نے مطالبہ برار کی تجدید فرمائی ہے، تفصیلی حالات کا انتظار ہے،

ساداتِ قریش کا قومی اصلاحی اور تاریخی ماہوار

رسالہ القریش امرتسر

جلد ۶ / نمبر ۵

اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی الْخَیْرِ وَالشَّرِّ

قیمت سالانہ تین روپیہ

فی پرچہ چار آنے

ایڈیٹر

محمد علی ازرق صدیقی

فہرست مضامین

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
زریں موقع ہے ہاتھ سے نہ دیجے		۲
ایک آغاز	جناب فقیر محمد اسمٰعیل صاحب ہاشمی	۳
مراسیوں کی قرشیت پر ایک نظر	ایڈیٹر	۴
کیا مراثی بھی قریشی ہیں؟	جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی	۱۴
حیا سوز حرکتیں	ایڈیٹر	۱۹
رباعی	جناب شاکر صدیقی	۱۹
امام حسین علیہ السلام کا عقد	جناب پیرزادہ حبیب اللہ صاحب مخدومی	۲۰
علم	جناب مولانا احمد علی صاحب شوق قدوائی	۲۱
صغر سنی کی شادی اور مسلمان	ایڈیٹر	۲۲
بندہ نواز خواجہ	جناب مولانا حامی کوہ سوار نظامی	۲۴
جدید الشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت	جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۲۵
دردمند آواز کا اثر	ایڈیٹر و مختلف احباب	۲۹
یہ ہے وہ قوم جو پروردۂ آغوشِ نعمت تھی	جناب مولانا انعام اللہ خان صاحب ناصر	۳۳
دولتِ آصفیہ	ایڈیٹر	۳۴
صدائے کشفی (ریویو)	ایڈیٹر	۳۶
بلادِ اسلامیہ	ڈاکٹر سر اقبال صاحب	۳۷
کیا درست ہے؟	ایڈیٹر	۳۹

زریں موقع ہے ہاتھ سے نہ دیجے

آیندہ اگست

کے

آخری عشرہ میں شیخوپورہ کے مقام پر

انجمن قریشیان پنجاب

کا

سالانہ اجلاس منعقد ہونا تجویز ہوا ہے، حالات اور قومی ضروریات کا اقتضائیہ ہے کہ

آپ شریک ہوں

اپنے قیمتی خیالات سے مستفید فرمائیں

قریش کی نسبی و حسبی شرافت و نجابت پر کمینے حملے ہو رہے ہیں، حفظ ناموس و عزت اور نسب آپکے فرائض میں داخل ہے کچھ وقت ادھر بھی صرف کریں، ورنہ

بچوگے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

تاریخ جلسہ کیلئے انجمن کے دعوتی مراسلہ کا انتظار کریں

(مرزوق)

میری سُنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہو

ایک آواز

قوم نزعہ کے عالم میں ہے اور نسب خطرہ میں، ہندی نژاد اقوام کی یورشیں پیہم جاری و ساری ہیں، اُن کی انتھک مساعی روز افزوں، لیکن فرزندانِ قریش کانوں میں روئی لیکر آنکھوں پر پٹی باندھ خاموش پڑے ہیں، قریش کی مشہور غیرت کا یہ اقتضا نہ تھا، پانی سر سے گذر گیا، اب مرا سی تمہارے منہ آتے ہیں، قریش کی نسبی و حسبی شرافت ذلت کدہ میں دفن ہوا چاہتی ہے "آگرہ کانفرنس، زمیندار کے دو مراسلے" کا مضمون تمہاری غیور آنکھوں نے اگر پڑھا ہے تو کہیئے کیا سمجھے؟ اگر سمجھے تو یہ خاموشی کیسی؟ اس سے تو مر جانا، غرق ہو جانا بہتر ہے، زندہ رہکر کیا کروگے؟ ارے قریش والو! غیور قوم کے نونہالو! اس سے کچھ اور برے دن ہونگے جو تم دیکھنا چاہتے ہو؟ اتفاق گیا، دولت گئی، عزت گئی، شہرت گئی، غیرت گئی، حمیت گئی، علم گیا، عمل گیا کیا ناموس کی حفاظت بھی نہیں کرسکتے؟ آہ! اسے بھی ڈلوانا چاہتے ہو اور پھر مراسیوں کے ہاتھوں؟ بھائی اٹھو اور کوئی زندہ رہنے کے کام کرو، تبلیغ و اشاعت اسلام اور تنظیم قوائے ملیہ کا فرض تو کیا ادا کروگے اپنی بگڑی ہی بناؤ اپنی آواز میں بلندی اور اثر پیدا کرنے کی کوشش کرو، اقوام عالم سے سبق لو اور کچھ کرنا سیکھو، میدان عمل میں بڑھو کہ تمہارا نام اور آبا کی عزت باقی رہے،

میری مراد اس بکواس سے یہ ہے کہ کوئی جلسہ کرو اور اپنی گئی گذری حالت کے بنانیکی تدابیر پر غور کرو، ماہوار رسالہ کو اب ہفتہ وار کردو، کہ اسی سے آواز میں بلندی اور اثر پیدا ہو سکتا ہے، میں ۸۰ سالہ بوڑھا ہوں اور کام کرنیکی ہمت نہیں رکھتا تاہم اخبار کو ہفتہ وار کرنے کیلئے پانچ قسطوں میں پچیس روپے دینے کا وعدہ کرتا ہوں، پہلی قسط بھیج چکا ہوں، خدا نے تمہیں بھی دل دیا ہے، دماغ دیا ہے قریش کی اولاد ہو تم بھی کچھ ایثار کرو اور اس نیک کام میں لگا دو، القریش کے کتنے خریدار ہونگے؟ اس کا اندازہ میں نہیں بتا سکتا، لیکن میں ان تمام سے خدا کے نام پر اور قریش کی غیرت و حمیت کے نام پر پر زور استدعا کرونگا کہ ہر ایک خریدار و ناظر اپنی طاقت کے موافق زر نقد و وقت کے مطابق خریدار دیکر یہ کام تو کردے!

ناکارہ ہوں مگر درد مند دل رکھتا ہوں، فقیر اسمٰعیل ہاشمی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

جلد ۴ نمبر ۵ جون ۲۸ سنہ ۱۹ ء

"مراسیوں" کی "قریشیت" پر ایک نظر

تحریک کا آغاز

کب؟ کیوں؟ اور کس طرح ہوا؟

گورمنٹ کے خلاف ایجی ٹیشن کے زمانہ عروج میں جو لوگ معاش کے خاص ذرائع نہ رکھتے، اور شکم پروری کے تفکرات سے نجات پانے کے لئے ایجی ٹیشن میں شریک ہونا غنیمت سمجھتے تھے ان میں ایک شاہزادہ آزاد بھی تھے، لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کے لئے آپ بھی اس رَو میں بہ نکلے، اور جیل خانہ کی ہوا کھانے چلے گئے، ۲ ماہ کے عرصہ میں ایجی ٹیشن کا سیل رواں رک گیا، گورمنٹ کی مخالفت کا سیلاب ایک حد تک تھم گیا تو شہزادہ صاحب آزاد ہوئے، قوم و ملک کی بہی خواہی کی نمائش سے ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنے کا وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا اس لئے اب آپکو کسی نئے نرالے مشغلے کی احتیاج

ہوئی، چنانچہ ایک عرصہ کی غور و فکر کے بعد آپ نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے اپنی قوم "مراثی" کی اصلاح کی طرف رُخ کیا، لائل پور میں ایک افتتاحی اجلاس منعقد کیا اور قوم پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تنظیم قومی پر ایک دھواں دھار تقریر کی، لیکن اس وقت تک آپ اسباب کا تعین نہ کر سکے تھے کہ ہم کیا ہیں" مراثی جاہل اور نورِ علم سے محروم تھے انہوں نے بھی یہ معلوم کرنے کی جسارت نہ کی کہ "ہم کیا ہیں اور کیا نہیں گے"! لائل پور کے مراثیوں نے آپ کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، آپ کا تہی دامن زر و سیم سے پُر کرنے کے لئے چندے شروع ہو گئے، اور اس طرح آپ کے تنورِ شکم کا ایندھن مہیا ہونے لگا، قوم کا روپیہ تھا اس کا کوئی مصرف بھی دکھانے کی ضرورت تھی، لہٰذا "نعرۂ تکبیر" کے اجراء سے مراثی قوم کی فضیلت و برتری اور نسبی شرافت کی اشاعت کا اہتمام کر دیا، مگر ہنوز نکتہ نگاہ قائم نہ ہوا تھا، پڑھے لکھے تھے ہی، آپ کی دور رس نگاہ فوراً نتیجہ پر پہنچ گئی قریشیوں کی خفتگی و خوابیدگی دیکھ کر "قریشیت" کا میدان خالی پایا اور اعلان کر دیا۔ کہ "ہم قریشی ہیں"! لیکن کون قریشی؟ صدیقی؟ عثمانی؟ فاروقی؟ ہاشمی؟ علوی؟ عباسی؟ کہ زبیری؟ نہیں صرف مراثی قریشی! اور کس کی اولاد؟ .. ..

ان مراثی قریشیوں کی لائل پوری انجمن کی ایک شاخ امرتسر میں بھی کھل گئی، جس کے کارکناں نے اپنا فرض اولین یہ قرار دے لیا، کہ "قریش" اور "انجمن قریش" کو گالیاں دیں اور ان کو چڑائیں تاکہ مڈبھیڑ شروع ہو، بعض نے تو ہمیں بالمواجہہ کہہ بھی دیا کہ اگر ہم سے کوئی بات کہی گئی تو ہم مراثی ہیں وہ کام کریں گے جو ہم کر سکتے ہیں"! بیچارے عادت سے مجبور تھے، ان کے ان افعال کو ٹھکرا دیا گیا اور کوئی جواب مناسب نہ سمجھا،

اواخر ۲۵ء یا اوائل ۲۶ء میں مراثیوں کی مرکزی انجمن جس کا ہنوز کوئی فیصلہ کن نام تجویز نہ ہو سکا تھا نے اپنا سالانہ اجلاس امرتسر میں منعقد کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں، شہزادہ صاحب بھی تشریف لائے اور القریش کے دفتر میں بھی رونق افروز ہوئے، آپ نے اپنے آپکو "ہاشمیت" کے بہروپ میں پیش کیا اور "مراثیوں" کے دعوئے "قریشیت" پر نفرین بھیجتے ہوئے کچھ اچھوتے خیالات کا اظہار کیا، ایجی ٹیشن کے زمانہ میں ہم آپ کو دیکھ چکے تھے آپ کی تعریف سے واقف تھے اور یہ بھی خوب جانتے تھے، کہ مراثیوں کی انجمن کے سالانہ اجلاس کی تقریب پر تشریف لائے ہیں، لیکن ہم خاموش رہے، آپ اس وقت ایک جاسوس اور سوراغ رساں کی شان میں تھے، قریش غیر منظم حالت پر تاسف و ملال کا اظہار کرتے ہوئے مراثیوں کی زبردست جمعیت کا خوف دلا کر ہماری رائے

کی لوہ میں کئی باتیں کر گئے ۔ ہم چونکہ اس بہروپیے کی حقیقت سمجھ چکے تھے ، اس لئے مسلمانوں کی حالت
عمومی پر سمنے تبصرۃً چند باتیں کرنے پر اکتفا کیا اور مطالبہ پر انجمن کے اغراض و مقاصد اور چندہ ممبری
دیئے اور کثرتِ کام کے عذر سے آپ کو تشریف لے جانے کا اشارہ کیا ، آپ چلے گئے لیکن یہاں سے
کچھ حاصل نہ ہوا ،

دوسرے روز جلسہ میں آپ نے اپنی شرافت و نجابتِ نسبی پر ایک طویل تقریر کرتے ہوئے "قرشیت"
کا دعویٰ پیش کیا ، عوام تو قرشیت و ہرشیت سے واقف نہ تھے ان کے کان اس قسم کے الفاظ سے
ناآشنا تھے ، لیکن خاص میں سے بعض نے آپ کی تجویز کو بہت بری نظر سے دیکھا ، چنانچہ ایک صاحب
جو فیروزپور میں مطب کرتے ہیں اور جلسہ میں شرکت کی غرض سے آئے ہوئے تھے آپ کے اس انوکھے
دعوے پر چونک اٹھے اور بسرِ اجلاس تردید کے لئے ڈٹ گئے ، اجلاس میں بدنظمی سی پیدا ہو گئی اور کئی
لوگ اٹھ کر چلے گئے ،

فیروزپوری حکیم صاحب جلسہ سے نکلتے ہی سیدھے ہمارے پاس پہونچے ، آپ نے شہزادہ صاحب
کی تقریر و تجویز کا لب لباب بیان کرتے ہوئے ملامت کی اور کہا کہ "اگر میری مدد کی جائے ، یعنی ایک
جلسۂ عام کے انعقاد کی تجویز ہو جائے تو آج ہی میں مستند تاریخی روایات کے حوالے سے سادات و
قریش کی برابری کرنے والے فرضی قریشیوں کا تار و پود بکھیر کے رکھدوں" لیکن ہم نے آپ کا
جوش ٹھنڈا کیا اور خواہ مخواہ کی سردردی مول لینے سے منع کیا ، آپ ایک سنجیدہ ، فہیم اور علم دوست
شخص تھے اور تاریخی معلومات بھی رکھتے تھے ، آپ ہمارے ہاں دو دن اور دو رات ٹھہرے ، اس
اثنا میں "مراسیوں" کی اہلیت پر آپ نے تاریخی روشنی ڈالتے ہوئے بتلایا کہ "مراسی کسی حالت میں
بھی قرشیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے" اور یہ بھی کہا کہ "میں نے اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے ، اگر
اخراجاتِ طباعت کا کوئی انتظام ہو گیا تو میں اسے عوام کی واقفیت کے لئے طبع کرادونگا ،

جلسہ سے چند روز بعد مراسیوں کی چھیڑ چھاڑ سے تنگ آکر انجمن قریشیان نے فیصلہ کیا کہ
انہیں نوٹس دیا جائے کہ "وہ دعویٰ قرشیت سے دست کش ہو جائیں ورنہ ان کے خلاف قانونی چارہ
جوئی کی جائیگی" ، چنانچہ نوٹس دیا گیا ، مگر دوسرے ہی روز اسمبات کا قطعی فیصلہ ہو گیا ، کہ "ہمیں کسی
قسم کا دعوے کرنیکی ضرورت نہیں اور نہ ہی انہیں مدمقابل بنا کر ان کے مفروضہ دعویٰ کو تقویت
و شہرت دینی چاہیئے" ، چنانچہ اس پر معاملہ ختم کر دیا گیا ، اور اس وقت سے ہم نے مراسیوں کی
قرشیت پر کوئی توجہ نہ دی ، مگر چونکہ ان کے اس انوکھے اور نئے نرالے دعویٰ نے عامۃ المسلمین

میں ایک اضطراب انگیز ہیجان پیدا کر دیا تھا، عوام ان کی کارروائیوں کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے تھے اس لئے اخبارات میں تذکرہ شروع ہو گیا، سب سے پہلے محمد عمر صاحب نعمانی سندوی نے آگرہ کانفرنس کے اعلانات سے متاثر ہو کر "زمیندار" میں مراسیت و قریشیت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا، جس پر ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی نے ایک سلسلہ مضامین شروع کر دیا، اس پر زمیندار کے مدیر نے شوخیٔ تحریر سے کام لیکر "مراسیوں کی قریشیت" پر وہ تبصرہ کیا جو مئی کے القریش میں ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں، مراسیوں نے مقدمہ کی دھمکی دی اور قاضی احسان علی صدیقی مدیر "زمیندار" اور ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعوے دائر کیا، قاضی صاحب کے متعلق تو معلوم ہوا کہ وہ ازالہ حیثیت عرفی سے گھبرا گئے اور ان سے مرعوب ہو کر مصالحت پر مجبور ہوئے چنانچہ اس مصالحت کا ذکر "زمیندار" میں بھی ہو چکا ہے، لیکن ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی مستقل مزاجی سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں، چنانچہ آپ اپنے یکم جون کے خط میں لکھتے ہیں، کہ

> "اخبار انقلاب" کی کسی گذشتہ اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی تھی، کہ مراسیوں کی "جمعیت القریش" نے قاضی احسان اللہ مدیر زمیندار اور ڈاکٹر محبوب عالم قریشی لدھیانوی کے خلاف مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی دائر کر دیا ہے،
>
> اخبار زمیندار ۲۹ مئی کے عید نمبر میں شہزادہ آزاد سمبڑیالوی کی تحریر "زمیندار و جمعیتہ القریش" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں، کہ "چونکہ فریقین میں مصالحت ہو گئی ہے، لہذا جمعیت نے قانونی کارروائی ترک کر دی ہے"۔
>
> چونکہ تحریرات مندرجہ بالا سے قریشی دنیا میں میرے متعلق غلط فہمی پھیلنے کا اندیشہ ہے، کہ خدا معلوم میں نے مراسیوں سے کس قسم کی مصالحت کی ہے، لہذا میں بذریعہ تحریر ہذا اعلان کرتا ہوں کہ میں نے مراسیوں سے کوئی مصالحت نہیں کی، میں اس سے اپنی قطعی لاعلمی کا اظہار کرتا ہوں، ممکن ہے کہ مدیر "زمیندار" نے شہزادہ آزاد سے کوئی مصالحت کی ہو یا مراسیوں کو قریشی تسلیم کر لیا ہو، لیکن نہ میں نے ان سے مصالحت کی نہ مراسیوں کو قریشی تسلیم کیا نہ آئندہ تسلیم کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، شہزادہ آزاد سے گذارش کرتا ہوں کہ مراسی کبھی قریشی نہیں بن سکتے؛ آپ شوق سے قانونی کارروائی کریں،
>
> "سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی"
>
> (ڈاکٹر محبوب عالم قریشی، لدھیانہ)

مدیر "زمیندار" اگر اسی دل و گردہ کے مالک تھے، انہیں اپنی کمزوری معلوم تھی تو چاہیئے تھا کہ وہ پہلے ہی میدان میں نہ اُترتے اور خاموش رہتے تاکہ زود پشیمانی کی نوبت نہ آتی،

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

"زمیندار" کے مدیر "قاضی" اور "صدیقی" کے تتبع میں مدیر "مدینہ" نے بھی جلد بازی سے کام لیتے ہوئے مراسیوں کی قرشیت سے متعلق "سرراہے" کے تحت، اُنہی کی اشاعت میں سطور ذیل شائع کر کے وہی پشیمانی" اور "زک" اٹھائی جو مدیر "زمیندار" کو اٹھانا پڑی، آپ نے لکھا کہ

"حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "الائمۃ من القریش" یعنے مسلمانوں کے سردار خاندان قریش میں سے ہونگے، اسی ارشاد عالی کا شاید یہ اثر ہے کہ مسلمانان ہند کا ہر فرد بشر اور ان کی ہر قوم ہی قریش بننا چاہتی ہے، ہمارے راعیں بھائیوں نے سر شفیع وسشر کا کی رہنمائی میں صرف "عربیت" تک خود کو محدود رکھا اور ارائیں کا ہمزہ جب کراچی سے بڑھ کر عرب کی طرف روانہ ہوا۔ تو یہ لفظ "الراعی" بن گیا اور ہر شخص کو پیام دینے لگا کہ

"گم آں شد کہ دنبال راعی نہ رفت"

لیکن تقریش کا یہ عمل جدید پنجاب میں ایک نیا شگوفہ چھوڑ رہا ہے اور محالات یا غیر قرین قیاس امور کو بھی قرین قیاس امکانی بلکہ امر واقعہ ثابت کر رہا ہے، آج سے چند سال کسی شخص کو بقائمی ہوش و حواس اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا، کہ مراسیوں کی پس ماندہ، مفلوک الحال اور زندگی میں ذلیل و خوار قوم قرشیت کا ادعا کر گئی، اور اس کیلئے بعض ایسے دلائل وشواہد پیش کر گئی، کہ انجمن قرشیان ہند" کے ارباب بست وکشاد بھی چکر میں آجائیں گے،

جس طرح سوامی شردھانند آنجہانی میانوالی جیل سے معافی مانگ کر نکلتے ہی آگرہ پہونچکر شدھی کا ناد بہو بجنے لگے تھی، اسی طرح مراثی قوم کے ایک نونہال شہزادہ آزاد صاحب ممبر بار عدم تعاون کے سلسلے میں میعاد قید پوری کرنے کے بعد جیل سے اس شان سے نکلے کہ میراسیوں کی قرشیت کا علم ان کے ہاتھ میں تھا، اور ہل من مبارز کا نعرہ زبان پر، یہ آواز واقعی ہر شخص کو حیرت میں ڈالدینے کے لئے کافی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان نئے قریشیوں کے اعلان قرشیت سے پرانے قریشیوں میں چٹس سی پڑ گئی،

ہندوستان بھی عجیب ملک ہے۔ یہاں تم کتنا ہی عجیب سے عجیب دعوٰے کرو اور وہ کتنا ہی مافوق الفطرۃ کیوں نہ ہو لیکن تم سے اسباب کا ثبوت ضرور طلب کیا جائیگا، علمائے امت نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعوٰی کرے وہ جھوٹا ہے اس سے ثبوت نبوت طلب کرنا بھی ضلالت اور کمزوریٔ ایمان کی دلیل ہے اور ارشاد "لانبی بعدی" پر عدم اعتماد کا اعلان۔ لیکن جب ہماری آنکھوں کے سامنے لوگوں نے نبوۃ کا دعوٰی کیا تو ان سے دلائل مانگے گئے، یہی حال شہزادہ آزاد دسمبر بالی کی تحریک قرشیت کا ہوا ثبوت مانگے گئے یہاں اس جنس کی کیا کمی تھی،

شہزادہ صاحب نے فرمایا سنیئے! ہمارا خاندانی پیشہ نسب دانی ہے، یہانتک کہ کسی کے حسب نسب کے متعلق حکومت بھی وقت ضرورت ہمیں سے شہادت طلب کرتی ہے اگر ہم دوسروں کے حسب نسب کے متعلق معتبر اور مقبول شہادت ہیں تو اپنے لئے بدرجۂ اولے ہیں یہ فلسفی دلیل ہے نقلی دلیل یہ ہے کہ ہمارا نام میراثی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ اسلامی سلطنت میں تقسیم میراث وغیرہ کا کام ہمارے ہی سپرد تھا اور حکومت نے ایک کتاب میں اس کو تسلیم کیا ہے ہم حقیقت میں مجاہدین اولین کے ساتھ ہندوستان آئے تھے،

عقلی دلائل یہ ہیں کہ غیر مسلموں میں میراثیوں کا وجود نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ ہم عربی النسل ہیں،

علاوہ ازیں ہم میں بعض خصائص ایسے موجود ہیں جو عام طور پر عربوں میں پائی جاتے ہیں، اور خاص طور پر قریش میں، مثلاً ہم اعلیٰ درجہ کے شہسوار ہیں ہمارا بچہ بچہ گھوڑے کی سواری جانتا ہے، عرب اور بالخصوص قریش فصیح البیان طلیق اللسان تاجر تھے، ہم سے زیادہ ان اوصاف کا کون مالک ہی۔ قریش بذلہ سنج اور ظرافت کے بہترین اوصاف سے متصف تھے اور ہمارا بچہ بچہ اس وصف میں مدیرانکار دو حوادث کا بھائی ہے،

بھلا میراثیوں سے بحث میں کون بازی لے جاسکتا تھا، بیچارے پرانے قریشی ہار تھک کر بیٹھ رہے اب شہزادہ صاحب میراثیوں کے تقرشی کئے لئے کر رہا ہے

انہوں نے ایک انجمن القریش بنا لی ہے سنا ہے کہ میراثیوں میں اس تحریک سے بیداری سی پیدا ہو گئی ہے، وہ اپنے ذلیل آبائی پیشہ سے اجتناب اختیار کر رہے ہیں اور لاہور میں ایک صنعتی سکول بھی کھولنا چاہتے ہیں تاکہ اپنی قوم کے بچوں کو تعلیم دلا کر اکتساب حلال کے قابل بنائیں۔

معاصر "انقلاب" نے اس تحریک کی مذمت مذہبی نقطہ خیال سے کی ہے اور معاصر "زمیندار" نے عادت کے مطابق غریب میراثیوں کو ڈانٹ دیا ہے، حالانکہ یہ تحریک حوصلہ افزائی کی مستحق تھی، مسلمانوں کی بہت سی اخلاقی، اقتصادی، مذہبی اور سیاسی خرابیاں میراثیوں کی عنایات کا نتیجہ ہیں، طوائفوں کو یہ فتنہ عالم بناتے ہیں، مزاروں پر شرک و بدعت کا یہ سامان بہم پہنچاتے ہیں، لہو و لعب کی تعلیم یہ دیتے ہیں، الغرض تضیع اوقات آوارگی تکبر نخوت فضول خرچی آبائی غرور بدمعاشی کے یہ لوگ بانی مبانی ہیں،

اگر یہ قوم اصلاح یافتہ ہو جائے تو مسلمان بھی سنبھل جائیں، لہٰذا شہزادہ صاحب! تم قریشی! تمہارے اگلے پچھلے قریشی! تمہاری قوم قریشی اور بالکل قریشی حکومت سے بھی ہماری گذارش ہے کہ وہ میراثیوں کو فوراً قریشی تسلیم کر لے اور ملازمتوں کے دروازے ان پر کھول دے تاکہ یہ عزت کی زندگی بسر کرنے لگیں اور دوسروں کو آرام سے جینے دیں۔"

لیکن یہ الفاظ ذنب قرطاس پر لکھ دینے کے بعد آپ سخت پریشان ہوئے، پائے ثبات کو ایسی جنبش آئی کہ پلٹا کھانے پر مجبور ہو گئے، چنانچہ یکم جون ۳۸ء کی اشاعت میں آپ اپنے الفاظ نہایت ذلت اور ندامت کیساتھ واپس لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"میراثی قوم کی جدید تحریک تقریش پر گذشتہ اشاعت میں تبصرہ کرتے ہوئے عرض کیا گیا تھا کہ یہ تحریک ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگی اس لئے کہ موجودہ زمانہ میں میراثیوں کی قوم نے چند ایسے پیشے اختیار کر رکھے ہیں، جو مسلمانوں کی مذہبی و اخلاقی اور تمدنی و معاشرتی زندگی کو نقصان پہنچا رہے ہیں

ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہمارا یہ خیال صحیح نہیں ہے بلکہ میراثی قوم کا پیشہ نسب

دانی ہے ،

دیہاتی زمینداروں کے ہر کام میں یہ مختار و وکیل ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے لڑکوں کے لئے لڑکی کی تلاش اور انکی لڑکیوں کے لئے لڑکے کی جستجو بھی ان کے فرائض حیات میں داخل ہے، جب چودھری صاحب کو اپنے جوان بیٹے یا جوان بیٹی بیٹی کے لئے جوڑے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو قرعہ فال اسی دیوانہ میراثی کے نام پڑتا ہے اور اس کا معیار حسن و خوبی اس قدر بلند اور مسلم ہے کہ اتنے بڑے اہم کام کو بالکل اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے ،

باقی رہا یہ خیال کہ گانے بجانے اور ناچنے کا پیشہ بھی میراثی قوم کی میراث ہے تو یہ اس لئے غلط ہے کہ اس قسم کے لوگوں کو میراثی نہیں بلکہ بھانڈ کہتے ہیں اور نسب دان میراثی ان بھانڈوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے یہاں تک کہ ان کو اپنے گھروں میں بھی داخل نہیں ہونے دیتے، دیہاتی میراثی آج کل بھی زراعت کا کام کرتے ہیں اور ان کی شہادتیں حسب و نسب کے بارے میں عدالت کے سامنے مقبول ہوتی ہیں ،

ہمیں بھی استعجاب تھا کہ قریش اور ناچنا گانا ، اور قریش اور منڈیوں کو فتنہ عالم بنانا این چہ بوالعجبی است ، خدا کا شکر ہے کہ یہ استعجاب دور ہو گیا ،

پرانے قریشیوں اور نئے قریشیوں میں اب کھینچا تانی ہو رہی ہے ، ایک رسالہ القریش بھی اول الذکر کی طرف سے جاری ہے اور اس میں نئے قریشیوں کے جدید حملے کا بڑی سراسیمگی کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے، ہم اس مسئلے میں بالکل غیر جانبدار ہیں لیکن ہمیں نئے قریشیوں کی تحریک کامیاب ہوتی نظر آ رہی ہے پرانے قریشیوں کا نئے قریشیوں کو اپنا مد مقابل اور حریف تسلیم کر لینا ہی اس تحریک کی کامیابی کی دلیل ہے اگر وہ خاموش رہتے تو غالباً اس کا زیادہ چرچا نہ ہوتا ۔"

کوئی پوچھے کہ میاں آپ سے کس نے وکالت کی خواہش کی تھی کہ آپ "غیر جانبدار" بن بیٹھے ہو اگر آپ کا یہی علم و عقیدہ تھا کہ بتائے جانے پر آپ ایمان لے آئیں گے تو اس معاملہ میں الجھے کیوں؟ اگر آپ کو بتلانے سے معلوم ہوا ہے اور پہلے آپ اس حقیقت سے واقف نہ تھے تو تلافی مافات سے قبل بتائی ہوئی بات کو واقعات کی کسوٹی پر پرکھ لیتے ، کیا یہ امر واقعہ ہے کہ زمینداروں کے ہر معاملے میں یہ مختار کل ہوتے ہیں اور ان کی لڑکیوں کے لئے لڑکے اور لڑکوں کیلئے لڑکیوں کی جستجو کرتے ہیں

آپ کے ہاں کتنے اور کس مذہب کے زمیندار ہیں جو ان سے یہ خدمات لیتے ہیں اور کیا بھانڈ، نقال اور ڈوم اپنے تئیں "مراسی" نہیں کہتے؟ ان کی ذات پوچھی جائے تو کیا جواب دیتے ہیں؟ کیا نسب دانی کے لئے آپ کے نئے قریشی مامور من اللہ ہیں؟ اگر نہیں تو خدمت کب کیوں اور کس طرح ان کو تفویض ہوئی؟ کتنے عربی النسل خاندانوں اور کتنے ہندی الاصل مسلمانوں کی نسب دانی کا فریضہ یہ ادا کرتے ہیں؟ کیا آپ کا پردہ استعجاب تار تار ہو جانے کے ساتھ ہی "الائمہ من القریش" کا حکم بھی منسوخ ہو گیا؟ کیا کسی زمانہ میں کوئی مراسی امام ہوا، قوم کا سردار بنا؟ کیا آج یا آج سے کئی سو سال پہلے کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ حق یہ ہے کہ آپ مرعوب ہو گئے اور رعب مرابیت میں حقیقت و اصلیت کو بھول گئے،

نئے اور پرانے قریشیوں کی کھچا تانی کے متعلق آپ کی رائے قابل قدر ہے، علماء نے غلطی کی جو گذشتہ شدھی کے مقابلہ میں تبلیغ کے لئے کھڑے ہو گئے، مسلمانوں نے خواہ مخواہ ہندوؤں کو "مقابل اور حریف" بنایا، اسے شدھ ہو لینے دیا جاتا، تو شدھی کا طوفان خود ہی تھم جاتا، خوب الا ماشاء اللہ

مدیر "مدینہ" کی "سراسیمگی" قابل رحم ہے، آپ کو چند دن قبل کی بات اور وہ بات جو معرض تحریر میں بھی آ گئی ہو یاد نہیں رہ سکتی، ۷ مئی کو جو الفاظ آپ نے اپنی معلومات کی بنا پر سپرد قلم کئے یکم جون کو انہی سے لاعلمی کا اظہار "سراسیمگی" کی بین دلیل ہے اور اس سے زیادہ کوئی سراسیمہ ہو گا بھی کیا؟

۷ مئی کے اخبار میں آپ اپنی معلومات کی بنا پر لکھتے ہیں، کہ "شہزادہ صاحب نے فرمایا، سنئے! ہمارا خاندانی پیشہ نسب دانی ہے، حسب نسب کے متعلق حکومت بھی بوقت ضرورت ہمیں سے مشورہ طلب کرتی ہے"۔ اور یکم جون کو جو بات آپ کو بتائی جاتی ہے اور جسے آپ حیرت و استعجاب کے ساتھ معلوم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ "مراثی کا اصل پیشہ نسب دانی ہے اور ان کی شہادتیں حسب و نسب کے بارے میں عدالت کے سامنے مقبول ہوتی ہیں"! بات کیا ہوئی؟ سراسیمگی! سید اکبر وہی کہ سرکار! ہم سے خطا ہوئی،

"مدینہ" کے فاضل مدیر اور ہمارے محترم معاصر کو یاد رہنا چاہیئے، کہ "القریش" کے لئے "مراسیوں کی قریشیت" سراسیمگی کا موجب نہیں ہو سکتی، وہ تحفظ نسب کے لئے جبال و تراکم مذلقہ کو نہایت اطمینان بحمل، صبر و سکون اور تہذیب کے ساتھ عبور کرنے کے لئے تیار ہے اور رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ، انہیں اپنا آپ بچانا چاہیئے، ضمیر کشی ہو تو، باطل کو حق ماننا پڑے تو،

خدا رحم فضل کرے

ناقابلِ التفات باتیں

"جدید شیوع" قریشیوں کے چیلنج

مراسیوں نے بجائے اس کے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل و براہین پیش کرتے ناحق چھیڑ چھاڑ اور لسانیت سے لوگوں کو مرعوب کرنا شروع کر دیا اور جہاں کہیں اس سے کام نہ چلا مقدمہ بازی کا خوف دلا کر کام نکالنے کی ناکام سعی کی اور مختلف حیلوں بہانوں سے زبانِ خلق کو بند کرنا چاہا تاکہ ان کی مفروضہ قریشیت کو آنچ نہ آئے اور وہ بے تکلف قریشی بن جائیں،

شہزادہ صاحب کے دماغ میں یہ سکیم ابھی مرکوز ہی تھی لوگوں کو وہم و گماں بھی نہ تھا، کہ سب سے پہلے انہوں نے ہمیں نوٹس دیا کہ "ہم نے سنا ہے کہ آپ ہمارے خلاف کوئی کتاب لکھ رہے ہیں اور ہمارے دعویٰ کی تردید کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ قبل اس کے کہ آپ کوئی تردیدی تصنیف کریں مفتیوں اور عالموں کی مجلس میں ہم سے بالمواجہ فیصلہ کر لیں۔" چونکہ اس بات کا ہمیں خیال تک بھی نہ تھا اس لئے ان کے اس نوٹس کو تعجب و حیرت کیا تھ پڑھا اور غور کیا کہ یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں، اگر یہ وجستجو سے معلوم ہوا، کہ نئے نئے بہروپ بھرنے کا زمانہ، اور اور انوکھے دعوے پیش کرنے کا وقت ہی اور چودھویں صدی کا دور، "مراسی" قریشیت کے جامہ میں ملبوس ہونا چاہتے ہیں اور ہمیں مدمقابل بنا کر اپنے پراپیگنڈہ میں مدد لینے کے متمنی، ہمیں ان کا چیلنج منظور کرنا کسی طرح گوارا نہ تھا اور یقین تھا کہ چند روز کی سرگرمیوں کے بعد یہ خود ہی ٹھنڈے ہو جائیں گے، اس لئے ہم نے اس خط کا بدیں مضمون جواب دیدیا، کہ

> "نئے دعوے پیش کرنے کا مرض عالمگیر ہے، دنیا میں سینکڑوں نے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور بیسیوں خدائی کے مدعی ہوئے، خلق خدا ان راندۂ درگاہ دعویداروں کو فرشِ زمین سے الگ نہ کر سکی، آج اگر "مراسی" قریشیت کا دعوے کریں گے تو کیا ہے۔ بہر حال اصلاح کی ضرورت ہی آپ اصلاح کریں خواہ کچھ بن کر رہیں، ہمیں آپ کا مدمقابل بننے کی ضرورت نہیں۔"

اس جواب کے بعد سکوت ہو گیا، لیکن اب جب سے "زمیندار" نے مراسلتوں کی اشاعت سے اس فتنہ کو بیدار کیا ہے، ان کے چیلنجوں کا ایک تواتر قائم ہو گیا ہے، چنانچہ ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کو بھی چیلنج دیا گیا، جس کے الفاظ تو ہماری نظر سے نہیں گذرے، البتہ

ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب اشاعت کی غرض سے ہمیں ارسال فرمایا ہے اور وہ یہ ہے ،

کیا مراثی بھی قریشی ہیں؟

"۲۵ اپریل کے روزنامہ سیاست" میں "جمعیت القریش پنجاب" کے معتمد عمومی جناب شہزادہ آزاد سمبڑیالوی کی ایک تحریر شائع ہوئی ہے جس میں موصوف نے اسباب پر خصوصیت سے زور دیا ہے کہ "مراثی ہی اصل قریشی ہیں باقی سب مخلوط ہیں"۔ چونکہ میں مراثیوں کو قریشی تسلیم نہیں کرتا ، اس لئے انہوں نے مجھے چیلنج دیا ہے کہ میں ان سے مراثی و قریشی کے موضوع پر بحث کروں ، اخیر میں جناب شہزادہ صاحب مجھے تنبیہ کرتے ہیں ، کہ میں میدان بحث میں آنے سے پہلے اپنے حسب نسب پر بھی غور کروں پھر ان سے الجھنے کی جرأت کروں

میراسی قوم سے متعلق میرا اور میرے بزرگوں کا خیال تھا کہ یہ قوم صرف سرزمین ہند کی پیداوار ہے اور یہ ایک حقیر قوم ہے ، اہل ہنود کی خدمات ابتدا ہی سے یہ قوم سرانجام دیتی آئی ہے ، ڈوم ، بھانڈ ، نقال کا کام کرنا اور سریلی تانوں سے دلوں کو مسحور کرنا اس کا آبائی پیشہ ہے ، یہ قوم پہلے ہندو تھی اسلاطین سلف کے عہد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہے ، ہندوستان کے سوا کسی دوسرے ملک میں یہ قوم نظر نہیں آتی ، خصوصاً بلاد عرب میں تو اس قوم کی ہستی بالکل ہی معدوم ہے اور قریشیت سے تو اس کو دور کی نسبت بھی نہیں ہے ،

آج اس قوم کا یہ دعویٰ دیکھکر کہ یہ مراسی ہوتے ہوئے قریشی بھی ہیں ، ہندی الاصل بھی ہیں ، عربی النسل بھی ہیں بلکہ یہ قریشی مراسیوں کی اولاد میں مجھے حیرت ہوتی ہے ،

تیرگی کو بھی ہوئی ہے جرأت دعوئے نور
قل ہو اللہ احد پڑھنے لگے اصنام بھی

یوں تو عہد حاضر میں ہر شخص آزاد ہے کہ وہ جو چاہے بن جائے جو چاہے کہلائے ، کوئی اس سے نہیں پوچھ سکتا کہ کل تم کیا تھے آج تم کیا بننے لگے ہو ، مثلاً نائی لوگ راعی کہلانا پسند فرماتے ہیں ، میر صوفی جو پیری مریدی کرتا ہے سید کہلاتا ہے ، حجاموں نے "راجہ کانفرنس" کے نام سے ایک کمیٹی بنائی ہے ، کلکتہ کے مضافات میں کپڑا بننے والوں کے ایک گروہ نے "مومن کانفرنس" بنائی ہے اور اپنے کو "مومن" کے نام سے مخاطب کرنا تجویز کیا ہے باشندگان پنجاب کی زبردست برادری نے "جمعیت الانصار" کے نام سے ایک انجمن قائم

کی ہے، قصابوں کی برادری نے میرٹھ میں قریشیت کے نام پر اپنی برادری کی تنظیم شروع کی ہے، مراسیان پنجاب نے دیکھا کہ ہر قوم بام ترقی کی طرف معروف تگ و دو ہے، ہم کیوں مراسی کے مراسی رہیں، ہمیں بھی ترقی کرنی چاہیئے، انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ "جمیعت القریش" بناکر قریشیت کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیا، ان کے اس دعوے کو دیکھکر "انجمن قریشیان پنجاب" (جو قریشیان پنجاب کی واحد انجمن ہے) کا حیرت زدہ ہونا یقینی تھا، چنانچہ انہوں نے نوٹس کے ذریعہ سے مراسیوں کو تنبیہہ کی، کہ تم دعوئ قریشیت واپس لے لو، لیکن مراسیوں کو یہ گوارا نہ ہوا نہ ہی "انجمن قریشیان پنجاب" نے اس کے بعد کوئی کارروائی کی، خدا معلوم اس کا کیا سبب ہے،

میری رائے میں مراسیوں نے قریشی بننے میں لغزش کھائی، یہ مراسی تو تھے ہی، میر سے میر صاحب بنتے سید بن جاتے تو اچھا تھا، صرف الفاظ کا معمولی سا تغیر ان کو عربی النسل ثابت کرنے کے لئے کافی تھا،

اب عوام (اخبارات، زمیندار، انقلاب وغیرہ) ہیں کہ مراسیوں کو قریشی تسلیم ہی نہیں کرتے نہ ہی تسلیم کرنا چاہیئے،

آج کل صرف مسلمان کہلانا باعث فخر نہیں سمجھا جاتا، بلکہ سید پٹھان قریشی راجپوت مغل، انصاری، عالمگیری کہلانا زیادہ ضروری خیال کیا جاتا ہے، حالانکہ ترجمان حقیقت پکار کر کہتا ہے،

یوں تو سید بھی قریشی بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

میرے آبا و اجداد قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں، صحیح النسب صدیقی قریشی ہیں، لیکن مجھے قریشی ہونے پر کوئی فخر نہیں، اس لئے کہ ابوجہل بھی قریشی تھا،

مجھے اگر ناز ہے تو اس بات پر کہ میں مسلمان ہوں اور میرے اکثر بزرگ عالم دین ہیں مفتی شہر ہیں، شمع نور ہدایت ہیں، مبلغین اسلام ہیں اور میں خود ایک ادنی خادم اسلام ہوں،

ان حالات کی موجودگی میں میرے لئے مراسیوں کی جمیعۃ القریش کے سکرٹری کا چیلنج قبول کرنا سخت مشکل ہے، میرے لئے یہ قطعی ناممکن ہے کہ میں ایک مراسی کا مقابلہ

کر سکوں، اس لئے کہ میں فن موسیقی سے بالکل بے بہرہ ہوں، طبلہ و سارنگی کے فن سے نا آشنا ہوں اور نہائت ہی گرفت گلو ہوں،

کے سے مستغنی ہوں موسیقی سے ہوں میں بے نیاز

طبع موزوں سادہ ہے اور نکر رنگیں سادہ ہے

دوسرے میں ان فضول مباحث میں پڑکر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا، اس لئے شہزادہ آزاد ممبر ماوی صاحب مجھے معذور سمجھیں، اگر ان کو شوق مقابلہ بے طرح دامن گیر ہو تو ہمارے ہی شہر لدھیانہ میں ان کی قوم مراسی کے اکثر افراد آباد ہیں، جو فن موسیقی سے ماہر خوش گلو، تان اڑانے میں یکتا، سریلی نغموں سے دلوں کو مسحور کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں ان کیطرف رجوع کریں،

زلف سے کہدیں کہ یہ پیچ کرے شانے سے"

(ڈاکٹر محبوب عالم لدھیانہ)

تیسرا چیلنج اب "انجمن قریشیان پنجاب گوجرانوالہ" کو دیا گیا ہے، چونکہ اس کا مضمون گوناگوں دلچسپیاں لئے ہوئے ہے اور فصاحت و بلاغت کا نمونہ اس لئے ہم اسے ناظرین کرام کی واقفیت اور دلچسپی کے لئے یہاں نقل کئے دیتے ہیں، وھو ہذا،

"انجمن قریشیانِ پنجاب" کو دوبارہ چیلنج

کریں گے کرنیکی کوشش جو بے نقاب ہمیں ۔۔۔ تو ہم بھی کر دینگے سب وا جو ہیں حجاب انکے

بتا رہے ہیں جو ہمکو رذیل و کمینہ یہ ۔۔۔ جلاکے خاک اڑا دینگے سب خطاب انکے

جو پھر رہی ہیں چڑھائے بل اپنی موچھوں پہ ۔۔۔ مٹا کے راکھہ بنا دیں گے سب شباب انکے

رہے یہ یاد میراثی ہیں نسب سے واقف ۔۔۔ میدان میں کھول کے رکھد ینگے سب نساب انکے

قلم کو تھام ظفر دیکھ لے کچھ بھی رنگ ۔۔۔ اور آنے دو باقی جو ہیں جواب انکے

رسالہ القریش ماہ مئی ۳۸ء کے ہر دو مضامین ہماری نظروں سے گذرے، یہ مضامین تاریخی واقعات کے لحاظ سے بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں، ہمارا خیال ہے کہ ہم ان مضامین کے جواب میں کچھ تحریر کرنا چاہیں تو ایک ایک لفظ پر ایک ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے جس کے لئے ایک عرصہ دراز کی ضرورت ہے، علاوہ اس کے ہم خیال کرتے ہیں، کہ ان کاغذی گھوڑے دوڑانے سے اخیر میں سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، ہم چاہتے ہیں، کہ اس

معاملہ کو بہت جلد ختم کیا جائے ۔ یعنی یا تو ہمارے دعویٰ قریشیت کی تردید صحیح طور پر کر دی جاوے جس سے ہم اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو سکیں یا بصورت دیگر ہمارے مسترشین صاحبان کی تسلی ہو جاوے کہ ہم اپنے دعویٰ میں حق بجانب اور صحیح ہیں ۔ اس سے پیشتر بھی ہم ایک چیلنج ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی کو بذریعہ اخبار "انقلاب" مورخہ ۲۷ ، اپریل ۳۸ء دے چکے ہیں ، جس کا آج تک کوئی جواب نہیں دیا گیا ، آج ہم پھر جمیع ارباب انجمن قریشیان پنجاب صدر مقام گوجرانوالہ کو دوبارہ چیلنج دیکر بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کرتے ہیں ، کہ اگر وہ مسئلہ قریشیت پر ہمارے ساتھ مباحثہ کرنا چاہتے ہیں تو بڑی خوشی سے کوئی تاریخ مقرر کر لیں ، ہم اس مباحثہ کے لئے ہر وقت اور ہر مقام پر تیار ہیں ۔ اگر آپ کو یہ مباحثہ کرنا منظور ہو جاوے تو بہتر یوں ہونا چاہیئے کہ ہر چہار مذاہب کے چار معتبرین ارکان جو تاریخ دان اور محقق ہوں ، ان کا انتخاب باہمی مشورہ کے ساتھ کر لیا جائے ، اور جو نتیجہ یہ کمیشن اپنی ایمانداری اور معلومات کے مطابق بعد سماعت مباحثہ اخذ کرے اس پر ہر دو فریقین کاربند رہیں ۔ نوٹ : اگر آپ کی انجمن یہ رائے پاس کر دیوے تو ہمیں کم از کم ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیجا وے ۔ المشتہر ، ماسٹر برکت علی جعفری سکرٹری انجمن جمعیت القریش ضلع گوجرانوالہ ۔

شاعری میں تو جناب ظفر نے ظفر علی خاں کو شرمندہ کر دیا ، کمال ہے اور یہ کمال مولانا کو کہاں نصیب ! علامہ سر اقبال ایسے شاعروں نے قلم توڑ کے رکھ دیئے ہیں ، انہیں چاہیئے کہ ظفر میراسی سے اصلاح لیا کریں ، کیوں نہ ہو ، عربی ہیں اور علم العروض کے موجد ۔

اگر یہی فصاحت و بلاغت ہے اور یہی ادعائے تاریخدانی ، جس پر یہ دعویٰ ہے ، کہ "ایک ایک حرف پر ایک ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے" تو ہم کہیں گے ، کہ

گر ہمیں مکتب است و ایں ملّا
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

ماسٹر برکت علی اور ان کی جمعیت تاریخی واقعات اور تاریخی دلائل و شواہد سے حقیقت شناسی کو تو کاغذی گھوڑے دوڑانے سے تعبیر کرتے ہیں ، لیکن یہ بھی چاہتے ہیں ، کہ ان کے "دعویٰ قریشیت کی تردید صحیح طور پر کر دیجائے ، جس سے وہ "اپنے دعوے سے دست بردار ہو سکیں ۔" "دعویٰ کی تردید صحیح طور پر" کا معمہ ہم سمجھنے سے قاصر ہیں اور اس صورت میں جبکہ معتبر تاریخی روایات کو کاغذی گھوڑے خیال کیا کر

لیا جائے اس کا سمجھنا محالات سے ہو جائیگا، کاش "صحیح تردید" کی تصریح ہو جاتی، دنیا مراسیوں کو قریشی تسلیم نہیں کرتی، تاریخ ان کے دعویٰ قریشیت پر مضحکہ کرتی ہے، واقعات آنسو بہاتے ہیں، پھر معلوم نہیں "صحیح تردید" کس بلا کا نام ہے، روایت و درایت ہی بہترین کسوٹی ہے، اس کو وہ تسلیم نہ کریں تو اس مرض کا علاج انسانی حیطۂ اقتدار سے باہر ہے،

ضد وکد اور بغض وعناد کی کوئی وجہ نہیں، حقیقت واصلیت کی ٹوہ مقصود ہے، کتب تواریخ و وانساب کی ورق گردانی سے نتیجہ پر پہونچنے کی کوشش کیجئے، "جدید الشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت" کے عنوان سے صحیح تردید کا تاریخی سلسلہ شروع ہے، صبر وسکون اور اطمینان سے اس پر غور کرتے جائیے اور خاتمہ پر اپنے دلائل و براہین پیش کیجئے، خود بخود فیصلہ ہو جائے گا، اور اگر محض ضد ہو تو "صحیح تردید" کا مطالبہ فضول ہے، مباحثہ ہم کبھی اور کسی حالت میں بھی موزوں نہیں سمجھتے، للہذا ان کی یہ خواہش ناقابل التفات ہے، اور پھر ایسی صورت میں جبکہ ان کے دعوے قریشیت سے متعلقہ کتاب زیر ترتیب ہو اور جس کے اخراجات طباعت کے لئے سوا روپیہ فی مراسی مطالبہ کیا گیا ہو، یعنی کوئی قدیم تاریخی شہادت وہ نہ رکھتے ہوں،

اخیر پر ہم شہزادہ ازاد اور ان کی جمعیت کو مشورہ دیتے ہیں، کہ اگر ان کے پاس ان کے دعوئی قریشیت کی تصدیق میں مسلّم ومعتبر تاریخی ثبوت موجود ہوں تو وہ انہیں فوراً شائع کردیں اور عوام کو غور وفکر کا موقع دیں کہ یہی اس معاملہ کو جلد ختم کرنے کی بہترین صورت ہو سکتی ہے، اور جب تک یہ نہ ہوگا دنیا آپ کو قریشی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگی،

برادران قریش سے ہماری استدعا ہے کہ وہ جذبات سے کام نہ لیں، دل آزاری کا کوئی پہلو اختیار نہ کریں اور زبانی مباحثہ کے لئے تیار نہ ہوں، بلکہ تاریخی مواد اگر کسی صاحب کے پاس موجود ہو تو وہ بغرض اشاعت ہمیں بھیجدیں، اور القریش کی ان اشاعتوں کو باحتیاط تمام محفوظ رکھیں، تاریخی مواد آیات کام آئینگی، داشتہ آید بکار،

مراسی اپنے اعلانات، اشتہارات اور روئدادیں ہمیں نہیں بھیجتے اور ان میں ہمارے خلاف غلط فہمی پھیلانے کی نیت سے خلاف واقعات باتیں کہہ جاتے ہیں، لہذا برادران قریش کا فرض ہے کہ ان لوگوں کے ایسے اشتہارات جن میں ہم یا ہماری قوم سے متعلق کوئی تذکرہ ہو جہاں کہیں پائیں ہمیں بھجوادیا کریں، تاکہ غلط واقعات کی ہم تردید کرسکیں،

~~~~~~
~~~~~~

حیا سوز حرکتیں

کسی شیطان ابن شیطان نے "مذاکرہ ملیہ" کے عنوان سے "گلابی اردو" کے رنگ میں لغویات کا دفتر ہمیں بھیجا ہے، جس میں "قریش" "القریش" اور اس کے ناظرین و معاونین کے خلاف دل کھولکر زہر اگلا گیا ہے،

اس قسم کی بیحیائی کا صحیح خاکہ پیش کرنا شرافت و نجابت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے، اس لئے ہم اس بوالہوس خرافات کے نویسندہ کے حق میں سوائے اس کے کچھ کہنا نہیں چاہتے کہ قادر مطلق اس گندہ ناتراش کی ناپاک زبان کو سبّ و شتم سے روک دے، تاکہ اس ننگ شرافت ہستی کے شر سے خلق خدا محفوظ و مامون رہے، من شرور انفسنا و من ..... الخ

گم گشتہ راہ ہدایت مضمون نویس نے آزاد کی تعریف و ستائش کرتے ہوئے انجمن قریشیان پنجاب اس کے اراکین اور ممبران کے خلاف اس قدر فحش اور شرمناک الفاظ استعمال کئے ہیں اور اس بیہودگی سے "زمیندار" و "انقلاب" کے خلاف بکواس کی ہے کہ زبانِ قلم اس کے اعادہ کی جرأت نہیں کر سکتی،

شقی ازلی نے خاتمہ تحریر پر ہمیں اس قسم کی گندی تحریروں سے مسلسل و پیہم حملوں کا خوف دلا کر "مراسیوں کی قرشیت" سے متعلقہ تاریخی واقعات کے اندراج سے منع کیا ہے، لیکن بزدلی و کمینگی کا یہ عالم ہے کہ اپنا نام تک لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی،

ہم اس ہیجڑے کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اس کی اس قسم کی ناشائستہ حرکتیں ہمیں حق کے اظہار سے باز نہیں رکھ سکتیں اور نہ ہی ہم ان حیاسوز باتوں کا جواب دینا شیوۂ انسانیت سمجھتے ہیں، ہم خوب جانتے ہیں کہ

نیش عقرب کہ از پے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

رُباعی

عمر اس شان سے یارب یہ بسر میری ہو
مجھ سے سرزد ہوں عمل وہ جو رضا تیری ہو
تیری رحمت دل شاکر کو وہ تسکیں بخشے
رنج و راحت کے تاثر سے اسے سیری ہو

شاکر صدیقی،

امام حسین علیہ السلام کا عفو

(از جناب پیرزادہ حبیب اللہ صاحب مخدومی)

ایک دن حضرت امام عالیمقام امرائے عرب کے ساتھ تشریف فرما تھے، اور آپ اور آپ کے مہمان کھانا تناول فرما رہے تھے، خادمہ شوربا سے بھرا ہوا پیالہ لائی، رعب محفل سے اس کے پاؤں لڑکھڑا گئے اور شوربا سے بھرا ہوا پیالہ فرش پر گر کر چکنا چور ہو گیا، اور شوربا کی چھینٹیں آپ کے ملبوس تن پر بھی پڑیں آپ نے بنظر تادیب خادمہ کیطرف نگاہ کی، خادمہ نے رحم طلب نگاہ سے امام کیطرف دیکھتے ہوئے کہا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ غصہ کو پی جانیوالے لوگ متقی ہیں،

امام حسین ع، کظمت غیظی (میں غصہ کو پی گیا)،

خادمہ، وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (لوگوں کے قصور معاف کرنیوالے بھی اچھے ہوتے ہیں)،

امام حسین ع، عفوت عنک (میں نے دل وجان سے تجھکو معاف کیا) خادمہ نے یہ کہتے ہوئے اس آیت کو پورا کردیا، وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (خدا نیکی کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے) آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا، میں نے خدا کے لئے تجھکو آزاد کیا اور تیری کفالت تا عمر اپنے ذمے لی، اس واقعہ کو نظم کی صورت میں ملاحظہ فرمائیے،

ایک دن خانۂ اطہر میں تھے معروف طعام — خاصۂ پنجتن پاک، امام جمہور
آئے کچھ اہل عرب خوان کرم پر مہمان — میزبانی میں ہوئے شوق سے مشغول حضور
رکھدئے سامنے خدام نے الوان طعام — بسکہ تھی خاطر مہمان شہ دیں کو منظور
آش گرم ایک پیالہ میں کنیزک لیکر — مطبخ خاص سے آئی شہ والا کے حضور
فرط عجلت میں ٹھکانے نہ رہی ہوش و حواس — رعب محفل سے مساعد نہ رہی عقل و شعور
ہاتھ کو لرزہ ہوا پاؤں کو لغزش آئی — دفعتہ چھوڑ دیا ظرف کو ہو کر مجبور
فرش پر گر کے پیالہ ہوا ٹکڑے ٹکڑے — جس سے آلودہ ہوا سب تن ملبوس حضور
نگہ خشم سے دیکھا شہ عالی نے اسے — ڈر گئی وہم سیاست سے کنیز معذور
پڑھی بے ساختہ قرآن کی وہ آیہ پاک — جس میں کرتا ہے یہ ارشاد خداوند غفور
متقی وہ ہیں جو غصہ کو فرو کرتے ہیں — حد سے بڑھتے نہیں ہر چند کرے کوئی قصور

اس کو سنکر یہ دیا سبط پیمبر نے جواب — ضبط غصہ کو کیا میں نے بھی حسبِ المقدور
پھر وہ بولی کہ یہ ہے شیوۂ اہلِ تقویٰ — درگذر کرتے ہیں لوگوں کی خطاؤں کو ضرور
بولے سرکار نہ ہو اپنی خطا پر نادم! — غائتِ عفو سے میں نے بھی سمجھے رکھا معذور
پھر کہا اس لئے کہ جن لوگوں کا احساں ہے شعار — دوست کو نین میں رکھتا ہے انہیں رب غفور
شہ نے ارشاد کیا جا سمجھے آزاد کیا — آج کے دن سے میں آقا ہوں نہ تو ہے مامور
جب غم دہر سے عاجز ہو تو آنا میرے پاس — جب زر و مال کی حاجت ہو تو کرنا مذکور
آپ بھوکے رہیں غیروں کو کھلائیں نعمت — اس گھرانے کا یہ شیوہ ہے جہاں میں مشہور

ہیں سبھی چشمۂ احساں چہ صغیر و چہ کبیر
ہیں سبھی آیہ رحمت چہ اناث و چہ ذکور

حلم

(از جناب مولانا احمد علی صاحب شوق قدوائی)

کاہل تھا اک غلام جناب امیرؓ کا — حضرت پکارتے رہے اس نے نہ لی خبر
آئے خود اُٹھ کے آپ کہ دیکھیں کہاں ہے وہ — دیکھا اسے تو چین سے لیٹا ہے فرش پر
پوچھا یہ آپ نے کہ صدا کیا سنی نہ تھی — کیا بات ہے کہ ناشنوائی ہے اس قدر
بولا ضرور میں نے سنی آپ کی صدا — اٹھنا مگر گراں تھا بچھونے کو چھوڑ کر
پوچھا یہ کیوں؟ کہا کہ ہیں حضرت بہت حلیم — کھٹکا عتاب کا ہے نہ مجھ کو سزا کا ڈر
آزاد کرکے اس کو یہ فرمایا آپ نے — اب جا کے اپنی عمر کر چین سے بسر
لوگوں نے عرض کی کہ یہ کیا بات ہے حضور — بدلے سزا کے اس پہ ہوئی رحم کی نظر
فرمایا آپ نے کہ یہ سمجھا مجھے حلیم — امید وارِ حلم کو پہنچاؤں کیا ضرر

اب ایک دوسرے کو کسی کا نہیں ہے غم
آزاد وہ ادھر ہے تو آزاد میں اِدھر

صغر سنی کی شادی اور مسلمان

شادی نابالغان سے متعلق ایک مسودہ قانون اسمبلی کے زیر غور ہے، اور اس کی نسبت رائے عامہ طلب کیگئی ہے، لہذا سطور ذیل سپرد قلم کی جاتی ہیں،

اسلام نے اپنے متبعین اور پیروؤں کے لئے جو قوانین واصول مقرر کر دئے ہیں، وہ اس قدر واضح معقول اور مناسب ہیں، کہ ان کی موجودگی میں ضروریات زندگی بلکہ نجات اخروی کے لئے بھی کسی نئے قانون کی تلاش کی ضرورت باقی نہیں رہتی،

بانئے اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ نے پیدائش سے موت تک کے تمام مراحل زندگی سے متعلق احکام ربانی کے ماتحت جو قوانین ترتیب فرما دئے ہیں وہ دنیا وجہاں کے قوانین وقواعد سے ارفع واعلیٰ اور بے عیب ہیں،

تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا ان قوانین متبرکہ پر عمل ہے اور دنیا جانتی ہے کہ وہ کس قدر مفید ناقابل ترمیم اور اٹل ہیں، واقعات شاہد ہیں کہ جہاں کہیں ان قوانین کی خلاف ورزی ہوئی خسران الدنیا والآخرہ کی صورت پیدا ہوگئی، مسلمانوں کا ایمان ہے،

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسباب و علل کسی تشریح کے محتاج نہیں، مسلمانوں کی دنیوی ترقی اور اخروی نجات انہیں قوانین کی پابندی میں مضمر ہے، ان کے محاسن کچھ وہی لوگ جان سکتے ہیں جنہیں ان کی پیروی کی سعادت حاصل ہو، مذاہب عالم کے قوانین غیر معینہ وقت پر ترمیم ہو جاتے رہے، ضروریات زمانہ ان میں تنسیخ وایزادی کی احتیاج پیدا کرتی رہیں اور کرتی رہنگی، لیکن اسلام کا اٹل قانون وہی ہے جو تیرہ سو برس قبل تھا اور ہمارا دعوےٰ ہے کہ رہتی دنیا تک اس کی دفعات میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئیگا، اور یہی ایک قانون الٰہی ہے جو ترتیب ونفاذ کے زمانہ سے دنیا وجہاں کے آخری وقت تک ایک حالت وہیئت میں قائم رہیگا اور ہر زمانہ کے مطابق اور ہر وقت کے موافق رہنمائی کرتا رہا اور کرتا رہے گا، کسی دوسرے قانون میں خواہ وہ ملکی ہو یا مذہبی یہ اعجاز اور یہ خوبی موجود نہیں،

یاران وطن جو ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کا آلہ سیدھا کرنے کے لئے موم کی ناک کی طرح

احکامِ مذہب کو موڑ توڑ لیتے ہیں اور اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو لا مذہبیت کا ڈھول پیٹنے میں بھی حجاب نہیں کرتے، مسلمانوں کو قانون الٰہی سے منحرف کرنے کے لئے موقع کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور جہاں کہیں کچھ پایا فوراً ہا ؤ ہو شروع کر دی اور ہمدردانہ مشوروں کا شور برپا کر دیا، چنانچہ "نوجوان کانفرنس" کے بعد نئے مسوّدہ قانون کے شاخسانہ نے ان کے اس شغل میں اضافہ کر دیا ہے،

صغر سنی کی شادی کے انسداد کے لئے ایک مسوّدہ قانون اراکین اسمبلی کے زیرِ غور ہے، اخبارات میں کئی روز سے اس قانون کی ضرورت و عدم ضرورت پر مختلف خیالات کا اظہار ہو رہا ہے، ہندوؤں کا منتہائے مقصود اور ان کی مساعی کی انتہا یہ ہے کہ مسوّدہ پاس ہو جائے لیکن مسلمان اس کے خلاف ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ان کے مذہبی معاملات میں قانون کو دخل نہ ہو، ہندوؤں میں صغر سنی کی شادی کا بہ کثرت رواج ہے اور پیہم کوششوں کے باوجود وہ اس کی روک تھام نہیں کر سکے، اور سوائے قانونی مداخلت کے وہ اس کے سدِ باب کی کوئی صورت نہیں پاتے، اس لئے وہ مصر ہیں کہ اس نقص کو دور کرنے کے لئے قانون کے حربہ سے کام لیا جائے، اور فی الحقیقت انہیں ضرورت بھی ہے، لیکن ہم اسے مداخلت بمذہب خیال کرتے ہوئے نہایت غیر ضروری اور غیر مناسب سمجھتے ہیں اور اس لئے کہ ہمارے پاس صحیفہ آسمانی ایک ایسا مکمل قانون موجود ہے جو ہر معاملہ میں پورے طور پر ہماری رہنمائی کرتا ہے، اور اس میں ہر قسم کی ایسی ضرورت کا جواب موجود ہے،

ہمارے اس معقول و مناسب جواب پر "ملاپ" لاہور کیا رائے دیتا ہے وہ ذرا غور کے قابل ہے، لکھتا ہے کہ

> "جو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جو بات شریعت میں حلال ہے اسے حرام کیسے بنایا جا سکتا ہے ہم اپنے ایسے مسلمان دوستوں کو یہ مشورہ دیں گے کہ وہ ہر ایک معاملہ میں زمانہ ماضی یا عرب کی روایات سے مشورہ لینے کی کوشش نہ کیا کریں، اگر انہیں اپنی لخت جگروں پر چھوٹی عمر میں نکاح کی بھاری ذمہ داریاں نہیں ڈالنی چاہئیں، تو پھر وہ کیوں محض زمانہ ماضی کے واقعات کی تقلید میں ایک اصلاح کی مخالفت کرنا اپنا شعار سمجھتے ہیں!"

بیچارہ خورسند کیا جانے کہ مذہب کس بلا کا نام ہے اور کس چیز سے کہا جاتا ہے، اگر اسے مذہب سے کچھ موانست اور احکامِ مذہب کا کچھ بھی احترام ہوتا تو وہ اس قسم کا لغو اور بیہودہ مشورہ پیش کرنے کی جرأت نہ کرتا، جناب خورسند کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا ہی مذہب ہے وہ کوئی کام خلاف مذہب نہیں کرنا چاہتے، اور نہ ہی اس قسم کے مشورے سننا چاہتے ہیں، جن میں

سراسر تعلیم اسلام کی مخالفت کی تلقین کیلئے ہو۔ اگر وہ اس قانون کو نیک کام سمجھتے ہیں تو انہیں مبارک رہے، مسلمان اسے ہرگز پسند نہیں کرتے، انہیں شادی و غمی ایسے معاملات میں قانون الٰہی کے مقابلہ میں وہ کسی قانون کی ضرورت نہیں سمجھتے ؎

بندہ نواز خواجہ رحمۃ اللہ

(از حضرت نامی کوہ سوار نظامی شاہ پوری)

جانِ حزیں ہے مضطر بندہ نواز خواجہؒ — قابو نہیں ہے دل پر بندہ نواز خواجہؒ

دل میں ہے خوف محشر بندہ نواز خواجہؒ — جاتا رہے میرا ڈر، بندہ نواز خواجہؒ

حالت ہے میری ابتر بندہ نواز خواجہؒ — مشہور ہوں بداختر، بندہ نواز خواجہؒ

میں شامتِ عمل سے ہوں سخت زار و نالاں — ہو چشم فیض گستر، بندہ نواز خواجہؒ

گم گشتہ آشیاں ہوں عاجز ہوں بیزباں ہوں — گویا ہوں مرغ بے پر، بندہ نواز خواجہؒ

دیر و حرم سے مجھکو نسبت نہیں ہے کوئی — تیرا قدم سراسر، بندہ نواز خواجہؒ

آفت رسیدہ ہوں میں کن کن مصیبتوں سے — پالا پڑا ہے تکسر، بندہ نواز خواجہؒ

قدموں سے اس کو اپنے آباد بھی تو کیجے — یہ دل ہے آپکا گھر، بندہ نواز خواجہؒ

راحت رساں نہیں ہے دنیا کی زندگانی — کیا دل ہو اس سے خوشتر بندہ نواز خواجہؒ

رنج و الم بھی آخر آسان ہو گئے ہیں — دل ہو گیا ہے خوگر بندہ نواز خواجہؒ

ملجائے بیکساں ہے ماوائے عاجزاں ہے — رحمت ہے آپکا در بندہ نواز خواجہؒ

روئے زمیں پہ روضہ شانِ خدا کا جلوہ — چرچا ہے آسماں پر بندہ نواز خواجہؒ

سارے دکن میں چرچا فیضِ کرم سے تیرے — ہے لطف عام گھر گھر، بندہ نواز خواجہؒ

مفلس ہوں بینوا ہوں عاجز ہوں نارسا ہوں — لیکن فتادہ بردر بندہ نواز خواجہؒ

حلقہ بگوش ازلی ہے نامراد نامی
ناچیز ہے یکسر، بندہ نواز خواجہؒ

جدید الشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت!

نمبر ۲

ہندوستان قدیم کی تہذیب قدیم کی صحیح تاریخ کا پتہ لگانا نہ صرف مشکل ہی ہے بلکہ ناممکن بھی اس لئے سن وسال کے متعلق کسی زیادہ کرید میں جانے کے بغیر ہی اس بات پر کفائت کر لینا کافی ہے کہ ازمنہ ماضیہ میں سرزمین ہند ہندو راجاؤں کے عہد حکومت میں عیش و طرب کا گہوارہ تھی ، راگ اور سرود اپنے کمال پر تھا ، حتیٰ کہ راگ ودّیا نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی تھی جس کے ماہر بڑے بڑے گوّیے کہلاتے اور بلحاظ کسب معاش اس پیشہ میں مہارت تامہ پیدا کرنا اور اس کو فروغ دینا اپنا زندگی فرض سمجھتے تھے ،

یہ گروہ اس فن کی بدولت اس حد تک بڑھا کہ راجاؤں ، امیروں اور دولتمندوں کی محفلہائے عیش کی زیبائش کے لئے بہ لحاظ اپنی ظرافت و بذلہ سنجی کے لازم ملزوم کی حیثیت اختیار کر گیا ،

خربوزہ خربوزے کو دیکھکر رنگ پکڑتا ہے ہندوستان کی عیش پرستی کی داستانیں چہار دانگ عالم میں پہونچیں ، تو نیر اسلام کے طلوع ہونے سے دوسو انتیس سال قبل ازیں قبیل ضروریات کی بنا پر بہرام گور شاہ ایران نے اپنے خسر شنگل نامی راجہ قنوج سے فرمائش کی کہ اس کی مجلس ہائے عیش کی رونق کے لئے ہندوستان سے دس ہزار گوّیے اور بھانڈ بھیجے جائیں جس کی تعمیل کرگئی ،

شاہنامہ فردوسی جلد سوم مطبوعہ ۱۲۸۷ھ کے صفحہ ۲۶۱ پر اس واقعہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے ، کہ

"خواندنِ بہرام لوریاں را از ہندوستان"

بہ نزدیکِ شنگل فرستاد کس	چنیں گفت کاے شاہِ فریاد رس
ازاں لوریاں برگزیں دہ ھزار	نر و مادہ برزخمِ بربط سوار
...	...
کنوں لوری از پاک گفتارِ او	ہمیں گردد اندر جہاں چارہ جو

شاہنامہ کے الفاظ نادرہ کی فرہنگ میں صفحہ ۳۰۵ پر لوری کے معنی یوں مرقوم ہیں ،

کہ لوری بمعنی سرود گو و ظریف"، جن کو ہندوستان میں گویا اور بھانڈ کہا جاتا ہے ،

برہانِ قاطع صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے کہ "لوری بمعنی بے حیا و بیشرم باشد ...... و سرود گو و گدا ے کوچہا را ہم گفتہ اند و بمعنی ظریف و لطیف و نازک ہم آمدہ است " چنانچہ میراثی اپنے آپ کو نازک طبع بھی کہتے ہیں ،

اگرچہ ہمارا اخلاق و تہذیب اس بات کی مقتضی نہیں مگر چونکہ اس سے کوئی حملہ مقصود نہیں اور نہ کوئی فرد یا افراد مخصوصہ ہی مشارٌ الیہ ہیں اس لئے چونکہ طلبہ داشت بہرام میں "نر و مادہ" کا ذکر ہے تو ہم صرف علمی رنگ میں انکشاف حقیقت کی غرض سے عمومی اور تنقیدی تبصرہ کی بنا پر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ملاحظہ ہو سٹوڈنٹ پریکٹیکل ڈکشنری ، اردو سے انگریزی ، تھرڈ ایڈیشن ، مطبوعہ سنہ ۱۹۱۰ء جس کے صفحہ ۸۲۷ پر (س سے نہیں بلکہ ث سے) مرقوم ہے کہ

"میراثن ، a singing girl" یعنے گانے والی لڑکی ،

تاریخ سے ظاہر ہے کہ عربوں کے ورودِ سندھ سے قبل ملک سندھ جس کا دارالسلطنت اَلور تھا ، بدھ مذہب کے پیرو ایک برہمن راجہ دیوائج نامی کے زیر حکومت تھا جس کی حدود مملکت مشرق میں کشمیر و قنوج ، مغرب میں مکران اور ساحل بحرِ عمان ، جنوب میں بندرگاہ سورت ، شمال میں قندہار اور سیستان تھیں ، گویا اس طرح جغرافیائی حیثیت میں پنجاب اور موجودہ بلوچستان کا بہت بڑا حصہ بھی داخل حدود سندھ تھا ،

مختلف حیثیتوں میں اور مختلف عہدوں پر میں نے اپنی طویل ملازمت کے دوران میں تقریب دورہ بلوچستان کے بہت بڑے حصے کو دیکھا ، سرداران و سرکردگانِ قبائل سے ضابطہ کی واقفیت اور ملاقات کی تقریبات میسر آئیں اور ذاتی حیثیت میں وہاں کی قوموں کے تمدنی اور تاریخی حالات اور رسم و رواج کو بنظر غائر مطالعہ کیا ، علاقہ ہائے سراوان اور جھالاوان کے براہوی اور بلوچ قبائل میں اب تک ان کے اپنے اپنے جداگانہ لوری و میراثی ہیں جنکو فارسی خط و کتابت میں بھی بدستور "لوری" ہی لکھا جاتا ہے

زمانہ حال میں بلوچستان میں بلوچی زبان کی ایک Poem یعنے نظم کو بلوچ بڑے شوق اور مزے سے سنتے اور وہاں کے ڈوم اس کو ساز کے ساتھ گاتے ہیں جس کا پہلا شعر بلوچی یہ ہے ،

وتر گوشئیں "لوری" بیارہ تھی پہر پہیغا

گہ صبا حیا گوار سنا بالا را بدار

ترجمہ: اے ہشیار "ڈوم" لے آؤ اپنا پیر پیغ (لکڑی کا تنبورا) بڑی مجز کو میرے پاس آکر رکھو،
ملاحظہ ہو تاریخ بلوچستان مصنفہ رائے بہادر ہیتو رام صاحب سی آئی ای ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر
بلوچستان مطبوعہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۸

اس سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ حال میں بھی لفظ "لوری" جس کو ڈوم کہا جاتا ہے بدستور
مستعمل ہے اور لوری اور ڈوم ایک ہی سمجھے جاتے ہیں،

لوری کے لوازم قبائلی جنگوں کے واقعات کو اشعار میں موزوں کرنا اور چنگ و رباب کیساتھ
سنانا ہے، آقاؤں (حجمانوں، پریبوں) کے نسب ناموں کا جاننا اور ان کے شادی بیاہ کے
موقعوں پر گانا بجانا بھی اس کے فرائض کا ضمیمہ ہے،

علاقہ لسے کچھی، سندھ، لسبیلہ اور مکران میں چونکہ مختلف اقوام کی مشترک اور مخلوط آبادی ہے
اس لئے وہاں جٹکی سندھی، بلوچی اور مکرانی زبانیں بولی جاتی ہیں اور ان علاقوں میں "میراثی" کو
لوری، ڈوم اور لنگا خیال کیا جاتا ہے جو بلحاظ ان کے پیشہ کے باہم مترادف نام ہیں اور باعتبار
مطالب و مدعا یکساں،

تاریخ اسبات کی گواہی دیتی ہے کہ ایک زمانہ میں بلوچستان سندھ کا کچھ حصہ اور مکران
زردشتیوں کے زیر حکومت بھی رہے، پس بوجوہ غالب یہ "لوری" ان "لوریان قدیم" کا نسلی
بقیہ اور یادگار ہیں اور لوری (جس کو پنجاب میں میراثی کہا جاتا ہے)، ڈوم اور لنگا باعتبار نوعیت
پیشہ ایک ہی خیال کئے جاتے ہیں،

ہندوستان کے وہ لوگ جو آج سے ایکہزار پانچ سو پچہتر سال پیشتر سرزمین ایران میں بہرام
گور کے زمانہ میں لوری کہلائے، حلقہ بگوش اسلام ہونے کے وقت سے لیکر آج بھی بلوچستان، مکران
اور سیستان میں لوری ہی کہلاتے ہیں،

امتداد زمانہ سے ملکوں اور زبانوں کے لفظی اختلاف کی بنا پر بعض مقامات پر اگر وہ "ڈوم"
لوڑی اور لنگا" کے نام سے بھی موسوم کئے گئے تو اس سے حقیقت اور اصلیت میں کوئی فرق نہیں
آسکتا، کیونکہ اس قوم کے افراد کی قومی سیرت ہر جگہ یکساں ہے،

اگر آج سے پونے سولہ سو سال پیشتر اس قوم کے افراد بعض وجوہ سے رذیل و ذلیل خیال کئے گئے تو
آج بھی باقتضائے حالات موجودہ ہر کجا دنیوی زندگی کے شعبہ میں پستی کے لحاظ سے خدائی خوار ہی سمجھے
جاتے ہیں،

پس یہ تاریخی حقیقت اسباب کی زبردست شہادت ہے کہ لوری (میراسی اور ڈوم) ہندوستان کے قدیمی باشندوں میں سے ہیں جو پہلی صدی ہجری کے دوران میں جب راجہ داہر والئے سندھ کی اشتعال انگیزیوں کی وجہ سے غازی اعظم محمد بن قاسم ثقفی رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کو فتح کیا، تو اس کے فاتحانہ نزول سندھ سے قبل لوری یعنی ڈوم حدود مملکت سندھ میں غیر مسلم حالت میں موجود تھے،

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو از سخنم پند گیر و خواہ ملال

گوجرانوالہ
یکم جون ۱۹۲۸ء

(قاضی) نظیر حسین فاروقی
ریٹائرڈ مستوفی

اعتذار

القریش کا خوشنما اور وضعدار ٹائیٹل (سرورق) جو ہمیشہ لگایا جاتا تھا ختم ہو چکا ہے اور بازار میں عمدہ کاغذ موجود نہیں، عنقریب کاغذ آجانے پر انشاء اللہ تعالٰی اسی عمدگی کے ساتھ ٹائیٹل تیار کرا لیا جائے گا، ناظرین معذور سمجھیں،

(۲)

اس اشاعت کا افتتاحیہ طویل ہو جانے کی وجہ سے کئی ضروری مضامین درج نہیں ہو سکے، قلمی معاونین اطمینان فرمائیں، انشاء اللہ تعالٰی بتدریج مراسلات و مضامین درج ہوتے جائینگے

اتفاق سے یہ اشاعت ایک ہی نوعیت کے مضامین پر مشتمل ہے، اس وجہ سے اگر کسی ناظر کی دلچسپی کا سامان اس میں نہ ہو تو وہ بھی ہمیں معذور سمجھیں، کیونکہ بحالات موجودہ ان مضامین کی اشاعت ضروری تھی،

جن برادران قریشیں کا اس اشاعت کے ساتھ سال خریداری ختم ہوتا ہے، وہ مہربانی کر کے سال آئیندہ کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر اور حلقۂ اثر سے نئے خریدار دیکر مشکور فرمائیں،

منیجر،

دردمند آواز کا اثر

دردمندانِ قوم وبہی خواہانِ انقریش کے خطوط

"ایک آواز" کے عنوان سے القریش مطبوعہ ماہ مئی کے صفحہ ۲ پر فقیر صاحب نے قوم کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے جس درد و کرب اور رنج و ملال کا اظہار کیا ہے اور قوم کو قوم کی بے پرواہیوں کے عواقب و نتائج جس دردانگیز لہجہ میں سمجھائے ہیں، وہ ناظرین کرام ملاحظہ کر چکے ہیں، اگرچہ دردمند دلوں پر یہ وقت خیز صدا تیر کا سا کام کر گئی اور اس سے طبائع میں ایک سرسراہٹ سی پیدا ہو گئی ہے، لیکن ہاشمی صاحب کے دو اہم مطالبوں کو پورا کرنے کیلئے اتنی سی جنبش کافی نہیں چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ایک جوش، ایک ہیجان اور ایک ولولہ پیدا ہو جاتا حسیات وحرکات کے دریا میں مد وجزر کی صورت پیدا ہو جاتی، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ صدیوں کے جمود وسکوت کے طلسم کو توڑنے کے لئے پیہم مساعی بکار ہوا کرتی ہیں، اس لئے ہم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ہاشمی سے استدعا کریں گے کہ اس سے وہ بے دل نہ ہوں اور سردست اسی سرسراہٹ کو غنیمت سمجھیں، امید ہے کہ آپ کی دلگداز اور موثر صدا اپنا کام کر کے رہیگی، پیہم مساعی کا سلسلہ عملی کام سے جاری رہ سکتا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ دردمندانِ قوم میدانِ عمل میں آنے کے لئے بیقرار ہو گئے ہیں،

ذیل میں ہم ان خطوط کا خلاصہ درج کرتے ہیں جو مولانا کی آواز سے متاثر ہو کر برادرانِ قریش نے ہمیں ارسال فرمائے ہیں، ہم بحالات موجودہ انہیں بڑی کامیابی سے تعبیر کرتے ہیں اور دیگر حضرات سے اس اہم قومی ضرورت کی طرف متوجہ ہونے کی امید کرتے ہیں،

دعوتِ اجلاس

قریشی محمد رمضان صاحب صدیقی مانانوالہ (شیخوپورہ) سے تحریر فرماتے ہیں،

جناب اڈیٹر صاحب! السلام علیکم مزاج شریف،

فقیر اسمٰعیل صاحب ہاشمی نے قوم کی پسماندگی کا "ایک آواز" میں صحیح نقشہ پیش کرتے ہوئے جو آنسو بہائے ہیں وہ سنگین دلوں کو پانی کیطرح بہا دینے کے لئے کافی ہیں، میرے دل پر رقت سی

ہوگئی، اقوام عالم کا عروج وکمال اور قریش کی ذلت وگمنامی

عجب دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد

سچ ہے کہ اتفاق، دولت، عزت، شہرت، غیرت، حمیت، علم، عمل سب کچھ گیا اور ناموس خطرہ میں ہے، ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے اور کسے احساس نہیں، اس سے کوئی زیادہ برا وقت نہ ہوگا، اب اگر اپنی حالت پر قابو نہ پایا گیا تو بحر بے پایاں، ساحل دور، کشتی منجدھار، اور خدا حافظ کا معاملہ ہوگا،

ممکن ہے میرے دوبھائیوں نے فقیر صاحب کی "آواز" پر غور کرتے ہوئے قوم کی "بگڑی" بنانے کے لئے کوئی عملی پہلو اختیار کیا ہو اور کوئی بہترین صورتیں ظہور میں آنے والی ہوں، لیکن میری دانست میں بحالات موجودہ "قومی اجتماع" کی شدید ضرورت ہے، لہٰذا التماس ہے کہ اگر کسی دوسرے مقام کی برادری نے اس "شدید ضرورت" پر توجہ نہ دی ہو تو اہل شیخوپورہ کیطرف سے میری دعوت قبول فرمایئے اور میری طرف سے "قومی اجلاس" کا اعلان کر دیجیے، میں اس کے لئے اگست کا آخرہ عشرہ موزوں سمجھتا ہوں، "انجمن قریشیان پنجاب" گوجرانوالہ کو اختیار ہے کہ وہ مناسب تاریخ مقرر کرکے پراپیگنڈا شروع کردے، میں یہاں انتظامی امور انجام دونگا، انشاء اللہ تعالےٰ،

(محترم قریشی محمد رمضان صاحب سے ہمیں خاص تعلقات حاصل ہیں، آپ پہلو دردمند دل رکھتے ہیں، آپ کے برادر اصغر قریشی محمد چراغ صاحب قومی امور میں انہاک اور گہری دلچسپی لینا اپنا بہترین شغل سمجھتے ہیں،

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

آپ نے ایک اہم قومی ضرورت کا بروقت احساس کرتے ہوئے ایک بہت بھاری ذمہ داری کا کام اپنے ذمے لیکر قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے، دعا ہے کہ خدائے تبارک و تعالےٰ آپ کا حامی و مددگار ہو،

"انجمن قریشیان پنجاب" کو اطلاع دیدی گئی ہے، اگست کے آخری عشرہ سے اراکین انجمن کو اتفاق ہے، ایڈیٹر)

(۲) خان صاحب قریشی محمد عبداللہ صاحب ای۔ اے۔ سی، سی سے تحریر فرماتے ہیں،

مکرمی و محترمی جناب رونق صاحب! سلام علیکم، مزاج شریف،

القریش کا ہفتہ وار کرنا قومی حالات کے لحاظ سے ازبس ضروری ہے، میں کوئی خاص تعداد مقرر نہیں کرتا، انشاء اللہ تعالےٰ بہت سے خریدار دونگا اور اس ڈیوٹی کو جو میرے ذمہ لگائی گئی ہے

بوجہ احسن انجام دینا اپنے لئے فخر سمجھونگا ، مبلغ بیس روپے ارسال ہیں القریش ہفتہ وار کے امدادی فنڈ میں جمع فرمائیں ، بلوچستان میں برادران قوم معدودے چند ہیں ورنہ ایک بڑی تعداد یہاں سے ہی پوری ہو جاتی ،

(بیس روپے کی گرانقدر امداد شکریہ کے ساتھ وصول ہوئی ، آپ کی اس عملی ہمدردی کا بخلوص شکریہ ہے ، القریش ہفتہ وار کرنے کے لئے "بیت سے" خریدار دینے کا وعدہ فرماکر مزید احسان فرمایا ، جزاہم اللہ خیرالجزاء ، ایڈیٹر)

(۳) قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ، ریٹائرڈ مستوفی گوجرانوالہ سے تحریر فرماتے ہیں ،

برادر مکرم ، سلام علیکم ،

القریش کا ہفتہ وار ہونا قوم کے لئے گوناگوں فوائد کا موجب ہے ، آپ نے اس کے لئے پانچ سو خریداروں کا مطالبہ کیا ہے ، چونکہ میں اس تجویز کو بے حد مفید سمجھتا ہوں ، لہذا پانچ سو میں سے پچیس ۲۵ خریداروں کے بہم پہنچانے کی ذمہ داری میں اپنے پر لیتا ہوا قوم کو قوم کی حالت پر چھوڑتا ہوں ،

بناکر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

(آپ القریش کے خاص معاونین میں سے ہیں ، آپ القریش کی بہتری اپنی بہتری سمجھتے ہیں اور "من تن شدم تو جاں شدی" کا معاملہ ہے ، اس لئے ہم کسی رسمی شکریہ کی ضرورت نہیں سمجھتے ، ایڈیٹر)

(۴) مکرمی جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی لکھتے ہیں ،

جناب مولانا محمد علی صاحب قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ ،

السلام علیکم ، مزاج شریف ، آج رسالہ القریش موصول ہوا ، نمونہ کی قیمت چار آنے مقرر ہے ، اگر آپ نے مفت ارسال فرمایا مشکور ہوں ، دل سے جناب کی اس برادرانہ نوازش کی قدر کرتا ہوں ،

رسالہ کو شروع سے اخیر تک پڑھا ، میں سمجھتا تھا ، کہ "القریش" کوئی معمولی رسالہ ہوگا ، کیونکہ قوم قریش کا شیرازہ منتشر ہے ، ہر رذیل قوم قرشیت کی دعویدار ہے ، انجمن قریشیان پنجاب پر اعداء کی طرف سے قصابوں کے حملے ہو رہے ہیں ، ان حالات میں رسالہ القریش کو دلچسپ بنانا اور اعلیٰ مضامین اور دلکش نظموں سے اس کو مزین کرنا مشکل ہے ، الحمدللہ کہ میرا یہ خیال غلط نکلا ، القریش کے متعلق میری رائے یہ ہے بلکہ میرا یقین ہے کہ یہ ملک کے ممتاز ادبی و اخلاقی رسائل کی صف اول میں ہے ، قریشیوں کے علاوہ ہر مخلص

مسلمان کو اس کا خریدار بننا چاہئیے، صفحہ ۲ پر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی "ایک آواز" کو پڑھا بار بار پڑھا ان کے مضمون کا ہر ایک لفظ جذبات سے بریز تھا جس کا دل پر اثر ہونا یقینی تھا، ان کی تجویز مبارک ہو کہ "القریش کو ہفتہ وار کر دیا جائے"۔ ہر جب قوم قریشی کا فرض ہے کہ وہ مولانا محمد اسمٰعیل کی تجویز کا خیر مقدم کرے، خود خریدار بنے دیگر دوستوں کو خریدار بنائے، چنانچہ ان کی اپیل کو پڑھ کر میرے دل پر خاص اثر ہوا، آپ آئندہ ماہ کا پرچہ میرے نام وی پی کر دیں (چندہ بذریعہ منی آرڈر وصول ہوگیا، شکریہ، ایڈیٹر) میں اس کی توسیع اشاعت کی کوشش کرنا اور ہر ممکن امداد دینا اپنا فرض اولین قرار دونگا (خدائے تبارک و تعالےٰ توفیق دے، ایڈیٹر) القریش کو دلکش بنانے اور عمدہ مضامین کے انتخاب کرنے پر میں جناب کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، (حوصلہ افزائی کا مشکور ہوں، ایڈیٹر) خدا آپ کو اپنے عزائم میں کامیابی عطا فرمائے اور قوم قریشی کی تنظیم اور بھائیوں کی خدمت کرنے، اعدا کا دندان شکن جواب دینے کی مزید توفیق بخشے، آمین، ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد،

محترم بھائی! میری دلی ہمدردی آپ کے ساتھ ہے (مروت، ایڈیٹر)

(۵) جناب قریشی امیر علی صاحب فاروقی منشی فاضل ہمیر پور، تحریر فرماتے ہیں،

مکرم بھائی صاحب! سلام علیکم،

"ایک آواز" اور "خاص باتیں" کے عنوان سے مئی کے رسالہ میں کے دو مضمون میں نے خاص توجہ سے مطالعہ کئے، جواباً عرض ہے، کہ القریش ہفتہ وار کرنے کی تجویز مبارک ہے، میں اگلے مہینے انشاء اللہ تعالےٰ ایک دو خریدار بہم پہونچانے کی کوشش کرونگا اور انجمن کا ممبر بھی ہو جاؤنگا، والسلام،

(۶) جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی شاہ پور سے رقمطراز ہیں:

برادر محترم حضرت زرنق زاد عنایتہ،

مئی کے القریش میں خاص باتوں کے عنوان کے تحت القریش کو ہفتہ وار کرنیکی تجویز پڑھی، اور آپ کے ارشاد کے مطابق اظہار رائے کے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں،

یہ تجویز خدا کرے مبارک ہو اور قوم اس سے فائدہ اٹھائے، میں انشاء اللہ مقدور بھر اس کو سرسبز بنانے میں کوشاں رہونگا، وما توفیقی الا باللہ، (توجہ فرمائی کا شکریہ، ایڈیٹر)

(باقی آئندہ)

القریش کے جملہ ناظرین و معاونین اس معاملہ میں اپنی اپنی رائے سے ضرور مستفید فرمائیں، اور ہفتہ وار کرنے کے لئے پانچ سو کا مطالبہ پورا کرنے خاص مساعی سے کام لیں، ایڈیٹر۔

یہ ہے وہ قوم جو پروردۂ آغوشِ نعمت تھی

اثر خامہ مولانا انعام اللہ خاں ناصر حسن پوری

مبارک وہ جماعت تھی احد سے جسکو نسبت تھی
وہ کثرت تھی کہ اس کثرت سے پیدا شانِ وحدت تھی

عمل کا ذوق شوقِ علم و فن کیا تھا نہ تھا ہمکو
شجاعت تھی سخاوت تھی مروت تھی عدالت تھی

خلافت اپنی سونپی تھی خدا نے ارض پر اسکو
کبھی خیر الامم کہتے تھے اسکو یہ وہ امت تھی

رہی جبتک نظر منشائے قانونِ الٰہی پر
تو حاصل اسکو شوکت تھی امارت تھی حکومت تھی

شہنشاہِ جہاں بنکر گدائے بے نوا ہونا
وہ دینداری کی برکت تھی یہ بیدینی کی شامت تھی

قیامت ہے کہ صورت سے بھی پہچانی نہیں جاتی
یہ ہے وہ قوم جو پروردۂ آغوشِ نعمت تھی

کتاب دہر میں وہ نام ٹھہرا لفظِ بے معنی
نگینِ خاتمِ شاہی کو جس سے زیب و زینت تھی

صلہ اک دنیوی ہوتا ہے تعظیم شریعت کا
جو حبل اللہ کو چھوڑا تو شوکت تھی نہ عزت تھی

بدل جانا ہمارا تھا نگاہِ لطف کا پھرنا
اسی صورت سے جاری اس کی عادت سے سنت تھی

دولتِ آصفیہ

فیاضی و رعایا نوازی کی انتہا

حضور نظام عالی مقام تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ وحشمتہ کی فیاضی و کرم گستری ضرب المثل ہے، دنیا کا گوشہ گوشہ آپکی شاہانہ داد و دہش کا رہین احسان ہے، ہندو مسلم یکساں آپ کے فیض و کرم سے مستفیض ہو رہے ہیں، اور دستِ کرم برابر بڑھا جا رہا ہے، چنانچہ حال ہی میں حضور نے اپنی مسلمہ فیاضی سے ہر حاجتمند کو مستفیض کرنے کیلئے کوتوال شہر کو حکم دیا کہ وہ ایک ایسی فہرست پیش کرے جس سے معلوم ہو کہ شہر حیدرآباد میں بلا تفریق مذہب و ملت کتنی بیوہ عورتیں موجود ہیں جن کا کوئی ذریعہ معاش نہیں، تاکہ ان کی ضروریاتِ زندگی کے لئے شاہی امداد منظور کی جائے، ۲۵ مئی کو یہ فہرست بارگاہِ قدسی اساس میں پیش کی گئی جس پر فیاض و دریا دل بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ ان تمام کے روزینے مقرر کر دئے جائیں، چنانچہ اسی تاریخ سے غیر مستطیع بیواؤں کے لئے وظائف مقرر ہو گئے ہیں،

زمانہ موجودہ کیا اس سے قبل بھی سخاوت یہ مثال کسی نے پیش نہ کی ہوگی، ہاں قرون اولے میں خلفائے راشدین کے عہد میں ضرور ایسا ہوا کرتا تھا کہ امرا کو غربا کی تکالیف کا احساس ہوتا اور وہ اپنی ضروریات کو نظر انداز کر کے اہل حاجت کی حاجتیں پوری کر دیتے اور ہر کس و ناکس سے یکساں سلوک روا رکھتے تھے، یا اب حضور نظام ہیں کہ ان کا بہترین تتبع کر رہے ہیں، ہماری دعا ہے، کہ

رہے ہے سر پر رعایا کے ترا سایہ ہما پایہ
رہے سر پر ترے شاہا ہمیشہ ظلِ رحمانی

اعلیحضرت کا مطالبہ حکومت برطانیہ سے

اعلیحضرت حضور نظام نے بٹلر کمیٹی کے پاس ایک یادداشت ارسال فرمائی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ حیدرآباد کے ساتھ بجائے اس قسم کے برتاؤ کے جو ہندوستان کی متعدد چھوٹی ریاستوں کے ساتھ بحالاتِ موجودہ کیا جاتا ہے، حکومت برطانیہ اور حکومت نظام کے مالی اور سیاسی تعلقات اس قسم کے ہونے چاہئیں، جیسے کہ حکومت برطانیہ کے دیگر آزاد ممالک افغانستان اور ایران وغیرہ سے ہیں، اور بیان کیا جاتا ہے، کہ یادداشت مذکور میں اس دعوے کی تائید میں معاہدہ جات کے حقوق مختلف دول کی روایات اور اس اعزاز و اکرام کو پیش کیا گیا ہے جس سے اعلیحضرت نظام اس وقت

سے ہی بہرہ اندوز ہوتے رہے ہیں، جب کہ ان کے خاندان کو ہندوستان میں برطانیہ سے سابقہ پڑا تھا،

مملکتِ حیدرآباد میں جا بجا جلسے منعقد ہو رہے ہیں جن میں حکومتِ برطانیہ سے خواہش کی جاتی ہے کہ اعلحضرت نظام کی خودمختاری اور آزادی کو تسلیم کیا جائے اور بجائے ہز اگزالٹڈ ہائی نس کے "ہز مجسٹی" کا خطاب دیا جائے (ہمدرد)

بندرگاہ مچھلی پٹم اور حضور نظام

معاصر "رہبر دکن" نے اپنے طویل مقالۂ افتتاحیہ میں ۱۸۰۲ء کے اس آخری معاہدہ کا متن شائع کیا ہے جو بندرگاہ مذکور کے باب میں دولتین آصفیہ و برطانیہ کے درمیان ہوا تھا، اس کی حسب ذیل دفعات قابلِ توجہ ہیں،

دفعہ (۱)، آنریبل کمپنی اور ہز ہائینس دی نواب آصف جاہ (نواب سکندر جاہ بہادر مرحوم ومغفور) کے مابین موجودہ مضبوط دوستی، اتحاد اور محبت کے ثبوت کے طور پر آنریبل کمپنی ذریعہ ہذا ہز ہائی نس دی نظام کو مسولی پٹم کی بندرگاہ کے آزادانہ استعمال کا حق عطا کرنے پر رضامند ہے، جس بندرگاہ میں ہز ہائینس ایسے قواعد کے ماتحت جن کی کمپنی کی حکومت کو ضرورت ہو اور جن کا تصفیہ گورنر جنرل باجلاس کونسل اور ہز ہائینس کے مابین ہوگا، ایک تجارتی فیکٹری قائم کرنے اور کارندے (ایجنٹ) رکھنے پر آزاد رہیں گے،

دفعہ (۲)، ہز ہائینس کے جہازات کو جن پر ان کا پھریرا لہراتا ہوگا ہر وقت ہز برٹانک مجسٹی اور آنریبل کمپنی کے جنگی جہازات سے حفاظت حاصل کرنے کا حق حاصل ہوگا، اور ان ساری بندرگاہوں میں جن کا تعلق ہندوستان کی برطانوی حکومت سے ہوگا، بطور منظور نظر اقوام کی طرح داخل ہوسکینگے،

دفعہ (۳)، فریقین معاہد کے ممالک کے مابین ہر قسم کی اشیا نباتی پیداوار مصنوعات کا علی الترتیب بلا محصول حمل ونقل ہوگا،

اسی معاہدہ کی دفعہ ۴ و ۵ میں سرکارِ عالی کے علاقہ میں درآمد شدنی اشیا کی چنگی کا تعین کیا گیا ہے اور حمل ونقل کی سہولتیں طلب کی گئی ہیں اور دفعہ (۶) میں سرکار انگریزی نے اپنے علاقہ میں برابر کی سہولتیں دی ہیں، اس کی آخری سطر بڑی معنی خیز ہے "ہم ذریعہ ہذا اعلان کرتے ہیں کہ مذکورالصدر عہود اور معاہدات کے ذریعے ہم موثر آ

ہم پابند ہیں اور خدا کی مہربانی سے آخر وقت تک مذکورالصدر معاہدات اور مواعید کو پورا کرتے رہیں گے "

اس معاہدہ کے الفاظ بالکل صریح ہیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس کے بعد سے آجتک دونوں حکومتوں کے درمیان کوئی ایسا معاہدہ نہیں ہوا ہے جس نے اس کو منسوخ کیا ہو، لہذا انگریزی حکومت کا فرض ہے کہ بندرگاہ مچھلی پٹم میں حضور نظام کو وہ حقوق عطا کرے جن کا اس معاہدہ میں ذکر کیا گیا ہے، اس بندرگاہ کا وجود دولت آصفیہ کی اقتصادی ترقی کے لئے جس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ دکن کے قریب ترین ریلوے سٹیشن سے وہ صرف ۶۶ میل دور ہے اور اس کے وسیلہ سے دولت آصفیہ اپنی تجارت درآمد برآمد کو بہت کچھ ترقی دیسکتی ہے،

ریاست حیدرآباد میں نئی ریلوے

ریاست حیدرآباد میں وقار آباد سے بیدر تک ریلوے لائن کے لئے پیمائش ہوچکی ہے اور جیسے ہی ٹھیکہ منظور ہوگیا کام کی ابتدا کردی جائیگی، اگر ضرورت ہوئی تو یہ لائن اودگیر تک پہونچا دیجائیگی،

صدائے کشفی

مولانا کشفی شاہ صاحب نظامی قریشی پہلو میں دل اور دل میں اسلامی جوش رکھتے ہیں تبلیغ واشاعت اسلام آپکا نصب العین ہے حال ہی میں آپ نے "صدائے کشفی" کے نام سے ایک ٹریکٹ شایع کیا ہے، جو مسلمانان ہند کے لئے پیغام بیداری ہے، اس میں آپ نے مسلمانانِ ہند کو تبلیغ و اشاعت اسلام کیطرف متوجہ کیا ہے، ٹریکٹ کو آپ نے "ہند کے مسلم بیدار ہوجا" کے عنوان سے شروع کیا ہے اور دلگداز پیرایہ میں لکھا ہے، جناب کشفی کی اسلامی خدمات کسی تعریف کی محتاج نہیں، خداوند کریم آپ کے پائے ثبات میں استقلال دے، ٹریکٹ قابل دید ہے اور ایک آنہ میں مل سکتا ہے اکائی تعداد میں منگاکر مفت تقسیم کرنا ثواب کا کام ہے،

پتہ ذیل سے طلب کیجئے،

کشفی شاہ صاحب نظامی نظامیہ شانتی گنج ۳۴ اسٹریٹ
رنگون (برما)

بلادِ اسلامیہ

سرزمیں دلی کی مسجودِ دلِ غمدیدہ ہے ذرّے ذرّے میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے
پاک اس اجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں خانقاہِ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں
سوتے ہیں اس خاک میں خیر الامم کے تاجدار نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار
دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیِ محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

ہے زیارت گاہِ مسلم گو جہاں آباد بھی اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی
یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لیے سامانِ ناز لالۂ صحرائے یثرب یعنی تہذیبِ حجاز
خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ ارم جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبر کے قدم
جس کے غنچے تھے چمن ساماں وہ گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے روما ان کا مدفن ہے یہی

ہے زمینِ قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور
بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشاں کر گئی اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی
دورِ گردوں میں نمونے سینکڑوں تہذیب کے پل کے نکلے مادرِ ایام کی آغوش سے
قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار مہدیِ امت کی سطوت کا نشانِ پائدار
صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے آستانِ مسند آرائے شہِ لولاک ہے
نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا تربتِ ایوب انصاری سے آتی ہے صدا
کشورِ اسلام کا اے مسلمو دل ہے یہ شہر
سینکڑوں صدیوں کی کشت و خوں کا حاصل ہے یہ شہر

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰ دید ہے کعبے کو تیری حجِ اکبر سے سوا
خاتمِ ہستی میں تو تاباں ہے مانندِ نگیں اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی — جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

خشک لب انساں کو جس نے آبِ جاں پرور دیا — عقل کو آزادیِ زنجیرِ توہم کر دیا

جس نے عہدِ وصل باندھا مدتِ دوراں کیا تھا — جس نے پوری منصفی کی فطرتِ انساں کیا تھا

جس کے ڈر سے وہم کا قصرِ کہن آئیں گرا — گردنِ انساں سے طوقِ راہبِ خود بیں گرا

نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے — جانشیں قیصر کے وارث مسندِ جم کے ہوئے

ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام — ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس ہے نہ شام

آہ! یثرب دیس ہے مسلم کا تو ماوا ہے تو — نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو!

جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

گو مٹانا بستیوں کا ہے شعارِ روزگار — عظمتِ ملت کی باقی یادگاریں ہیں ہزار

یہ ہویدا ہے کہیں مٹتے ہوئے آثار میں — یا نمایاں ہے کہیں گرتی ہوئی دیوار میں!

اجڑے گورستاں کی خاموشی سے ہم آغوش ہے — شان بیٹھیں اشکِ خونِ قوم سے گل پوش ہے

نالہ کرتی ہے کہیں خاموش سوتی ہے کہیں — اہلِ ملت کی فراموشی کو روتی ہے کہیں

جلوہ گاہیں اسکی ہیں اپنی زیارت کے لئے
اشکباری کے لئے، غم کی حکایت کے لئے

(ڈاکٹر سر) اقبال

کیا یہ درست ہے؟

علامہ سید سلیمان صاحب ندوی اور مولانا محمد عرفان صاحب ناظم جمعیۃ العلمائے ہند متوجہ ہوں

روزنامہ "سیاست" مطبوعہ ۶ جون میں شہزادہ آزاد دسمبر یالی کی ایک تحریر شائع ہوئی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ

"علامہ سید سلیمان صاحب ندوی، مولانا محمد علی صاحب مدیر "ہمدرد" مولانا محمد عرفان صاحب ناظم جمعیۃ العلمائے ہند، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خاں صاحب مالک "زمیندار" مولانا عبدالوحید صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر نے جمعیۃ العلمائے ہند کے آٹھویں سالانہ اجلاس منعقدہ پشاور میں مراسیوں کو قریشی تسلیم کیا ہے۔"

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عرب میں مراسیوں کا نشان نہیں ملتا اور یہ ہندی نژاد ہیں، ہندو قبائل کی ادنےٰ ترین خدمات کی انجام دہی ان کے ذمہ تھی اور ہے ان کی ہندوانہ گوتیں ان کے ہندو ہونے کا مسلّم ثبوت ہیں، وقس علی ہذا

ہمیں ان وجوہات پر انہیں عربی النسل تسلیم کرنے میں تامل ہے، مذکورۃ الصدر حضرات کی طرف سے ایک ہندی نژاد قوم کو "قریشیت" کی سند عطا ہونا ایک تعجب انگیز اور مضحکہ خیز بات ہے، بنابریں ہم علامہ سید سلیمان صاحب ندوی اور مولانا محمد عرفان صاحب سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، کہ کیا آپ نے مراسیوں کو قریشی تسلیم کیا؟ اور قریشیت کی تحریری سند عطا کی؟ اگر کیا تو کس بنا پر؟ اور کیا قومیں بننے بنانے کا یہی معیار ہے؟ مہربانی کر کے ان امور پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی تکلیف فرمائیں،

صحیح النسب قریشیوں کو آپ کی اس تحریر سے جو آپ نے انہیں سنداً عطا کی ہے مخلوط النسل ہونیکا اندیشہ ہے وہ اسے انتہائی قومی بیعزتی خیال کرتے ہیں، لہٰذا اس معاملہ کو بہت جلد صاف فرما کر مشکور کریں تاکہ غلط فہمی نہ رہے، والسلام

احقر، محمد علی رونق صدیقی مدیر "القریش"

بعض مضامین خاص توجہ کے قابل ہیں، ہفتہ وار

کرنے کی تجویز سے متعلق اپنی رائے سے مستفید فرمائیں

اور توسیع اشاعت میں کوشش، منیجر

قریشی محمد علی رونق صدیقی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے روز بازار سٹیم پریس ہال بازار امرتسر کے اہتمام سے چھپا کر دفتر

القریش سے شائع کیا

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

خدا اس قوم کی حالت نہیں ہرگز بدلتا ہے
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ساداتِ قریش کا قومی اصلاحی ادبی ماہوار

رسالہ

القریش

الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

جو

بفرمانِ عالی نشان سلطان العلوم اعلیٰحضرت تاجدارِ دکن،

ادام اللہ اقبالہ واجلالہ

مدارسِ محروسہ سرکارِ عالی کے لئے خرید کیا جاتا ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے، فی پرچہ ۴ر، تاریخ اشاعت ہر ماہ کی ۱۶، مقام اشاعت امرتسر

فہرست مضامین

جلد ۱۴	القریش امرتسر بابت ماہ اگست ۱۹۲۸ء	نمبر ۷

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
(۱)	انوار نبوت	از حضرت برق	۴
(۲)	اسلام اور عیسائیت	ایڈیٹر	۵
(۳)	مکافات عمل	جناب مولانا احمد سعید صاحب عثمانی ہوشیارپوری	۸
(۴)	ہمارے اسلاف کی تمدنی و علمی سرگرمیاں	جناب ملک غلام فرید صاحب	۹
(۵)	جو ڈرتے ہیں وہ مرتے ہیں ،	جناب مولانا محمود الحسن صاحب کوکب	۱۱
(۶)	آہ جگر سوز	جناب مولانا اظہر حسین صاحب زاہدی ..	۱۱
(۷)	غزنی کا تاجدار غزنانی کے قدموں میں	طریقت	۱۲
(۸)	نمرود کا خواب	شہاب	۱۵
(۹)	رسوا سر بازار ہے	جناب سید عبدالکریم صاحب مرادآبادی	۱۶
(۱۰)	اعلیحضرت نظام دکن اور مسلمانوں کا فرض	جناب شیخ محمد امین صاحب بیرسٹرایٹ لا ، لاہور	۱۷
(۱۱)	جدید الشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت	جناب قاضی نظر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی ،	۱۹
(۱۲)	شہزادہ آزاد جواب دیں	ایک مستفسر	۲۴
(۱۳)	ضعیف ہو کمند دعوئی سلیمانی	جناب مولانا غلام غوث صاحب صدیقی پنشنر ..	۲۶
(۱۴)	تقریر دلپذیر	نواب مسعود جنگ بہادر	۲۷
(۱۵)	القریش ہفتہ وار کرنے کی تجویز ..	مختلف احباب	۳۰
(۱۶)	واقعات و حوادث	ایڈیٹر	۳۱
(۱۷)	بزم قریش	ایڈیٹر	۳۷
(۱۸)	محیر العقول ایجادات	ماخوذ	۳۸
(۱۹)	دعا بازفت تل	شمیم لہوری	۴۰

تصحیح جدید الشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت نمبر ۳ مندرجہ القریش ماہ جولائی میں حسب ذیل کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں صحت کر لیجئے

صفحہ ۲۴ سطر ۲۴ ث و چ کی بجائے چ و پ ،
صفحہ ۲۵ سطر ۱ سنچ کی بجائے صنچ ہونا چاہیئے
" " ۲ س اور ج " ص اور ج
" " ۶ پورانام " پرانا نام
" " ۱۳ ستاہی " ساہی ہے
" ۲۷ " ۱ مشہور ہے " مشہور کہا جاتا ہے

صفحہ ۳۷ سطر ۱ Distinct کی بجائے Dialect
" ۳۸ " ۳ Intermarriages کی بجائے
Intermarriages
" " ۹ Entitled کی بجائے Entitled
" " ۱۱ Mariages " marriages
" ۲۹ " ۱۷ اور از ور برازمبالغہ " اور برازمبالغہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نورِ نبوت

دائرہ ذراتِ جہاں اے نقطۂ بیضا توئی ۔ اے عقلِ کل مصدرِ تاں سائرہ ہیولیٰ توئی

شرکت فرقِ جان و تن کفر است ہم تو و من ۔ ہم تن توئی ہم جاں توئی ہم نورِ جانِ ما توئی

عشقِ وجودِ سرمدی حسنِ نمودِ احمدی ۔ شورِ دلِ مجنوں توئی عکسِ رخِ لیلا توئی

شوقِ کلیم اللہ تو برقِ تجلیٰ گاہ تو ۔ ہم قائلِ اِنّی اَنَا در وادیٔ موسیٰ توئی

تاثیرِ یزدانی توئی ، اعجازِ روحانی توئی ۔ در عصمتِ مریم توئی در نفحۂ عیسیٰ توئی

نورِ رخِ تنزیہ تو، آئینۂ تشبیہ تو ۔ شاملِ بین وصلِ حق اے برزخِ کبریٰ توئی

ہم سرِّ تنزیلی توئی ، ہم نفسِ جبریلی توئی ۔ تفسیر و تاویلی توئی قرآنِ بے ہمتا توئی

نورِ نبوت نام تو تبلیغِ وحدت کام تو ۔ آخر بشکلِ احمدی در وادیٔ بطحا توئی

طالب توئی مطلوب تو جاذب توئی مجذوب تو ۔ خود انجذابِ حق نما در فطرتِ اینہا توئی

نورِ دلِ ایمانیاں شورِ سرِ اسلامیاں ۔ خود ہمتِ مسلم توئی خود جد و جہدِ ما توئی

تو برق را مضطر کنی ، بارانِ رحمت سر کنی
ہر قطرہ را گوہر کنی رازِ حیاتِ ما توئی

خاکسار برق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفقیہ امرتسر

جلد ۱۴ نمبر ۷ بابت ماہ اگست ۲۸ء

اسلام اور عیسائیت

قابل توجہ علمائے کرام

مسیحی تبلیغی سوسائٹی کی سالانہ رپورٹ سے پادریوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے، سوسائٹی مذکور کے معتمد خارجہ ریوگارڈ فرے فلپس نے سوسائٹی کی جو تازہ رودادشائع کی ہے اس میں ہندوستان کے مسیحی مبلغین کی کارگذاری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ

"ہمارے مبلغین ہندوستان میں دو ہزار بچوں کو فی ہفتہ کے حساب سے اصطباغ دے رہے ہیں۔"

دو ہزار فی ہفتہ کی رفتار انتہائی تیز گامی ہے، لیکن مسٹر فلپس فرماتے ہیں، کہ تبلیغ عیسائیت کی یہ رفتار ان کے نزدیک چنداں درخور اعتنا نہیں، کیونکہ ہندوستان میں ہر ہفتہ دو ہزار سے زائد بچے پیدا ہوتے ہیں" اور مسٹر موصوف کی خواہش ہے، کہ اصطباغ لینے والوں کی تعداد کم از کم ہندوستان کی تعداد پیدائش کے برابر ہونی چاہیئے،

پادریوں کی تبلیغی سرگرمیاں اتنی بڑھی ہوئی ہیں، کہ ایران، عراق اور شام جو اکابر اسلام کا مولد و مدفن ہے، وہاں تثلیث کے نام سے مسلمانوں کو بپتسمہ دیا جارہا ہے، وہ ارض مقدس جو اسلام

کا وطن اور مسکن ہے، عیسائی مشنریوں کا سلسلہ اس کے دامن تک پہونچ چکا ہے اور مساعی کا یہ عالم ہے کہ تبلیغ کے مختلف ذرائع پر غور کرنے کے لئے باقاعدہ جلسے منعقد کئے جاتے ہیں،

۱۹۱۱ء میں لکھنؤ میں تمام دنیا کی عیسائی مشنریوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا تھا، اس جلسہ کی شرکت کے لئے تمام بلاد اسلامیہ میں کام کرنے والی مشنری سوسائٹیوں کے دس قائمقام جمع ہوئے تھے، اور موضوع بحث صرف یہ تھا، کہ "کل دنیا کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کیا تدبیریں ہیں" اس کانفرنس میں مختلف زنانہ مشنریوں کی تحریریں پیش ہوئیں، جو تمام بلاد اسلامیہ کی مسلمان عورتوں میں تبلیغ مسیحیت کے فرائض انجام دے رہی ہیں، ان عورتوں کی تحریریں ایک کتاب کی صورت میں پادری زویمر کی ایڈیٹری میں انگلینڈ سے شائع ہوئیں، ان کا نام "دی لائٹ ان دی حرم" ہے، اس کتاب میں مسلمان عورتوں کے موجودہ حالات اور ان میں تبلیغ مسیحیت کے طریقوں پر بحث ہوئی ہے، اسی قسم کی ایک کتاب مسلمان لڑکوں کے پست اور ناگفتہ بہ حالات کے متعلق لکھی گئی جس میں بتایا گیا تھا، کہ "مختلف ملکوں میں مسلمانوں کی کتنی بدترین حالت ہے اور اس کا ذمہ دار اسلام ہے، اس لئے اسلام سخت قابل نفرین چیز ہے" اس سے زیادہ عاقلانہ طریقہ یہ اختیار کیا گیا، کہ مسلمانوں کی حالت زار کی تصویریں لیگئیں، اور اس کے مرقع شہر بشہر تماشوں میں لڑکوں اور مسلمان طالب علموں کو دکھا کر انہیں بتایا جاتا ہے کہ یہ ہی تمہارے اسلام کی سچی تصویر،

پادری زویمر نے عیسائی مشنوں کی بلند ہمتی کے لئے جن الفاظ میں بلاد اسلامیہ کا نقشہ پیش کیا ہے وہ غور طلب ہیں، لکھا ہے کہ

> "مراکش اسلام کے انحطاط و زوال کا نمونہ ہے، ایران میں اسلام کا شیرازہ پراگندہ ہے، عرب میں اسلام جمود کی حالت میں ہے، مصر اسلام کی اصلاح میں مصروف ہے، چین میں اسلام کس مپرسی کی حالت میں ہے، جاوا میں اسلام عیسائیت میں تبدیل ہو رہا ہے، ہندوستان میں اسلام ہمیں تبلیغ عیسائیت کا موقعہ دے رہا ہے، اور افریقہ اسلام کو ایک خطرہ کی صورت میں پیش کر رہا ہے، ممالک اسلام کی گوناگوں کیفیتیں گویا فرداً فرداً عیسائیت سے اپیل کر رہی ہیں، کہ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی ضرورت یسوع مسیح ہے وہی مراکش کو روشنی، ایران کو اتحاد، عرب کو زندگی، مصر کو نئی روح بخش سکتا ہے، چین کے کھوئے ہوؤں کو پا سکتا ہے، ملیشیا کو فتح کر سکتا ہے، وہی ہندوستان کے کام آسکتا ہے، اور افریقہ کے جابرانہ خطرہ کو روک سکتا ہے"

مبلغین اسلام کو اپنی مساعی پر ناز ہے، لیکن انہیں یہ خبر نہیں کہ دو ہزار فی ہفتہ کی تعداد میں فرزندانِ اسلام کی کتنی تعداد اصطباغ لینے والی ہوتی ہے اور پیروانِ دینِ محمدی کو عیسائیت اور توحید کو تثلیث کے آگے سر جھکانے کے لئے کس قسم کی تدبیریں عمل میں لائی جاتی ہیں، اور توحید پرستی کی عبادت گاہوں کو تثلیث اور صلیب پرستی کے کلیساؤں سے تبدیل کرنے کیلئے کیا کچھ کیا جا رہا ہے،

ان مصیبتوں اور تباہ کاریوں کی ذمہ داری اگرچہ مجموعاً تمام قوم پر عائد ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے اصلی اور حقیقی ذمہ دار ہمارے علما ہیں، ایک وقت تھا جبکہ قوم کے قومی، علمی، مذہبی، اخلاقی، تعلیمی اور سیاسی امور کی ترتیب اور نشو و نما ان کے ہاتھ میں تھی،

دنیا کا ایک ایک ذرہ ان کی کار فرمائی سے فیضیاب تھا، مراکش سے چین اور سواحلِ ہند سے بلادِ روم تک کوئی قومی کام ان کے چشم ابرو کے اشارہ کے بغیر سر انجام نہیں ہو سکتا تھا، یا اب یہ حال ہے کہ ایک ایک کر کے تمام اختیارات وہ آپ اپنے ہاتھوں کھو رہے ہیں اور غفلتِ مستمرہ سے واقعاً اپنے آپ کو مسلوب الاختیار سمجھنے لگے ہیں اور حق یہ ہے کہ اس قانونِ فطرت کے مطابق کہ جس عضو سے کام نہ لیا جائیگا بیکار ہو جائیگا، علما کی جماعت ایک مدت کی بیکاری سے اب ہماری قومیت کا ایک عضوِ معطل ہے اس لئے اسے اب حرکت دینے کی ضرورت ہے،

علمائے کرام کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ایک مدت سے جو نصابِ تعلیم ملک میں رائج ہے اسمیں مفید اصلاحات کریں، زمانہ کے انقلاب اور حالات کے تغیر نے دنیا کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا ہے لیکن ہم جہاں تھے وہیں کھڑے ہیں، غور کیجئے، خیر القرون میں صرف و نحو کی باقاعدہ تعلیم جاری تھی؟ فلسفہ و حکمت کا ایک ایک حرف درس میں داخل تھا؟ موجودہ اصولِ فقہ کا نام و نشان بھی اس زمانہ میں نہ تھا،

منطق کی ایک اصطلاح سے بھی کوئی واقف نہ تھا، لیکن جب عربی زبان میں یونانی و ہندی اور فارسی علوم و فنون کے ترجمے، علوم اسلامیہ کی تدوین ہوئی، بہت سے نئے علوم اختراع ہوئے تو رفتہ رفتہ بتدریج حسب مقتضائے زمانہ نصابِ تعلیم میں یہ چیزیں داخل ہو گئیں، امام شافعیؒ نے اصولِ فقہ مدون کیا، امام ابو الحسنؒ اشعری نے علمِ کلام کو مذہب میں داخل کیا، امام غزالیؒ نے معقولات کو دینیات کے ساتھ آمیز کیا اور اب یہ حال ہے کہ اگر کوئی عربی خوان ان علوم سے ناواقف ہو تو عالم نہیں کہا جا سکتا، مناظرہ کی کوئی کتاب آئمہ مجتہدین کے سامنے کبھی زیر درس نہیں رہی لیکن جب سے امام ابو زید دبوسی نے علمِ الخلاف ایجاد کیا اور ہندوستان میں یہ ایک فن مرتبہ بن گیا تو اس

کی کتابیں بھی ہمارے نصاب میں داخل ہو گئیں، غیر زبانیں ہمارے اسلاف نے کم تر سیکھیں لیکن جب ضرورت پیش آئی تو خود صحابۂ کرام رضؓ کو دوسروں کی زبانیں سیکھنی پڑیں، جب حضرت زید ابن ثابتؓ نے سریانی زبان کی تعلیم حاصل کی، حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے فارسی زبان سیکھی اس کے بعد علمائے کبھی اس میں تامل نہ کیا، یعقوب کندی یونانی زبان کا ماہر تھا، ابوریحان بیرونی وغیرہ بیسیوں علمانے سنسکرت کی تعلیم حاصل کی اور نشر و اشاعت مذہب میں وہ کام کر گئے کہ رہتی دنیا تک یاد رہیں گے، لیکن اب شغلِ تکفیر اور ذاتیات کی الجھنوں میں مستغرق رہنے کے سوا علما کو کوئی کام ہی نہیں،

کیا اس دس ہزار فی ہفتہ کی تعداد میں سے اس تعداد کا پتہ لگانے کی کوشش کی جائیگی، جو پیروانِ دینِ قیم کی اس میں ہر ہفتہ مدغم ہو جاتی ہے، اور کیا ہمارے علمائے کرام اس سیل رواں کو روکنے کے لئے اپنا فرض محسوس کریں گے؟

مکافاتِ عمل

بدل ڈالی جو حالت اپنی ہم نے اپنے ہاتھوں سے
خدا نے چھین لیں عزّ و شرف کی ہم سے اکسیریں

زباں سے معترف ہوتا ہے معیارِ مسلمانی
معطّل ہیں حدیثیں اور ہیں بیکار تفسیریں،

وجاہت میں کمی کچھ ہو نہ عزت ہاتھ سے جائے
کریں احکام قرآنی کی جیسی چاہیں تحقیریں

تردد کیا پڑوسی پر گزر جائے اگر فاقہ،
ہم اپنے گھر مزے سے کھا رہے ہیں بیٹھے انجیریں

حکومت ہے نہ صنعت ہے نہ حرفت اور تجارت ہے
یہ نصرت کی ہیں تہدیدیں یہ قدرت کی ہیں تعزیریں

یہ حالت ناتوانی سے ہے اب ہم فاقہ مستوں کی
نہ ٹپکے خون کا اک قطرہ بھی دل کو اگر چیریں

ہے روحانیتوں کا حال اس سے بھی گیا گذرا
اجابت ہی دعاؤں میں نہ فریادوں میں تاثیریں

جو دن تھے کام کرنے کے وہ سو کر کھو دیے ہم نے
یہ ادبار و نحوست ہیں انہی خوابوں کی تعبیریں

یہ استہزاء استخفافِ مذہب کا نتیجہ ہے،
سروں پر خاکِ ذلت، پاؤں میں نکبت کی زنجیریں

اڑایا ہم نے خاکہ امویوں کی شان و شوکت کا
ملائیں خاک میں عباسیوں کی ہم نے توقیریں

عمل اور قول میں ہے فرق کیا تم نے نہیں دیکھا
دکھیں ہوگئیں رسوا ہماری گرم تقریریں

خیال آتا ہے جب بدر و احد کے جانفروشوں کا
تو آنکھوں میں مری پھرتی ہیں ان لوگوں کی تصویریں

جدھر جاتے تھے ٹل جاتے تھے ان کے رستوں سے
وہ جب تیور بدلتے تھے پلٹ جاتی تھیں تقدیریں

یہی دیں ہے یہی مفہوم توحید و رسالت ہے
کہ ہاتھوں میں ہوں شمشیریں زبانوں پر ہوں تکبیریں

([illegible])

ہمارے اَسلاف کی تمدّنی و علمی سرگرمیاں

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تحصیل علم کو مسلمانوں کا مقدس فرض قرار دیا تھا، آپکا ارشاد ہے کہ جو طلب علم میں اپنا گھر بار چھوڑتا ہے وہ خدا کی راہ میں چلتا ہے" آقا کا یہ فرمانا تھا کہ خدام کے قلوب تمنائے علم سے گرما گئے،

مدینہ الرسول میں ہر قسم کے دل و دماغ مجتمع تھے، جنہوں نے مسلمانوں میں تحصیل سائنس و ادبیات کی ایک لہر پیدا کردی اور طلب علم کی ایک غیر معمولی رو مدینہ سے جانب دمشق بہ نکلی، جہاں صرف و نحو اور علم اللسان کا شغف در پیش رہتا، فلسفہ یونان و دیگر علوم کی تدریس ہوتی، تالیفات ارسطو، جالینوس اور بطلیموس کے تراجم کئے جاتے اور مشہور مصنف خالد بن یزید نے الکیمیا پر کتابیں لکھیں تاہم دوسری صدی میں جاکر علمی اور ادبی سرگرمیاں پورے طور پر مسلمانوں میں شروع ہوئیں،

فرات کی سرسبز و زرخیز وادی جو قدیم الایام سے مرکز علم چلی آتی ہے اسی علاقہ میں بابلی اور سلجوقی خاندان یکے بعد دیگرے اٹھے اور یہیں برلب دجلہ بغداد کی بنا ڈالی گئی، میور صاحب کا قول ہے کہ "اس شہر میں ہر حصہ دنیا کے عالم و عامل آکر جمع ہوتے تھے، اس شہر میں علم بلاغت" شعر" قانون" اور نیز طب، سائنس، موسیقی اور دیگر فنون کی سلاطین عباسیہ، شاہانہ، اور مربیانہ قدردانی فرماتے تھے، اسی بستی میں قرآن شریف کے پہلو بہ پہلو فلسفہ قدیم سائنس ریاضی اور تصانیف جالینوس فیثاگورث، اندس، ارسطاطالیس و بطلیموس کا سیر و مطالعہ ہوتا تھا، ایسے وقت میں جب عیسوی یورپ جہالت و بربریت کی تاریکی میں سرگرداں تھا اور غالی عیسویت سائنس و فلسفہ کا قلع قمع کر رہی تھی،

ہندوستان اور چین مدت مدید سے خواب غفلت میں پڑے سو رہے تھے اور شرقیین کے ایک طرف جاں ملب یونان و روما کے بے بہا خزائن تھے اور دوسری طرف ایران کے زر و جواہر، پس انہی کے لئے مقدر مقرر تھا کہ وہ اپنی ہمہ گیر ذہانت اور مرکزی حالت کے باعث نوع انسانی کے استاد بنیں مشرق میں بغداد اور مغرب میں قرطبہ دو بڑے مرکز تھے جہاں سے انہوں نے دنیا کے دور ترین

کناروں کو نور علم سے منور کردیا ،

عباسیوں کا عہد ایجادات و اختراعات | علما و فضلا جو عباسیوں کے زمانہ میں رونق افروز ہوئے ان کا ذکر کئی مجلدات چاہتا ہے ، سہل اور احمد بن محمد نہاوندی عرب کے نہایت قدیم منجموں میں سے ہیں ، انہوں نے منصور کا زمانہ سلطنت پایا ، احمد نے اپنی ذاتی مشاہدات کی بنا پر نجوم کا ایک نقشہ تیار کیا ، جس کا نام "المستقل" ہے ، جو یونانیوں اور ہندیوں کی معلومات میں ایک یقینی اضافہ تھا ، منصور کے زیر سایہ المجطی مولفہ بطلیموس کا دوبارہ ترجمہ ہوا اور مشہور منجموں سندین علی یحییٰ ابن ابی منصور اور خالد بن عبدالمالک نے نقشہ جات "آزمودہ" تیار کئے ، ان کے مشاہدات خط معتدل النہار کسوف خسوف مظاہر زودنابہ اور دیگر تغیرات سماوی سے متعلق تھے ، نہایت بیش بہا اور علم انسانی میں معتدبہ اضافہ کرنیوالے ،

الکندی نے مختلف مضامین مثل حساب فلسفہ مساحت ، علم شہاب ثاقب ، علم بصر ، اور طب پر قریب دو سو کے کتب لکھیں ، ابومعشر نے مغیرات ماری کے مطالعہ کو اپنے لئے مخصوص کیا اور کتاب زیج ابی معشر ہمیشہ علم نجوم کا ایک خاص ماخذ رہی ہے ،

موسیٰ ابن شاکر کے بیٹوں کے انکشافات جو سورج اور دیگر اجرام سماوی کی اوسط حرکت معلوم کرنے سے متعلق ہیں ، یورپ کے تازہ ترین انکشافات کے لگ بھگ ٹھیک ہیں ،

ابوالحسن نے دوربین ایجاد کی ، البتانی کا نجوم دانوں میں بڑا درجہ ہے اور شرقیین کا بطلیموس کہتے ہیں اس کے نقشہ جات نجوم صدیوں یورپ میں علم نجوم کی بنیادی عمارت رہے ہیں ، تاریخی علم ریاضی میں وہ بحیثیت جیب مستوی اور تمام الجیب کا مخترع ہونے کے نہایت معروف ہے ،

صرف عباسی ہی علم و ہنر کے واحد مربی نہ تھے بلکہ اوروں کے زیر سایہ بھی طبیبوں ، ریاضی دانوں اور اہل نجوم کی ایک جماعت نے ترقی پائی الکوہی کے انکشافات ، بیں اسجدی گرمائی و خط معتدل النہار خزانی نے الستانی وغیرہ علم میں بیشقدر اضافہ کیا ، نجوم اور علم مثلث میں داخل کیا اور بطلیموس کے نامکمل نظریہ قمری کو ترقی دی ،

ملک غلام فرید

رُباعی

مجھ پہ مائل بہ کرم کیوں نہ ہو مولا میرا | اس کا بندہ میں گنہ گار وہ آقا میرا
اس کی رحمت پہ میں ہوں آس لگائے شاکر | دین و دنیا میں وہی بس ہے سہارا میرا

شاکر صدیقی

جو ڈرتے ہیں وہ مرتے ہیں

دُنیا جسے کہتی ہے دنیا، یہ بستی ہے ناقدروں کی — ہم جن کو دعائیں دیتے ہیں وہ ہم پہ جفائیں کرتے ہیں
دِل کی مجبوری کا ہو بُرا ہم کھو بیٹھے خودداری بھی — پروا ہماری جنکو نہیں ہم انکی خاطر مرتے ہیں
جو خوگرِ دردِ محبت ہو، درماں سے اسے کیا مطلب ہے — یہ چارہ گروں کو سوجھی ہے کیا باتیں یہ کیا کرتے ہیں
ہاں پائے ثبات کو قائم رکھنا اللہ سے ڈر بندوں سے نہ ڈر — یہ امرِ حقیقت ہے اے دِل، جو ڈرتے ہیں وہ مرتے ہیں

بے وجہ نہیں خونابۂ دل آنکھوں سے بہانا اے کوکب
تصویرِ محبت سادہ تھی، رنگ اس میں وفا کا بھرتے ہیں

محمود الحسن کوکب

آہِ جگر سوز

خزاں دیدہ رہیگا یا خدا یہ گلستاں کب تک — رہینگے تند جھونکے بادِ صرصر کے وزاں کب تک
لگائیگی جہاں میں آگ آہِ آتشیں کس دن — جلیں گے رنجِ ناکامی میں ہم آتش بجاں کبتک
جگر اور دل ہوئے دونوں ہی اب خاکِ سیہ جلکر — برائے سوزِ دردِ دل پگھلے کا مغزِ استخواں کبتک

نہ ہونگے ہم تو پھر مشقِ ستم کی شکل کیا ہوگی
ترا مشغلہ جاری رہیگا آسماں کب تک

اظہر حسین زاہدی

غزنی کا تاجدار خرقانیؒ کے قدموں میں

اے ہما پیش فقیراں سلطنت کیا مال ہے
بادشاہ آتے ہیں پابوس گدا کے واسطے

خرقان (صوبہ جرجان) میں ایک بوریہ نشین نیستان فقر کا شیر ہو گذرا ہے نام ان کا ابوالحسن ۳۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۲۵ھ میں انتقال فرما گئے ۔

ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا ، کہ غزنی کا باجبروت شہنشاہ سلطان محمود غازی کس ذوق و شوق اور کس اخلاص وعقیدت سے خرقانی درویش کے حضور میں آتا ہے اور اپنی خوش بختی وخوش عقیدگی کی وجہ سے کیا بامراد و کامیاب ہوکر واپس جاتا ہے ، ایک درویش اور شہنشاہ کی ملاقات اور انکی باتوں میں جو راز ونیاز اور نکات و رموز ہیں ان پر غور کرو اور دیکھو کہ صوفیائے سلف میں کیا کیا امتیاز و اختصاص تہا اور کون سی روحانی طاقت تھی ، کہ عوام تو الگ بادشاہ اور شہنشاہ ان کے پائے بوسی کو فخر سمجھتے تھے ، ہماری بدقسمتی سے آج روحانی طاقتوں میں بھی کمی آگئی ہے اور عقیدت و ارادت میں بھی خودغرضی اور خودمطلبی کے جذبات شدت سے پائے جاتے ہیں ،

تجھے چاہا امید وصل کے ساتھ　　　مجھے اپنی غرض کی آرزو تھی

محمود غزنوی خرقانی درویش کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا تہا ، لیکن مصالح ملکی کے لحاظ سے ساتھ ہی اس کی یہ خواہش بھی تھی کہ درویش کے پاس خود جانے سے شاہی رعب داب میں فرق آنے کا اندیشہ ہے اس لئے کوئی ایسی ترکیب ہو کہ وہ خود میرے پاس چلکر آجائیں ، لیکن اس تجویز میں محمود کو کامیابی نہ ہوسکی آخر کسی شوریدہ سر کی گوشمالی کے بہانے خدم وحشم لیکر خود ہی غزنی سے باہر نکلا ، جب خرقان کے نزدیک پہونچا تو ایک قاصد کو حضرت کی خدمت میں یہ سکہا کر بھیجا کہ تم اپنی طرف سے کہنا کہ سلطان غزنی سے چل کر آپکی زیارت کو آیا ہے اور وہ بادشاہ ہے آپ اگر زیادہ نہیں تو شاہی خیمہ تک قدم رنجہ فرمائیں ، بادشاہ نے قاصد سے یہ بھی کہدیا تہا کہ اگر وہ اس پر بھی خیمہ تک آنے کے لئے تیار نہوں تو ان کو قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر سنا دینا اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم ، قاصد پڑھا پڑھایا تہا اس نے کمال خوش اسلوبی اور پورے فرائض کے

کے ساتھ حق پیامبری ادا کیا، حضرت نے جواب میں صرف یہی فرمایا کہ مجھے معذور رکھو، قاصد نے آیت مذکور پڑھ کر اس کی تفسیر کرنی چاہی، آپ نے فرمایا، محمود سے جاکر کہدو کہ میں اطیعوا اللہ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول تک پہونچ سکنے کے لئے نادم و شرمسار ہوں، پھر اولی الامر منکم کا ذکر ہی کیا ہے، قاصد نے واپس آکر محمود سے اسی طرح کہدیا، محمود یہ سنتے ہی آبدیدہ ہو کر ملاقات کے لئے بیتاب ہوگیا، اور کہا واقعی یہ ایسے درویش نہیں ہیں جیسا ہم نے خیال کیا تھا، تاہم مزید احتیاط و آزمائش کے لئے اس نے شاہانہ لباس تو ایاز کو پہنایا اور ایاز کا خود پہنا، اور دس نوجوان لونڈیوں کو بھی مردانہ لباس پہناکر ہمراہ لیا، جب شاہی محلات اور فلک نما عالی شان ایوانوں کے رہنے والے ایک درویش کی کٹیا میں پہونچے تو السلام علیکم کے الفاظ سے مہر سکوت کو توڑا، حضرت نے بیٹھے ہی بیٹھے بغیر کسی تعظیم کے جواب میں وعلیکم السلام فرمایا، محمود نے جو ایاز کا لباس پہنے ہوئے تھا کہا، آپ نے بادشاہ کو تعظیم نہیں دی؟ آپ نے فرمایا یہ تو ایک جال ہے، محمود نے متبسم ہو کر کہا کاش آپ جیسے پرندہ اس جال میں پھنس سکتے، حضرت نے محمود کا ہاتھ پکڑ کر مسند کے برابر بٹھایا اور باقی ہمراہیوں میں سے باوجودیکہ ایاز شاہانہ لباس پہنے ہوئے تھا کی طرف توجہ بھی نہ کی،

محمود! حضرت کچھ فرمائیے

درویش! پہلے نامحرموں کو باہر نکالدو،

بادشاہ کے حکم سے تمام لونڈیاں جو مردانہ لباس پہنے ہوئے تھیں باہر ہوگئیں،

محمود! حضرت بایزید بسطامی رح کے حالات و اقوال سے کچھ بیان فرمائیے،

درویش! حضرت بایزید بسطامی کے اقوال سننے کی تاب ہے؟ سنو وہ فرماتے ہیں جس نے مجھے دیکھا وہ اپنی بدبختی سے بے خطر ہوگیا،

محمود! آنحضرت صلعم کو ابوجہل، ابولہب اور کتنے منکروں نے دیکھا اور وہ بدبخت کے بدبخت ہی رہے حضرت بایزید بسطامی کا درجہ کیا آنحضرتؐ سے بلند ہے کہ ان کو دیکھتے ہی بدبختی کا اثر زائل ہو جاتا ہے

درویش! بس اسی لئے کہتے تھے کہ حضرت بایزید کا کوئی قول مت سناؤ، ان کے اور دیگر صوفیائے کاملین کے اقوال سننے کی وہی لوگ تاب لاسکتے ہیں جو اس رنگ میں رنگے ہوئے ہوں،

سر فروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

محمود! آخر کچھ فرمائیے،

درویش! محمود تحقیق یاد رکھ! کہ آنحضرت صلعم کو سوائے ان کے چار یار اور صحابہ کبار کے کسی نے

حقیقی معنوں میں نہیں دیکھا، اگر ابوجہل اور ابولہب اور دیگر منکرین اس نظر سے دیکھتے جس کو قرآن کریم میں وَتَرٰهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ کہا گیا ہے، تو فی الواقع وہ بھی اپنی بد بختی کے اثر سے محفوظ رہتے،

محمود! (مطمئن ہوکر) حضرت اب مجھے کچھ نصیحت فرمایئے،

درویش! چار باتوں کا خیال رکھو (۱) ممنوعات سے پرہیز (۲) نماز باجماعت (۳) سخاوت (۴) حق تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت و مہربانی،

محمود! حضرت دعا فرمایئے،

درویش! اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ،

محمود! کچھ خاص ہی کر لیئے،

درویش! محمود عاقبت محمود باد،

اس کے بعد محمود نے ایک توڑہ اشرفیوں کا پیش کیا، آپ نے اس کے جواب میں جو کی ایک روٹی محمود کے آگے رکھدی اور فرمایا اس کو کھاؤ، محمود نے ایک لقمہ توڑ کر چبایا لیکن نوالہ حلق سے نیچے نہ اترا، آپ نے فرمایا شاید نوالہ حلق میں اٹکتا ہے، محمود نے کہا ایسا ہی ہے، فرمایا کیا چاہتے ہو کہ اشرفیوں کا یہ توڑہ بھی اسی طرح میرے حلق میں اٹک جائے، اس کو اٹھالو،

درویش! میرے لئے یہ حرام ہے، اب اس پر اصرار نہ کرو،

محمود! اگر میری نذر قبول نہیں فرمائی جاتی، تو مجھے ہی کچھ تبرک عنایت فرمایا جائے،

آپ نے اپنا ایک پیرہن یا خرقہ محمود کو عنایت فرمایا، یہ وہی خرقہ تھا جو سلطان محمود حملہ سومنات کے وقت ہندوستان میں اپنے ہمراہ لایا تھا اور جس کے ذریعہ سے اس نے مخالفوں پر فتح حاصل کی تھی،

جب محمود رخصت ہوکر چلنے لگا تو حضرت ابوالحسن خرقانی رح انکی تعظیم کو اٹھے، محمود نے عرض کیا حضرت جب میں حاضر ہوا تھا تو میری طرف مطلق التفات نہ فرمائی گئی تھی، اور اب یہ تعظیم و تکریم کیسی؟ آپ نے فرمایا، محمود! تم جب آئے تھے تو نشۂ جاہ و جلال تمہاری رگ رگ میں سمایا تھا، تمہیں اپنا رعب دکھانا ہی مقصود تھا اور فقیر کی آزمائش بھی مدنظر تھی، اس لئے فقیر نے تمہاری بادشاہی کی پروا نہیں کی اور اب کہ تم انکساری اور درویشی لئے جاتے ہو تمہاری تعظیم لازمی اور ضروری ہے،

(طریقت)

خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضروری ہے، ورنہ تعمیل نہ ہو گی۔ منیجر،

نمرود کا خواب

حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے دو ہزار برس قبل بابل کی سلطنت درجہ کمال کو پہونچی ہوئی تھی دنیا کی کوئی سلطنت ایسی نہ تھی جو اس سلطنت کا مقابلہ کر سکتی، لیکن اس کے ساتھ ہی بت پرستی کا بازار بھی گرم تھا، وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے بجائے لوگ بت پرستی میں مبتلا تھے جس زمانہ کا یہ ذکر ہے اس زمانہ میں سلطنت بابل کا فرمانروا نمرود بن کنعان تھا جس کا غرور و تکبر حد سے بڑھا ہوا تھا حتیٰ کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور اپنا مجسمہ ہر عبادتخانہ میں رکھوا کر لوگوں کو اس کی پرستش کا حکم دیا،

ایک شب نمرود نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت روشن ستارہ بابل کے مشرقی افق سے نمودار ہوا جس کی تیز روشنی سے مہتاب شرمانے لگا، اس خواب سے نمرود سخت پریشان ہوا اور کاہنوں کو بلا کر اس کی تعبیر پوچھی، سبھوں نے بیک زبان کہا کہ اس سال ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کو برباد کر دیگا، یہ لڑکا ہنوز ماں کے پیٹ میں نہیں آیا،

نمرود شقی تعبیر سن کر لرز اٹھا لیکن مشورہ کے بعد یہ حکم دیا کہ ملک کے تمام مردوں اور عورتوں میں جدائی کرا دیجائے، کوئی شوہر اپنی بیوی کے پاس نہ جائے، چنانچہ فوراً اس کا بندوبست کر دیا گیا،

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر جس کا پیشہ بُت تراشی تھا، نمرود کے دربار کا خاص مصاحب تھا، نگہبانوں کی غفلت سے آزر کو اپنی بیوی مثلے کے پاس جانے کا موقع مل گیا، اور مثلے حاملہ ہوئی،

صبح کے وقت نجومیوں نے حاضر ہو کر عرض کی، کہ جس لڑکے کی پیشین گوئی کیگئی تھی وہ شکم مادر میں آچکا، نمرود سن کر غیض و غضب سے بھر گیا اور حکم دیا کہ تحقیقات سے جتنی عورتیں حاملہ پائی جائیں ان پر نگہبانی کی جائے اور لڑکا پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے،

مثلے کے پاس بھی تجربہ کار دائیاں آئیں، لیکن خدا کی قدرت کہ حمل کا کوئی اثر معلوم نہ ہوا جب وضع حمل کا زمانہ قریب آیا تو بچے کی جان کے خوف سے مثلے جنگل میں چلی گئی، جہاں اس کے فرزند موعود کی ولادت ہوئی، مثلے نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو وہیں چھوڑ دیا اور اپنے شوہر سے کہدیا کہ لڑکا پیدا ہوتے ہی فوراً مر گیا، دوسرے دن جب مثلے اپنے بچے کو دیکھنے گئی تو دیکھا کہ بچہ دونوں انگوٹھوں کو چوس رہا ہے، ایک انگوٹھے سے دودھ بہ رہا ہے اور دوسرے سے شہد، حضرت ابراہیم علیہ السلام

دن بدن حیرت انگیز طریقہ سے بڑھتے تھے، آپ ایک روز میں اس قدر بڑھتے جس اور بچے ہفتہ میں،
نمرود نے انتہائی کوشش کی کہ توحید کی یہ جگمگاتی ہوئی روشنی نمودار نہ ہو لیکن خدائی قدرت
دیکھو یہ روشنی ایسے گھر سے نمودار ہوئی جہاں بتوں کا ڈھیر تھا، دنیا کی کوئی طاقت خدائی احکام میں رخنے
نہیں ڈال سکتی، انسان ہزار کوشش کرے، خدا کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا، نمرود شقی کی خدائی
کچھ کام نہ آئی اور آذر کے بتکدے سے اس روشنی نے نمودار ہو کر تمام شام کو منور کر دیا، بت پرستی وخود پرستی
نیست ونابود ہوئی توحید کا ستارہ چمکا اور حق کا کلمہ بلند ہوا، اللہ اکبر اللہ اکبر لآ إلہ الا اللہ واللہ
اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد، (شہاب)

رُسوا سَرِ بازارے

تصویر تو مے بینم بر ہر در و دیوارے
اے پردہ نشیں گشتی "رسوا سر بازارے"

صد شکر کہ شد پیدا اندر من ہو اورا ہے
روشن بود ایں معنی بر قلب خبر دارے

دل بردی و دیں بردی آتش زدہ در جانم
ترکانہ ، بتا کردی ایں غمزہ و خونخوارے

حقا ، ندہم بیروں از سر سر زلف تو
منصور صفت باشد گر سر بہ بیر دارے

از فیض تو مے بینم آباد ہمہ عالم
اے ابر کرم کردی رحمت بہ خس وخارے

اے پیر خراباتی ، وے قبلۂ حاجاتی
یک جرعہ بمستاں دِہ از خانہ خمارے

از بسکہ گنہگارم ، امید کرم دارم
اے رحمت عالم کن رحمے بہ خطادارے

گر حالِ من خستہ ، پرسند ، بگو قاصد
در خاک ہمے غلطد از درد بہ دلِ زارے

ایں نامۂ شوق من در پیش او کہ خواند
قسطاس نمی یابد در بارگہش بارے

(رسیدہ) عبدالکریم قسطاس، مراد آبادی

خط وکتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کیجیے،

اعلیحضرت نظام دکن اور مسلمانوں کا فرض

(از شیخ محمد امین بیرسٹرایٹ لا لاہور)

اعلیحضرت میر عثمان علی خاں موجودہ شاہ حیدر آباد دکن ان بزرگ ہستیوں میں سے ہیں جن پر سارے زمانے کے مسلمان جتنا بھی فخر کریں بجا ہے، اگرچہ خدا نے آپ کو ایک بادشاہ کا رتبہ دیا ہے مگر جس طرح کی زندگی آپ بسر کر رہے ہیں اور جو خدمت بنی نوع انسان کی آپ انجام دے رہے ہیں، اس پر غور کر کے انسان اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ در اصل آپ بھی اولیا میں سے ہیں اور ہم ہندوستان کے مسلمان خاص طور پر خوش قسمت ہیں کہ ہمارے درمیان اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی پاک اور بزرگ ہستی کو بھیجا ہے، پس ہمارا فرض ہے کہ اللہ پاک کا شکر بجا لائیں اور ہر طرح دل و جان سے اعلیٰ حضرت کی جو کچھ مدد کر سکیں کریں، تاکہ اعلیحضرت بھی امت مرحومہ کی بیش از بیش خدمت کر سکیں،

مجھے حیدر آباد دکن کی زیارت کا فخر حاصل ہے اور جو کچھ میں نے وہاں دیکھا ہے وہ میں مسلمانوں کو بتانا چاہتا ہوں،

اعلیحضرت میر عثمان علی خاں، حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کیطرح نہایت ہی سادگی پسند ہیں، آپ دیسی کھدر پہنتے ہیں اور صبح شام آپکے دسترخوان پر نہایت سادہ کھانا چنا جاتا ہے جس کا دیکھنا ایک مسلم کے دل میں حضور رسول مقبول کے خلفا کی یاد کو تازہ کر دیتا ہے اور انسان دل ہی دل میں امیدوں کے پل باندھنا شروع کر دیتا ہے، کہ اسلام کے پھر اچھے دن آنیوالے ہیں، دیکھئے کیا اس میں آپ کو اللہ کا ہاتھ نظر نہیں آتا، کہ افغانستان میں غازی امان اللہ خان، ایران میں غازی رضا خاں پہلوی، اور ٹرکی میں مصطفےٰ کمال پاشا دل و جان سے مسلمانوں کی کھوئی ہوئی شان و شوکت کو پھر ہماری آنکھوں کے سامنے واپس لانے میں لگے ہوئے ہیں،

جیسا کہ میں ذکر کر رہا تھا اعلیحضرت نہایت سیدھی سادی زندگی بسر کرنے میں، اپنے اوپر ایک پیسہ بھی فضول خرچ نہیں ہونے دیتے، مگر بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے لاکھوں روپے دے ڈالتے ہیں، گاندھی اور رابندرا ناتھ ٹیگور آپ کی فیاضی سے فیضیاب ہو چکے ہیں، ابھی حال ہی میں آپ نے بلا لحاظ مذہب و ملت اپنی سلطنت کی تمام بیواؤں کو معقول پنشنیں عطا فرمائی ہیں، سینکڑوں ہندو مسلم طلبا ہر سال آپ یورپ امریکہ میں اپنے خرچ پر تعلیم کے لئے بھیجتے ہیں، آپ نے ایک ایسی یونیورسٹی

قائم کر دی ہے کہ جہاں ہم لوگوں کی مادری زبان میں اعلےٰ سے اعلےٰ تعلیم دیجاتی ہے اور ساری دنیا کی مفید کتابیں ہماری زبان میں ترجمہ کیجا رہی ہیں، انصاف کے لئے نہایت غیر جانبدار عدالتیں کھلی ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ عدالتوں میں ہماری مادری زبان میں کارروائی کیجاتی ہے اور تمام ہندوستانی ہائی کورٹوں کے فیصلے اردو میں کرکے چھاپ کر مہیا کئے جاتے ہیں، ہندوں کے مندروں سکھوں کے گوردواروں اور مسلمانوں کی مساجد کو امداد دیجاتی ہے، مذہبی بے تعصبی کا یہ حال ہے کہ حضور پرنور نے گائے کی قربانی قانوناً بند کر دی ہے، تاکہ ان کی ہندو رعایا کے جذبات کو ٹھیس نہ لگے

رمضان شریف کے دنوں میں سحری اور افطار کے وقت توپیں چلتی ہیں، حضور کی سلطنت بابرکت میں سے جو لوگ حج کو جانا چاہیں، ان کا آدھا خرچ حضور خود برداشت کرتے ہیں، تمام ردی کاغذات حضور خود خرید لیتے ہیں کہ کہیں اللہ کا نام اگر ہو تو اس کی بےحرمتی نہو، مساوات کا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ جب آپ نماز کے لئے تشریف لائے تو لوگ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے فرمان نکالدیا کہ یہ خدا کا گھر ہے، یہاں شاہ و گدا سب برابر ہیں، آئندہ جب میں مسجد میں آیا کروں تو کوئی کھڑا نہ ہوا کرے دکیا اس واقعہ میں ہمیں حضور رسول مقبول کے حسن بےنظیر کی جھلک نہیں دکھائی دیتی، جن کی آپ اولاد میں سے ہیں ؟

آپکی سخاوت کا سمندر مکہ اور مدینہ تک لہریں مارتا ہے کوئی سائل آپکے دررحمت سے خالی ہاتھ نہیں جاتا، اپنا پیٹ کر غربا کا پیٹ بھرتے ہیں، آپکی سلطنت میں وہ برکت ہے کہ چار پیسے میں وہاں اتنی ہی برکت ہوتی ہے جتنی یہاں چار آنے میں، باوجودیکہ فرانس جتنی سلطنت کا بوجھ حضور کے کندھوں پر ہے پانچوں وقت کی نماز میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ شامل ہوتے ہیں،

پس ہم مسلمانان کا بھی فرض ہے کہ ایسی متبرک ہستی کی پوری پوری قدر کریں، کیونکہ ناشکری اللہ تعالےٰ کے غضب کو ابھارتی ہے اور تمام مسجدوں میں باقاعدہ دعائیں کیا کریں، کہ اللہ تعالےٰ آپ کی عمر میں برکت دے اور آپ اسلام اور اپنی رعایا کی بیش از بیش خدمت کرسکیں اور شیطان اور اس کے وہ مرید جو حضور کو نقصان پہونچانے میں لگے رہتے ہیں، خدا ان کو ناکامیاب و نامراد کرے اور نیز مسلمانوں کا فرض ہے کہ جگہ جگہ جلسے کرکے رزولیوشن پاس کریں اور حضور کے لئے برطانیہ سے "ہز میجسٹی" کے خطاب کا اور والیسی برار کا مطالبہ کریں، اور دعا کریں کہ مغلیہ سلطنت کا یہ چراغ جس کو پاک پروردگار نے اپنے حفظ امن میں رکھا ہے ایک دفعہ پھر اپنی پہلی شان و شوکت سے چمکے، اور ہندوستان اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو اپنی روشنی سے منور کر دے، آمین،

جدید اشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت

نمبر ۴

میراثی قوم کے افراد کو داداکے نام سے پکارے جانے کی وجہ تسمیہ اس سے پیشتر بیان کی جا چکی ہے اسلئے برسبیل تذکرہ نائی کو راجہ اور گھمار کو پرجاپت کہے جانے کی تشریح بھی کی جاتی ہے :۔

تاریخ اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ جب سکندر پنجاب سے چلا گیا۔ تو ملک میں بدنظمی ہوئی۔ ایک شخص چندر گپت نامی نیچ ذات کا "راجہ" ہوگیا۔ بعض محقق اس کو کہتے ہیں کہ وہ نند کا ... بیٹا ایک شودری نایبن موریا کے پیٹ سے تھا۔ دیکھو تاریخ ہندوستان حصہ اوّل۔ مصنفہ مولانا محمد ذکاءاللہ صاحب۔ مطبوعہ سنہ ۱۸۸۰ء صفحہ ۷۳

مسیح سے ستتر برس پیشتر سالباہن کا سمت شروع ہوا۔ کہتے ہیں کہ سالباہن ایک گھمار کا لڑکا تھا۔ خدا کی قدرت سے وہ راجہ ہوگیا۔ بدھوں کے ہاتھوں سے برہمنوں کو اس نے بہت بچایا۔ اسلئے اس کو برہمنوں کا شفیع کہنا چاہئے۔ دیکھو تاریخ ہندوستان حصہ اول صفحہ ۹۳

پس اگر نائی کو راجہ اور گھمار کو پرجاپت کا نام دئے جانے کی تاریخی حقیقت کے متعلق یہ ہر دو حوالہ جات جو اپنی تشریح آپ ہی ہیں۔ مکتفی ہو سکتے ہوں۔ تو پھر ہمیں کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی :۔

اب اصل موضوع کیطرف متوجہ ہوتے ہوئے تاریخ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ "ایران کے نامی بادشاہ بہرام گور نے ہندوستان سے "گانے والے" بلوائے تھے۔ کیونکہ علم موسیقی آج بھی ہندوستان سا دوسری جگہ نہیں ہے۔" دیکھو جام جہاں نما۔ جلد اول مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۹۱ و ۹۰

یہ گانے والے یا گوتیے وہی ہیں۔ جنکو آج سے ایک ہزار پانسو چھہتر ۱۵۷۶ سال پیشتر ایران میں "لوری" نامزد کیا گیا۔ جو زمانۂ حال میں بھی بلوچستان میں لوری یا ڈوم یا میراثی کے نام سے پکارے جاتے ہیں :۔

تاریخ زمانۂ ماضی کا ایک آئینہ ہے جس سے صاف نظر آتا ہے کہ قوم بلوچ ظہور اسلام سے بھی پہلے موجود تھی۔ شاہنامہ میں ایک خاص سرخی اس عنوان سے موجود ہے جبکہ نوشیرواں

پادشاہ ایران نے اقوام بلوچی۔ گیلانی و ایلانی کی سرکوبی کا تہیہ کیا۔ چنانچہ شاہنامہ میں مذکور ہے کہ ؎

ہمے رفت آگاہے آمد بہ شاہ | کہ گشت از بلوچی جہانے تباہ

. . . .

کہ ہرگز بلوچی نیابند خورد | چو از تیغ داران و مردان گرد

پس اس سے صاف ثابت ہے کہ سرزمینِ ایشیا میں بلوچ اور لوری (میراثی) دونوں کا وجود اسلام کے آفتابِ عالمتاب کے طلوع ہونے سے پیشتر ہی موجود تھا؛

نوشیرواں کا زمانہ ۵۳۱ء سے لیکر ۵۷۹ء تک رہا۔ اسنے تخت پر بیٹھتے ہی افغانستان کو دوبارہ فتح کیا اور اپنی حدوداتِ مشرقی کو دریائے سندھ تک بڑھایا اور اقوام بلوچی کو جو مشہور سرکش تھیں۔ چڑھائی کر کے تباہ کر دیا۔ دیکھو تاریخ بلوچستان صفحہ ۔

گویا متذکرہ بالا صورت میں موجودہ سندھ کا بیشتر حصہ بھی حدود سلطنت نوشیرواں میں شامل تھا اور سندھ کے لوری یا ڈوم بھی اسوقت اُس کے زیر حکومت تھے ؛

حلبی زبان میں بلوچ بادیہ نشین کو کہتے ہیں اور ایران کی پُرانی اصطلاح میں میراثی یا ڈوم کو لوری۔

پس ڈوم یعنے لوری اسلام کے مایۂ ناز فرزند محمدؐ بن قاسم ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحانہ ورودِ سندھ سے بہت مدت پہلے ہی غیر مسلم حالت میں حدودِ مملکتِ نوشیرواں میں موجود تھے جس میں سندھ بھی شامل تھا۔

یہ ایک مسلم الثبوت امر ہے کہ اسلام سے قبل پنجاب۔ سندھ۔ ہند۔ بلوچستان۔ افغانستان۔ اور ایران کے درمیان قوموں کے باہمی سوشیل تعلقات۔ آمد و رفت اور میل جول کا سلسلہ موجود اور جاری تھا۔ چنانچہ۔

راجہ شنکل والئے قنوج کی بیٹی بہرام گور شاہِ ایران سے بیاہی گئی۔ دیکھو تاریخ ایران بابل کے فرمانروا اسلیوکس کی بیٹی مہاراجہ چندر گپت کو آئی دیکھو جامِ جہاں نما جلد اول صفحہ ۳۰ مطبوعہ ۱۸۶۱ء۔

نوشیرواں نے روم کے فرنگی عیسائی پادشاہ مارس کی بیٹی بیاہی۔ اور نوشیرواں کی بیٹی یعنے مارس کی نواسی کا بیاہ اودے پور کے رانا سے ہوا۔ دیکھو۔ جام جہاں نما۔ جلد سوم صفحہ ۱۰۳

مطبوعہ ۱۸۶۱ء۔ پس ڈوم یعنے لوری قوم کے افراد بھی ازیں قبیل آمد و رفت سے مستثنے نہ تھے۔
علم الانساب کے ماہر اور میدانِ سیاست کے یکہ تاز اس بات کے معترف ہیں کہ اشتراکِ زبان
اور اشتراکِ رنگ و روپ اشتراکِ نسل کی دلیل ہیں۔

پس۔ آئیے اور دیکھئے کہ بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر سیریز۔ جلد ۶ بی۔ متعلقہ جہالاواں
مطبوعہ ۱۹۰۷ء کا صفحہ ۷۰ کس بات کا پتہ دیتا ہے۔

Baluchistan Dist. Gazetteer Series,
Volume VI B, Jhalawan
Printed 1907 Page 70

The Loris ordinarily speak the lauguage of the tribe to which they are attached, but they have invented a curious artificial jargon known as Lori Chini which they speak before strangers. The dialects of Lori Chini in Vogue among different sections of Loris, differ in various localities, but the words are generally inverted forms of Baluchi and sometimes of Urdu, Sindi and Punjabi.

(ترجمہ) لوری بالعموم اس قوم کی زبان بولتے ہیں جس کے ساتھ وہ ملحق یا وابستہ ہوتے
ہیں۔ لیکن انھوں نے اپنی بھی ایک عجیب اصطلاحی بولی ایجاد کی ہوئی ہے۔ جسے لوری چینی
کہتے ہیں اور جسے وہ اجنبیوں کے سامنے بولتے ہیں۔ لوری چینی کی بولیاں جو مختلف لوریوں
میں بولی جاتی ہیں۔ مختلف مقامات میں مختلف استعمال کی جاتی ہیں۔ لیکن الفاظ عام طور پر
بلوچی۔ اور بعض اوقات اردو۔ سندھی اور پنجابی کی مقلوب شکل ہوتے ہیں۔

پس اگر کس در سرائے ہست، یک حرف بس است۔ بہر ملکے دہر رسمے۔ ہندوستان میں
"ڈوم نام خاکروب کو بھی دیا جاتا ہے" دیکھو خلاصہ حال اقوام ہند۔ مطبوعہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۸۳
صرف نسب دانی ہی نہیں بلکہ گانے بجانے کے لوازم بھی بالعموم اس پیشہ کا جزو لاینفک

ٹھہرے۔ اسلئے ہم بتلادینا چاہتے ہیں کہ سرزمین ایشیا میں جو آلاتِ سرود مستعمل ہوئے۔ وہ یہ ہیں۔ بربط۔ طاؤس۔ چنگ۔ دف۔ شندف۔ غچک۔ پارستور نفیری۔ رباب۔ موسیقار۔ ارغنون۔ ہزارتارہ۔ نقارہ۔ ڈھولک۔ تونبہ۔ ستار۔ جھانج۔ باجہ۔ تونی۔ اور طبلہ۔

ہارمونیم اور گراموفون زمانۂ حال کی ایجادات ہیں۔

سید وارث شاہ صاحب مرحوم نے تو پنجابی میں "مراسی" لکھا ہے۔ اب اگر س کی بجائے ث سے مراثی لکھا جائے۔ تو یہ سوال پھر بھی باقی رہتا ہے کہ باایں ہمہ قرشیت اس میں کس طرح حلول کرسکتی ہے؟ کیونکہ تاریخ اپنا ججمنٹ (فیصلہ) دینے میں بے رو رعایت واقعہ ہوئی ہے۔ مولانا محمدؐ ذکاءاللہ صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔ کہ "جب وہ اور باقی سرداروں سے زیادہ قوی ہوگیا اور راجہ مہاراجہ کہلانے لگا۔ اس زمانہ میں جو بزرگ اپنے خاندان پر حکومت رکھتا تھا۔ اوسنے مذہبی کاموں کا بوجھ اپنے سر پر اٹھانا پسند نہ کیا اور آرام و آسائش اس میں دیکھی کہ تمام رسومات مذہبی اور پوجاپاٹ وغیرہ کے اداکرنے کے لئے اپنی جگہ اور آدمی مقرر کریں۔ پس یہ قائم مقام ان کے گھروں کے پوجاری و پروہت کہلانے لگے اور پھر بتدریج پروہتائی کا کام **میراثی** ہوگیا۔ دیکھو۔ تاریخ ہندوستان۔ حصۂ اول۔ مطبوعہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۲۵۔

اب عقلِ سلیم اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتی کہ جس طرح پروہتائی کا کام بتدریج میراثی ہوا۔ اسی طرح بوجہِ غالب گانے وغیرہ کا کام بھی بلحاظ تواتر میراثی ہوگیا۔

پس اس صورت میں اگر موخر الذکر کے لئے لفظ میراثی دلیل قرشیت قرار دیا جا سکتا ہو تو پھر مقدم الذکر کے لئے کیوں نہیں؟

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

سوال زیربحث کے متعلق تاریخی ذمہ داری کے لحاظ سے چونکہ ہماری پوزیشن بغایت نازک اور سنجیدہ ہے۔ اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ میراثی قوم کے وہ افراد جو ادعائے قرشیت کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری ہندوستان۔ جلد ۱۹ کی سرکاری رپورٹ کے آئینہ میں اپنی شکل دیکھ لیں۔

Census of India 1891
Volume XIX Part I

Printed 1892

Mirasi. Also spelt Amir "āsi" The Minstrels and genealogists of the Province. As in 1881, I have included entries of Dum, Dhadhi Khariala, Sarnai, Rababi and Naqarchi, also Mutrib, Kalawant etc and also in some cases Khalifa, a term said to be applied to Mirasis who are servants of Pirzadas. Mir Mira and Amir appear sometimes to be used for Mirasi,........................In Sialkote I have also included Dumna, which appears to be used in that part of the country for Dum. In compilation I have added Kamachi...............................a small tribe of Vagrant minstrels, apparently akin to the Mirasis.

(ترجمہ) میراثی جس کو "امیر عاصی" بھی لکھا جاتا ہے۔ صوبہ کے گویّے اور شجرہ نسب بتانے والے ہیں۔ ۱۸۸۱ء کی طرح میں نے ڈوم۔ ڈھاڈی۔ کھریالہ۔ سرنائی۔ ربابی اور نقارچی بھی اس میں شامل کئے ہیں۔ اسی طرح مطرب۔ کلاونت وغیرہم۔ اور اسی طرح بعض حالتوں میں خلیفہ جو اصطلاح میں اُن میراثیوں کو کہتے ہیں، جو پیرزادوں کے خدمتگار ہوتے ہیں۔ الفاظ میر۔ میرا۔ اور امیر بھی بعض اوقات میراثیوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں . . . سیالکوٹ میں میں نے ڈومنا بھی اسی میں شامل کئے ہیں۔ جو اس حصہ ملک میں ڈوم کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اپنی کتاب میں میں نے کماچی بھی انہی میں شامل کئے ہیں۔ جو آوارہ گرد گویّوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ اور بظاہر میراثیوں کی ایک شاخ ہے؛

اب روئداد کے اس مرحلہ پر پہنچ چکنے کے بعد یہ امر تنقیح واجب الطے رہ جاتا ہے کہ آیا میراثی ہندی النسل ہیں یا نہ؟

اسکے متعلق معزز ناظرینِ القریش۔ عامۃ المسلمین اور میراثی قوم کے افراد کو زیادہ عرصہ تک انتظار میں رکھنے کے بغیر ہم کوہ ہمالیہ کی سب سے زیادہ بلند اور اونچی چوٹی پر کھڑے ہوکر ڈنکے کی چوٹ چار دانگِ ہند میں "اعلانِ عام" کرتے ہیں۔ کہ

"اچھوت سماج میں۔ ڈھیڈ۔ چمار۔ نامشودر۔ پارایا۔ آنتے اَج۔ ڈوم۔

مہتر[۱] (چوہڑہ) اور میراثی وغیرہ قومیں شامل ہیں۔ یہ سب ہندو ہیں۔ لیکن ایک دوسرے کو چھوتے نہیں اور نہ روٹی بیٹی کا بیوہار کرتے ہیں۔"

دیکھو "چھوت اور اچھوت" مطبوعہ ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۵

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

گوجرانوالہ
یکم اگست ۱۹۲۸ء

(قاضی) نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی

شہزادہ آزاد جواب دیں

مراسیوں کی اصلیت اور خاص کر ان کے قائد اعظم شہزادہ آزاد سے متعلق مضامین کا ہمارے پاس ایک انبار جمع ہو گیا ہے۔ ان تمام مضامین میں تاریخی حیثیت سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مراسی ہندی نژاد ہیں انہیں قرشیت تو کیا عربیت سے بھی کوئی نسبت نہیں، ان تمام میں سے "جدید الشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت" ایک جامع اور مفصل و مبرہن مضمون ہے۔ اور علی التسلسل ان کے دعویٰ قرشیت کی بدلائل قاطع تکذیب کر رہا ہے

حال ہی میں جو مضمون ہمیں موصول ہوا ہے وہ مراسیوں کے قافلہ سالار نام نہاد شہزادہ کی ذات خاص سے متعلق اور عجیب و غریب معلومات کا انکشاف کرتا ہے، اس میں مشار الیہ کی اخلاقی و معاشرتی حالت اور اس کے عادات و کردار پر وسیع واقفیت کی بنا پر کھلی ہوئی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور مراسیوں کے معتمد رہنما کے حصن حصین تہذیب و شائستگی کے دروازوں کو چوپٹ کھول دیا گیا ہے۔ جس پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ایک معمولی سے معمولی فہمیدہ و سمجھ کا انسان بھی دم بخود رہ جاتا ہے۔ چونکہ اس کا من وعن شائع کرنا بھی ہم تہذیب کا خون کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ اس لئے قبل اس کے کہ ہم اسے جوں کا توں ہی قلب قرطاس پر رکھ کر منظر عام میں لائیں۔ شہزادہ صاحب سے خواہش کرتے ہیں کہ وہ مندرجہ ذیل سوالات کا مفصل جواب دیں تاکہ پبلک کو حقیقت و اصلیت سے آگاہی ہو۔

---

[۱] ان میں کچھ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے اور کچھ عیسائی،

اگر خاموشی رہی اور کوئی جواب نہ دیا گیا۔ تو ہم یہ سمجھ لینے میں حق بجانب ہوں گے کہ سوالات سے متعلقہ مراسلت مبنی بر صداقت اور بلا شبہ صحیح ہے۔ اور ان پوست کندہ حالات کی اشاعت سے ڈھول کا پول کھول دینے کے لئے ہم مجبور ہوں گے۔ ہم مراسی برادری کے اس فرضی "شہزادہ" کو بتلا دینا چاہتے ہیں۔ کہ "قرشیت" کا دعوے تو رہا بالائے طاق ان کی ذاتی پوزیشن بھی بہت نازک ہوگئی ہے۔ لہذا اپنے جھوٹ موٹ دعاوی سے انہیں بہت جلد ہاتھ اٹھا لینا چاہیئے۔ (ایڈیٹر)

سوالات

(۱) کیا آپ وہی شہزادہ آزاد ہیں جن کا اصلی نام برکت علی ہے ؟

(۲) کیا آپ بخش نامی مراسی سمبڑیالی پوسٹ مین کے لڑکے ہیں ؟

(۳) کیا ورنیکلر مڈل پاس کرنے کے بعد آپ سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں داخل ہوئے ؟

(۴) کیا لالہ امرناتھ ہیڈ ماسٹر سکول نے آپ کو اپنے سکول سے نکال دیا۔ اگر نکال دیا تو آپ بتا سکتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ تھی ؟

(۵) کیا آپ ریل گاڑیوں میں سرمہ فروخت کرنے کا کام کرتے رہے ؟

(۶) کیا آپ نے کبھی محکمہ ڈاک کی ملازمت کا ارادہ کیا ؟ اگر کیا تو کیا اس میں ناکام رہنے کی وجہ بیان کر سکتے ہیں ؟

(۷) کیا آپ ہولی کے تیوہاروں میں کسی قسم کی مخصوص خدمات انجام دیتے رہے ؟

(۸) کیا آپ کبھی جوگیانہ بھیس میں راول پنڈی کے کسی خاص محلہ میں چکر لگاتے رہے ؟

(۹) کیا آپ کی کلائی پر (V. D.) کے حروف کندہ ہیں۔ اگر کندہ ہیں تو ان سے کیا مراد ہے ؟

(۱۰) کیا آپ تحریک عدم تعاون میں شریک ہوئے ؟

(۱۱) کیا کسی باغیانہ تقریر کے سلسلہ میں عدالت نے آپ کو ایک سال کی سزا دی ؟

(۱۲) کیا اخبارات میں سیالکوٹ کی (کالی بھیڑ) کے عنوان سے کبھی مضامین شائع ہوئے۔ اگر ہوئے تو کیا آپ بتائیں گے کہ ان کا کیا مطلب تھا ؟

(۱۳) کیا آپکی مکرر ڈیڑھ سال قید کے زمانہ میں کانگریس آپ کے گھر والوں کی نقدی سے امداد کرتی رہی ؟

(۱۴) کیا آپ بتائیں گے کہ لائل پور کی (قوم سدھار) کمیٹی کا شیرازہ بکھر جانے کے کیا اسباب تھے ؟

(۱۵) کیا آپ کبھی کانگرس کے خلاف زہر بھی اگلتے رہے ؟

(۱۶) کیا ڈسٹرکٹ بورڈ کے الیکشن کے دوران میں آپنے .... کے خلاف تقریریں کیں اور اسکا کیا نتیجہ ہوا؟

(۱۷) کیا آپسے کبھی امن عامہ میں خلل انداز ہونیکی پاداش میں ایک سال کیلئے نیک چال چلن رہنے کی ضمانت لی گئی؟

(۱۸) کیا کریڈٹ کوآپریٹو سوسائٹی کا مقروض ہونیکی صورتیں آپکو کبھی چھ ماہ کی مہلت لینے کی ضرورت پیش آئی؟

ضعیف مور کند دعوئ سلیمانی

ذیل کی فارسی نظم ہمارے محترم بزرگ مولانا غلام غوث صاحب صدیقی گورنمنٹ پنشنر نے ارسال فرمائی ہے امید ہے کہ ناظرین کرام اسمیں کے نکات و رموز خصوصی سے خاص حظ و بہرہ وافر حاصل کریں گے،

زمانہ خانۂ عبرت شدہ ز نیرنگی — درو چہ نادرہ کاریست جملہ پیش نظر
پریدہ رنگ رخ راستی چو پشۂ زباد — کرشی شہنشہ وقت و زعز تاج بسر
تمیز نیک و بد از صفحۂ زمین مفقود — سکندری خورد از سفلگان نکو گوہر
کبست طعنۂ لذت ہمی زند بر سیب — دمن خزان بچمن شد ز خوبئ منظر
نمودہ فخر شرف بوم بر ہمائے سعید — پیاز گندہ بگوید بعنبر از فرش
نمودہ پستی رونق خورنق از کلبہ — کشیدہ ژالہ بہ دُر از علو خود لشکر
خیال دیو کہ جبریل وقت من ہستم — بمشک پشک کند حملہ از رہ جوہر
ضعیف مور کند دعوے سلیمانی — ازیں گذر کہ بگویم ز جملہ نادر تر
رذیل لوڑئی ناچیز گشتہ است قریش — بریں خیال زند خندہ ماہ و ہم اختر

ازیں خیال غلامی مزن در حیرت
مُجعل چو قرب گلشن شدا جل بود بر سر

(بندہ غلام غوث غلامی پنشنر قریشی صدیقی از گوجرانوالہ ۲۳ جولائی ۱۹۲۸ء)

---

۱ ٹیڑہا پن ۲ ٹھوکر لگاکر گھوڑے کا گرجانا ۳ اندرائیں ۴ سرگین جمع گشتہ و مزبلہ کہ خاکروبہ و نجاست دراں انداز ند۔ ۵ تیز بو۔ ۶ خورنق۔ قصر کا نام ہے جو نعمان بن منذر بادشاہ عرب نے شاہزادہ بہرام گور کیلئے تعمیر کرایا تھا۔ اسکا معمار سنمار رومی تھا۔ پانچ برس میں تیار ہوا اس وقت شان اور خوبی میں تمام دنیا میں اسکے برابر کوئی عمارت نہ تھی ۷ غریبوں کا جھونپڑہ ۸ سرگین شتر و گوسپند و آہو و موش۔ ہندی مینگنی غ ۹ یعنی بیحیا و بیشرم باشد سرود گو و گدا ہم کو چیا ہم گفتہ اند۔ و بعضے ظریف و لطیف و نازک ہم آمدہ یہی مراسی اور ڈوم ہیں۔ ۱۰ ایک بھونڈنی ہے جو برسات کے موسم میں اکثر لیبیری کی کونپلیں بنا کر لے جاتی ہے۔ اور گلاب کے پھول پر بیٹھنے سے مرجاتی ہے،

تقریر دلپذیر

سید راس مسعود "نواب مسعود صاحب بہادر" بالقابہٗ ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن نے "جامعہ خواتین ہند" کے تقسیم اسناد کے جلسہ منعقدہ ۱۷ جون ۱۹۳۰ء میں "وطنی زبانوں میں تعلیم" کے فوائد و محاسن پر جن بیش قدر خیالات کا اظہار فرمایا، ہر نوع وہ اس قابل ہیں کہ ان کی بار بار اور کثرت کے ساتھ اشاعت کی جائے تاکہ ملک اور اہل ملک اس کی گوناگوں لطافتوں سے بہرہ ور ہونے کا موقع ملے، مضمون طویل اور صفحات ناکافی، اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ناظرین القریش کو اس کی دلچسپیوں سے محروم رکھا جائے، فلہٰذا بعض ضروری حصص درج ذیل کئے جاتے ہیں،

چند رسمی الفاظ کے بعد آپ نے فرمایا، کہ

آپ کی جامعہ میں تین بڑی خصوصیات ہیں، جن کے جمع ہو جانے سے یہ جامعہ ہندوستان کے تعلیمی ادارات میں عدیم المثال ہو جاتی ہے، پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک شخص واحد کی کاہش اور ایثار کا نتیجہ ہے، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مقصد اہل ملک کی اس صنف کو تعلیم دینا ہے جس کی قدرت میں اور صرف اسی کی قدرت میں یہ امر ودیعت ہوا ہے کہ ہماری آئندہ نسلوں میں خصائل نیک کی افتاد ڈالے، تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ جامعہ ہمارے اہل وطن کی اس مخصوص جانفشانی کا ایک مادی نتیجہ ہے کہ تعلیم کو قومی بنیاد پر قائم کیا جائے، اور اسی بنیاد کو واقعی ایک عاقلانہ بنیاد کہہ سکتے ہیں،

میں اس دن کا منتظر ہوں، جبکہ ان دونوں جامعوں کے دروازوں سے ہونہار طلباء نیں زیور علم سے آراستہ ایسی استوار طبیعتیں اور سچے عزم دلوں میں لئے ہوئے دنیا میں قدم رکھینگے جن کے بغیر کوئی بڑا کام جسے دوام حاصل ہو عمل میں نہیں آسکتا، اس جامعہ کے طلباء نیین کو اپنی نسبت یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ایک فوج کے اعضاء ارکان ہیں، جن کی خاص خدمت جہاں کہیں بھی وہ ہوں ہمیشہ یہ رہیگی کہ جہل و فساد کی قوتوں کا مقابلہ کرتے رہیں، جو آج کل اس ملک میں جہاں ہم پیدا ہوئے ہیں بیحد نقصان کا باعث ہو رہی ہیں،

جس وقت انگلستان کے کسی مدرسہ کا معلم اپنے شاگردوں کو حساب کا یہ آسان مسئلہ

کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں انگریزی زبان میں سکھاتا ہے اور اسی طرح ایک فرانسیسی معلم یہی بات فرانسیسی زبان میں اپنے طلبہ کو بتاتا ہے تو یہ دونوں معلم اپنے شاگردوں کو اپنی اپنی قومی تعلیم دیتے ہیں، باوجودیکہ تعلیم کا مضمون واحد ہے، پس جو بات کہ دنیا کے اور حصوں کے لئے مفید ہے وہی ہندوستان کے لئے بھی مفید ہے، ایک ایسی زبان میں تمام علمی مضامین کی تعلیم جاری رکھنی جو ملک سے چھ ہزار میل دور کے ایک ملک کی متوطن ہے، اور اس کے ساتھ یہ خواہش بھی رکھنی کہ اسی تعلیم کو قومی تعلیم بنایا جائے سخت نادانی ہے، خواہ حالات ہم کو انگلستان سے کیسے ہی خلوص اور قرب کے واسطے سے وابستہ کرتے ہوں لیکن انگلستان کی زبان کا ہماری مادری زبان بن جانا ناممکن ہے ایسا ہی ناممکن ہے جیسے ہم اپنی جلد کا رنگ بدل ڈالیں، جبکہ ہمکو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی چھ سو برس کی حکومت میں خاص مسلمانوں کے دارالحکومت میں عوام الناس کی زبان فارسی نہ ہوسکی تو پھر وہ کونسی دلیل ہے جس سے ہم یہ باور کرلیں کہ اتنی ہی مدت میں کی انگریزی حکومت میں جو ایک مشتبہ امر ہے یہ عجیب نتیجہ پیدا ہو جائیگا کہ ہندوستان کے باشندے اپنے بزرگوں سے میراث میں ملی ہوئی زبانوں کو ترک کرکے ہندوستان کے موجودہ اتفاقی حکمرانوں کی زبان قبول کرلیں گے، میں آپ سے صاف صاف پوچھتا ہوں کہ ان دو زبانوں یعنی ہندوستان کی زبانوں اور انگریزی زبان میں کونسی ہمارے لئے زیادہ مستقل اور دوامی ہے، میرے سوال کا جواب صرف ایک ہی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ ہندوستان کے لئے ہندوستان ہی کی زبانوں کو زیادہ مستقل اور دوامی سمجھا جاسکتا ہے، اگر یہی بات ہے تو پھر عقل سلیم اسبات کی مقتضی ہے کہ ہم میں سے وہ لوگ جو دل سے چاہتے ہیں کہ تمدن اور علم کی دنیا میں اپنے ملک کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ اور منزلت پر دیکھیں تاحد امکان اس بات کی کوشش کریں کہ اپنے طریقہ تعلیم کو اسی بنیاد پر قائم کریں جس میں دوامی استحکام کا وصف پایا جاتا ہے،

اب تک ہم نے انگریزی زبان کو اپنے بچوں کی دودھ پلائی بنا رکھا تھا اس غلط یقین کی بنا پر کہ ہماری مادری زبانیں یعنی ہندوستان کی عظیم الشان دیسی زبانیں ایسی بیمار اور حقیر ہیں کہ ہمارے بچے ان کے دودھ پر کافی طور سے پرورش نہیں پاسکتے، مگر یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ اب ہم وقت پر بیدار ہونے شروع ہوگئے اور ہمارے ملک کے بہترین دانشور اس بات کو سمجھ گئے کہ اگر ہمیں اپنے بچوں کا تندرستی کے ساتھ علمی و اخلاقی نشو و نما پانا منظور خاطر ہے تو اس غیر ملک کی اَنّا کے دودھ کو اپنے بچوں کے لئے تنہا مایۂ پرورش سمجھ کر جاری رکھنا درست نہیں ہے،

ایک قوم کی خداداد قابلیتیں صرف اس قوم کی مادری زبان میں پورے طور پر بار آور ہو سکتی ہیں اور اس اعتبار سے ہمارے طلبہ کی علمی ترقی کے لئے تمام مضامین کا ان کو انگریزی میں پڑھایا جانا مضر ہو سکتا ہے باوجودیکہ لسانیت کے اعتبار سے جو رشتہ جرمانی زبان اور انگریزی زبان میں ہے، وہ بہ نسبت اس رشتے کے جو انگریزی زبان اور ہندوستان کی زبانوں میں ہے، کہیں زیادہ قریب کا ہے،

انگریزی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنائے رکھنے سے ایک نقصان یہ پہونچ رہا ہے کہ ہمارا ملک جو ذاتوں کی کثرت سے پہلے ہی نفاق کی مصیبت میں مبتلا ہو رہا تھا، اس میں ایک نئی ذات اور اضافہ ہوتی جاتی ہے، جس میں وہ لوگ شامل ہیں جو ایک طرف تو انگریزوں سے اختلاف نسل و تمدن کی بنا پر غیر ہیں اور دوسری طرف اپنی قوم اور نسل سے اس بنا پر غیر ہو گئے ہیں کہ اپنے بلند پایہ تخیلات اور نازک خیالات کو اپنی ہی قوم کی زبان میں ادا کرنے سے قاصر ہیں، افسوس ہے کہ تمام مہذب دنیا میں صرف ہندوستان ہی ایسا ملک ہے جہاں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں اس بات کا اعتراف کرنے میں مطلق شرم نہیں آتی کہ وہ ایک غیر ملک کے ادبیات کا علم ان ادبیات سے زیادہ رکھتے ہیں جو ان کے اسلاف کے پیدا کردہ ہیں، یہ بدقسمت لوگ اس اصول سے واقف نہیں ہیں کہ کوئی جو اپنی ہی تہذیب و تمدن کی عزت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ دنیا کی نظروں میں کسی طرح کی عزت پیدا نہیں کر سکتی اور کوئی قوم اپنی تہذیب و تمدن کی عزت اس وقت تک نہیں کر سکتی، جب تک کہ وہ اس زبان کی عزت نہ کرے، جس میں وہ تہذیب و تمدن محفوظ ہے،

جاپان کے معاشری اور تعلیمی حالات پر غور کرنے سے مجھے دریافت ہوا کہ اس ملک میں مائیں اپنے بچوں کو عمدہ طریقوں پر تعلیم دینے میں بڑی مدد کرتی ہیں اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جس زبان میں وہاں بچوں کو علم سکھایا جاتا ہے وہ ان بچوں کی ماؤں کی زبان ہے، افسوس ہے کہ ہندوستان میں جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، سوائے چند مخصوص گھروں کے اس قسم کا مفید اور مسرت خیز شغل ماؤں کو اس وجہ سے نصیب نہیں ہے کہ زبان جو انکے بچوں کی تعلیم کے لئے مستعمل ہے، وہ ماؤں کے لئے ایک غیر زبان ہے،

انگریزی زبان میں تمام مضامین کی تعلیم دینے سے ایک ضروری شرط شروع ہی سے پیدا ہو جاتی ہے کہ ہمارے مدارس میں جس قدر طلبہ داخل ہوں وہ لازمی طور پر غیر زبان سیکھنے کا خاص ملکہ رکھتے ہوں، لیکن سوائے ہمارے دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس نے اپنے طریقۂ تعلیم کی بنیاد اس قسم کی غلط شرط پر رکھی ہو،

القریش ہفتہ وار کرنے کی تجویز

بہی خواہانِ قریش کے خطوط کا خلاصہ

(۱)

مکرمی ایڈیٹر صاحب القریش، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج ماہ جولائی کا القریش موصول ہوا، رسالہ نہایت دلچسپ ہے اللہ تعالیٰ اس کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے آمین، ترقی اشاعت کے لئے کوشش کرونگا، نیز میری بھی دلی خواہش ہے کہ رسالہ ہفتہ وار کر دیا جائے، جہاں تک ہو سکے جلد ہفتہ وار کرنے کی کوشش کیجائے، برادران قریش کو اس کوشش میں آپکی خاص مدد کرنی چاہیئے، والسلام

(ڈاکٹر) محمد یامین قریشی دندان ساز ایکٹروڈینٹل اسپیتل، سکھر

(۲)

جناب مکرمی زاد الطافہٗ السلام علیکم، القریش کا ہفتہ وار ہونا میں قوم کی بیداری پر محمول کرتا ہوں میں دل سے خواہاں ہوں، کہ القریش ہفتہ وار ہو اور جلد ہو، اس ضمن میں کچھ پیش کرنے کی بھی کوشش کرونگا، یہ آپ پر احسان نہیں ہے بلکہ یہ قومی کام ہے، اسمیں حصہ لینا ہر مرد و عورت پر واجب ہے،

انعام اللہ قریشی، ریاست بیکانیر

(۳)

مکرمی و معظمی، السلام علیکم، القریش کا ہفتہ وار ہونا نہایت ہی ضروری ہے تحفظ نسب ناموس کے لئے سر توڑ کوشش درکار ہے، میں انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ مدد مجھ سے ہو سکی کرونگا، اپنے برادران کو خریداری پر آمادہ کیجئے، (ایڈیٹر) والسلام، احقر عبد الحق قریشی ہیڈ کلرک

(۴)

جناب ایڈیٹر صاحب، السلام علیکم، مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ اور بزرگانِ قریش ایک اہم قومی ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے القریش کو ہفتہ وار کرنے کی کوشش میں ہیں، خدا کرے یہ تجویز کامیاب ہو، میں بھی مقدور بھر توسیع اشاعت میں حصہ لونگا، محمد الدین عباسی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول پنڈ دادنخاں

(۵)

مکرمی ایڈیٹر صاحب، السلام علیکم، القریش کے ہفتہ وار ہونے سے برسوں کا کام مہینوں اور دنوں میں ہو سکتا ہے، پانچ خریداران ذیل (نام درج نہیں کئے گئے، ایڈیٹر) کے نام رسالہ جاری کر دیں، اور قریشی سے عرض کر دیں کہ ہر ایک بھائی کم از کم پانچ پانچ خریدار ضرور بہم پہونچائے والسلام، بندہ محمد رمضان مانانوالہ،

واقعات و حوادث

اعلیحضرت غازی کا تازہ اعلان

مسلمان غازی امان اللہ خان کی بے پردگی پر نوحہ کناں تھے ۔ اب روزنامہ زمیندار ۲۸ جولائی سے معلوم ہوا ہے کہ ممدوح نے تجدد پسندی میں ایک قدم اور بڑھایا ہے جس سے نص قرآنی کی صریح مخالفت کا پہلو نکلتا ہے زمیندار نے بحوالہ امان افغان اس خبر کو یوں شائع کیا ہے ،

" اعلیحضرت شاہ امان اللہ خاں نے ایک سرکاری مجمع میں اعلان کیا کہ قوم کے نمائندوں کا ایک جرگہ مستقبل قریب میں منعقد کیا جائے گا ۔ اس میں سرکاری ملازم شریک نہ ہونگے اور اگر کوئی ملازم سرکار بطور نمائندہ منتخب کیا جائے گا تو جرگہ میں شریک ہونے سے پہلے اس کو ملازمت سے استعفے دینا پڑے گا ، اعلیحضرت نے فرمایا کہ تعدد ازدواج بھی منجملہ اسباب تباہی ہے اور آئندہ جو ملازم سرکار دوسری شادی کریگا اس کو استعفا داخل کرنا پڑے گا ، عوام کے متعلق جو پہلے ہی دو بیویاں رکھتے ہیں ، جرگہ کے بعد اعلان کیا جائے گا "

قرآن کریم پارہ ۴ سورہ النساء میں تعدد ازدواج کے متعلق یوں ارشاد ہے ۔ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ، کہ دو دو تین تین اور چار چار بیویاں کر سکتے ہو ،

ہمیں تعجب ہے کہ غازی امان اللہ خاں ایسے فرزانہ حکمران نے جن کے آباؤ اجداد احکام اسلام سے سرمو سرکشی گوارا نہ کرتے تھے اور معمولی سے معمولی فروگذاشت پر قرار واقعی سزا دینا عین ثواب سمجھتے تھے نص قرآنی کے خلاف یہ کیونکر اعلان کر دیا ،

معاصر "شہاب" نے اس اعلان پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ حکم صرف افغانی گورنمنٹ کے ملازمین تک اثر انداز ہوگا کیونکہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں اخراجات کی تاب نہ لا کر رشوت کے لئے مجبور ہوتے ہیں ۔" لیکن اعلان مندرجہ سے صاف ظاہر ہے کہ جرگہ کے قیام کے بعد عوام کے لئے بھی ہیچ قسم کوئی اعلان ہونے والا ہے ، چونکہ اس قسم کے اعلانات سے فرمان خداوندی میں صریح دست اندازی کا پہلو نکلتا ہے اس لئے ہمارے خیال میں غازی موصوف کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بارہ میں احتراز لازم رکھیں ، تاکہ دشمنان اسلام کو اسلام پر استہزا کا موقع نہ ملے ،

باقی رہا رشوت ستانی ، تو یہ بات کسی طرح قرین قیاس نہیں ہو سکتی ، کہ صرف وہی لوگ رشوت کا ارتکاب کرتے ہیں جن کے ہاں ایک سے زیادہ بیویاں ہیں ، ایک بیوی رشوت میں مانع نہیں ہو سکتی ، لینے والے ہر

حالت میں لیتے ہیں، اللہ اور سنت کا یہ کوئی بہترین طریق نہیں ہے، اور اگر اعلحضرت کو فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً، کا منشا پورا کرنا مقصود ہے تو ضروری تھا کہ اعلان سے قبل وہ حالات کا کما ینبغی مطالعہ کرتے، یکایک ایسے احکام کا اجرا کوئی مستحسن فعل نہیں، بلکہ استخفاف مذہب کی دلیل ہے، لیکن ہمیں ہرگز ہرگز یقین نہیں کہ غازی ممدوح نے اس قسم کا کوئی اعلان کیا یا کرنیوالے ہوں، بہر حال تفصیل کا انتظار ہے،

مخالفین کا استہزا

بعض ہندو جماعتیں اور اخبارات جو اسلام کو بدنام کرنے اور مٹا دینے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں رقیبانہ مخالفت کا کوئی پہلو فروگذاشت نہیں ہونے دیتے، سنگھٹنی اخبارات جو پہلے ٹرکی کے اسلام پر مضحکہ اڑا رہے تھے اب افغانستان کی جانب متوجہ ہوئے ہیں اور غازی امان اللہ خان پر پھبتیاں اڑا کر مسلمانانِ ہند کو طعن دے رہے ہیں، مہاشہ "ملاپ" ان لال بجھکڑوں میں سب سے پیش پیش ہے، چنانچہ ۲ اگست کی اشاعت میں وہ لکھتا ہے، کہ

"افغانستان کے پٹھان اب بوٹ سوٹ پہنیں گے، مسجد میں باقاعدہ بینڈ بجتا ہے، ملکہ ثریا پردہ اور ایک سے زیادہ شادیوں کے خلاف پرچار کر رہی ہیں، ہر ایک پٹھان کو حکماً ہیٹ پہننی پڑیگی، جب فرمانروائے کابل مسجد میں باجا بجا سکتا ہے اور باجا نماز میں حارج نہیں ہوتا تو ہندوستان کے مسلمانوں کی نماز میں خالی باجہ کی آواز سے کیسے خلل ہوتا ہے، اب وقت ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی بھی ٹھنڈے دل سے اس پر وچار کریں گے"

ملاپ کا یہ استہزا انگیز طعن کسی نیک مشورہ پر مبنی نہیں، بلکہ اسلام اور احکام اور مسلمانوں کے مطالبات پر ایک زبردست چوٹ ہے، فرزندانِ اسلام کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کو استہزا کا موقعہ ہی نہ دیں، اور اس کی صرف یہی صورت ہے، کہ اسوۂ حسنہ کی سختی سے پابندی کی جائے،

قرآن وسنت سے بیگانگی کا نتیجہ،

عام مسلمانوں کا اکثر عنصر رسم ورواج کا پابند ہوگیا ہے، رسومات اور بدعات نے سنت اور شریعت کی جگہ لے لی، یہاں تک کہ شریعت مطہرہ کا چہرہ رسومات کے گردوغبار سے ڈھک گیا، پھر کہاں ہے، وہ اسلام جو ہماری تمام کامرانیوں کا متکفل اور انتم الاعلون بنانے کا ذمہ وار تھا، اس رسمی اسلام کو دیکھ کر فیضی کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے،

اگر حقیقت اسلام در جہاں اینست ہزار خندہ زند کفر بر مسلمانی

ہمنے درحقیقت آئین الہی مخالفت کی، رسومات کو اسلام سمجھا، لفظاً نہیں تو عملاً اسلام کی تحریف کی اور جو مذہب کہ بدعات اور رسومات کے قلع قمع کرنے کیلئے دنیا میں آیا تھا ہم نے اپنی جہالت سے اس کو تمام لغویات کا سرچشمہ قرار دے لیا اور جو مذہب کہ اس میں رضا الہی کے خلاف ایک پائی خرچ کردینے کو فعل شیطان قرار دیا گیا تھا اور جس کے پیغمبر نے پانی جیسی عام چیز کو وضو جیسے دینی کام کے لئے ضرورت سے زیادہ خرچ کردینے کو ناجائز اور اسراف قرار دیا تھا، آج اس مذہب اور اس پیغمبر کے پیرو اور متبعین میں سے صرف ہندوستان کے مفلس مسلمان غمی اور شادی کی رسومات پر سالانہ اٹھائیس کروڑ روپیہ خرچ کر رہے ہیں، مگر وہ قوم اپنی اس بربادی کا احساس کیونکر کرسکتی ہے جس کی مذہبی روح فنا ہوچکی ہو اور جس سے ذوق احساس رخصت ہوچکا ہے، ؎

بخاکِ ہند نوائے حیات بے اثر است
کہ مردہ زندہ نہ گردد ز نغمۂ داؤد

تفصیل کے لئے مختلف اخبارات و رسائل سے اقتباس کرکے ذیل کا نقشہ درج کرتا ہوں،

مسلمانان ہند کے ہاں سالانہ ولادت	۲۶۴۷۸۲۰
مصارف رسم ولادت	آٹھ کروڑ روپیہ
سالانہ ختنوں کی تعداد	دس لاکھ ”
مصارف رسم ختنہ	دو کروڑ ”
شادیوں کی رسم پر	چھ کروڑ ”
اموات کی رسم پر	دس کروڑ ”
گیارھویں کی رسم پر	دو کروڑ ”
میزان	۲۸۳۶۴۷۸۲۰ ”

اٹھائیس کروڑ کی اس عظیم الشان رقم کا بیسواں حصہ بھی اگر ہم اپنی اصلاح میں خرچ کریں تو ہماری قوم تھوڑی مدت میں ایک زندہ اور شاندار قوم بن سکتی ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ہم کھڑے ہوجائیں اور دوسری قوموں کیطرح اپنی اصلاح کے لئے سرگرم عمل ہوں، اب بھی وقت باقی ہے اور صحیفہ خداوندی ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے،

یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم، اے اللہ پر یقین رکھنے والو اپنے عمل سے اللہ اور رسول کی پکار کا جواب دو، جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلاتا ہے

جو تمہیں زندہ کرے ،

ہم اپنی قومی اور ملی زندگی میں کسی بیرونی شے کے محتاج نہیں، بلکہ اپنی اندرونی دنیا کی اصلاح ہماری زندگی کی کفیل ہوسکتی ہے ، فطرت کے اس اٹل قانون کو قرآن نے ان سادہ مگر بلیغ الفاظ میں دہرایا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتے یغیروا ما بانفسھم اس وقت جبکہ غیر قومیں کارزار زندگی اور کشمکش حیات کے وسیع میدان میں اپنی قوت کے ساتھ دوڑ رہی ہیں ، اگر مسلمان یونہی بیکار اور غافل بیٹھے رہے تو سپین اور سسلی کے مسلمانوں کیطرح صفحات تاریخ سے ان کا نام ہمیشہ کے لئے مٹ جائے گا ، اور اپنی موت سے قرآن کی اس صداقت پر شہادت دینگے و ان لیس للانسان الا ما سعےٰ ، انسان کو سب کچھ عمل سے ہی ملتا ہے ، عمل کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا ، فاعتبروا یا اولی الابصار

ڈاکٹر محبوب عالم اور جمیعتہ المراسیاں ،

اپریل گذشتہ میں ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی اور سکرٹری جمیعتہ المراسیاں کے مابین جو خط و کتابت ہوئی ، گذشتہ اشاعت میں اس کے اندراج کا ہم وعدہ کرچکے ہیں ، اگرچہ بعض حالات کی موجودگی میں اب اس کی اشاعت کی ضرورت نہ تھی ، لیکن اس خیال سے کہ ناظرین منتظر ہونگے ، ڈاکٹر صاحب کا ایک خط اور اس جواب احباب کی واقفیت کے لئے یہاں نقل کرتے ہیں ، وھو ہذا ،

لدھیانہ ۲۶ ، اپریل ۲۵ء

بخدمت گرامی جنرل سکرٹری جمیعتہ المراسیان پنجاب ،

جناب بندہ ! السلام علیکم ، آپکا چیلنج اخبار سیاست ۲۵ ، اپریل میں پڑھا جس میں آپ مجھے بحث کی دعوت دیتے ہیں ، میں بحث کے لئے تیار نہیں ، اس لئے کہ میں قریشی ہوں اور تم مراثی ہو تم سے بحث کرنا میرے لئے ہتک کا باعث ہے ، تمہارے خلاف اخبارات میں مضامین لکھنا تمہارے لئے شہرت کا ذریعہ ہے ، اس لئے میں اس سلسلے کو بند کرتا ہوں ، ہاں اگر تحریری بحث کرنا چاہو تو بسم اللہ ، شوق فرمائیے ، فی الحال آپ اپنی قریشیت پر ایک مضمون لکھ کر میرے پاس بھیجیں ، کہ آپ کب سے قریشی بنے ؟ اور کیونکر بنے ؟ ہمارے باپ کی اولاد ہونے کا فخر تم کو کیسے حاصل ہوگیا اور آپ شہزادہ کہاں کے ہیں ؟ کونسی مملکت کے ولیعہد ہیں ؟

میں تحریری بحث کے لئے تیار ہوں ، آپ بحث کی جرأت کرنے سے پہلے یہ خیال کرلیں ، کہ

"اک گرز کی طاقت ہے مری خامہ کے اندر

اس گرز سے البرز کو بھی سرمہ بنا دوں"

خدا کے لئے قرشیت پر رحم کرو، مراسیوں پر رحم کرو اور خود اپنے آپ پر رحم کرو، تم اپنے کو قریشی ثابت نہیں کر سکتے، مراسیوں کا بیڑہ کیوں غرق کر رہے ہو اور خود کیوں بدنام ہو رہے ہو"

اس خط کا جواب ملاحظہ ہو، وہو ہذا

"از دفتر جمعیۃ القریش پنجاب لاہور، بخدمت جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب زاد عنایتہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، احوال آنکہ آپ کا کارڈ موصول ہوا، مختصراً جواب یہ ہے کہ دلائل قرشیت ارسال کرنا ناممکن ہے، کیونکہ دلائل کی ایک ضخیم کتاب کی صورت میں ہیں جس کے کم از کم ۸۰۰ صفحات ہیں، اور زیر طبع ہے، ہاں البتہ اگر آپ اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں اور بحث سے احتراز کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل شرائط پر آپ اطمینان کر سکتے ہیں،

(۱) لاہور دفتر میں تشریف لاویں، یا (۲)، مجھے کرایہ سکنڈ کلاس بمعہ خوراک دو روپے روزانہ بمعہ کرایہ پرائیوٹ سکرٹری تھرڈ کلاس لدھیانہ روانہ کر دیں، اگر آپ سیکنڈ کلاس دینے سے قاصر ہوں تو انٹر روانہ کر دیں، بانی انجمن ادا کر دیگی، شرط ہر دو صورت میں یہ ہوگی، کہ آپکا اطمینان ہو جانے پر آپ سے تحریر منظوری لی جائیگی، اگر آپ بحث کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں، آئندہ اخباری اشاعت سوچ کر کریں ورنہ تمام ذمہ واری آپ پر ہوگی، شہزادہ آزاد ممبر بانی، جنرل سکرٹری پنجاب لاہور، ۲۷ ۷/۲۸"

سکرٹری صاحب جو اپنے آپ کو شہزادہ کہلاتے ہیں، کا جواب اتنا بودا اور اس قدر پھیکا ہے کہ بس اسکنڈ کلاس کا کرایہ اور ساتھ پرائیوٹ سکرٹری بھی، اور دلائل قرشیت کی ضخیم کتاب اور وہ بھی زیر طبع، اور دعوے یہ کہ صرف ہم ہی صحیح النسب قریشی ہیں اور باقی سب مخلوط النسل، آہ! رسوائی، اولی لك فاولی ثم اولی لك فاولی،

دو عجیب واقعات،

ذیل میں دو واقعات جو بالکل تازہ اور انہی ایام میں وقوع پذیر ہوئے ہیں، ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کئے جاتے ہیں، ان سے معلوم ہوگا کہ تغیر عالم کے ساتھ ساتھ طبائع اور اعتقادات میں اگر انقلاب ہو رہا ہے تو واقعات بھی بالکل نرالے اور انوکھے ظہور میں آنے لگے ہیں، پہلا واقعہ تو برا مبالغہ معلوم ہوتا ہے، البتہ دوسرا بالکل سچا اور حیرت انگیز ہے،

نعیم الرحمن بنارسی کا بیان ہے کہ مضافات بنارس میں ایک چھوٹی سی ریاست ہے، اس ریاست کے رئیس کی لڑکی بیمار ہوئی اور علالت نے اس قدر طول کھینچا کر اس کے جانبر ہونیکی کوئی امید نہ رہی، علاج معالجہ ترک کر دیا گیا، اتفاقاً ایک سادھو آگیا اور اس کے علاج سے لڑکی اچھی بھلی

ہو گئی، اس نے رئیس سے کہا کہ فلاں مقام پر جو باغ ہے اسمیں ایک کوٹھی تعمیر کرائے اور اسمیں صاحبزادی
کو رکھیے ورنہ وہ پھر بیمار ہو جائیگی کوٹھی تیار ہو گئی اور لڑکی وہاں رہنے لگی، دفعتہً لڑکی غائب ہو گئی ہر چند
تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا، ایک دن رئیس کا ایک نوکر ہانپتا کانپتا آیا اور بیان کیا کہ میں نے صاحبزادی
کو فلاں مقام پر دیکھا ہے، رئیس یہ سنکر مع خدم وحشم وہاں پہونچے اور لڑکی کو مردہ پایا، جب وہ
اسکی لاش کو اٹھا کر موٹر میں رکھنے لگے تو اس کے ایک پاؤں میں سوئی چبھی ہوئی نظر آئی وہ سوئی نکالی
تو لڑکی زندہ ہو گئی مگر ساتھ ہی سخت آندھی چلنی شروع ہوئی، تاریکی چھا گئی، اسی حالت میں سادھو بھی وہاں
پہونچ گیا، اور ایسے محیر العقول کرشمے دکھائے کہ سب لوگ بیہوش ہو گئے اور جب ہوش میں آئے تو سادھو
اور لڑکی کا وہاں نشان تک نہ پایا،

ڈاکٹر قریشی محبوب عالم صاحب لدھیانوی کی ایک مراسلت اخبارات میں شائع ہوئی ہے کہ، ۳۰
جولائی بروز دوشنبہ بارہ بجے دوپہر مسلمان ایک جنازہ کے ہمراہ قبرستان گئے۔ تین چار آدمی اصلی راستہ
چھوڑ کر ایک پگڈنڈی سے گذر رہے تھے کہ ان میں سے اچانک ایک کی نگاہ قبر کے ایک سوراخ پر پڑی اس سوراخ
کا قطر تقریباً ڈیڑھ بالشت تھا، سوراخ کے اندر ایک انسانی ہاتھ حرکت کرتا ہوا دکھائی دیا شخص مذکور دہل گیا
اور کانپتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اس حیرت منظر کی اطلاع دی، ساتھیوں نے مذاق سمجھا مگر جب دیکھنے
والے نے یقین دلایا تو اس کے ہمراہی بھی قبر کے قریب آئے اتنے میں ہاتھ پھر نمودار ہوا جس پر مہندی لگی
ہوئی تھی، اور ہاتھ فوراً ہی قبر میں گم ہو گیا، ان چار معززین کی شہادت پر تمام جو جنازہ کے ہمراہ تھے، قبر کے
ارد گرد جمع ہو گئے، گورکن بلایا گیا، لوگوں پر دہشت طاری تھی، قبر کی کھدائی شروع ہوئی، ابھی تھوڑی سی
مٹی نکالی تھی کہ گورکن ڈر کر بھاگا، لوگوں نے دوبارہ حوصلہ دلا کر قبر کھودنے پر آمادہ کیا، جب کھودی گئی تو
دو آدمی حوصلہ کر کے اور اپنی زندگی سے بے پرواہ ہو کر اس میں اتر پڑے، اتفاق سے دو قبروں کی لحدیں
ملی ہوئی تھیں، اندر بہت کھلی جگہ تھی مگر بالکل اندھیرا تھا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا، ایک شخص نے بسم اللہ
پڑھی اور جی کڑا کر کے لحد کی طرف منہ کر کے دیکھا تو ایک زندہ اور متحرک انسان کو ایک کونے میں دبکے
ہوئے پایا، وہ شخص بھی ڈر گیا اور فوراً باہر آ گیا، دوسرے آدمی کو ساتھ لیکر پھر قبر میں اترا، دونوں نے
اس انسانی بازو کو مضبوطی سے پکڑ کر باہر کیطرف کھینچا تو ان کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب ایک نوجوان
عورت لحد سے باہر نکلی جس کے جسم پر لپٹنے کی صرف ایک چادر تھی، باہر آتے ہی اس نے اپنے منہ کو
دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا، عورت کے چہرہ خاص قسم کی دہشت طاری تھی، پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع
دیگئی، عورت دفتر خلافت میں پہونچائی گئی، اس کی کسی بات کی سمجھ نہیں آتی، کبھی ہنستی ہے اور کبھی رونے

لگتی ہے، کبھی خود بخود بے معنی سی گفتگو کرنے لگتی ہے، کبھی بے اختیار باہر کو بھاگنے لگتی ہے، عمر ۲۵، ۲۶ برس کی معلوم ہوتی ہے، کانوں میں ایک طرف بالیاں پڑی ہیں، میاں تاج الدین کے دولتکدہ پر موجود ہے۔

نہ معلوم کب سے یہ عورت اس حالت میں قبر میں پڑی تھی، بغیر ہوا کے انسان کا زندہ رہنا سخت مشکل ہے، کھلی زندگی میں اگر دھوپ کی تلخی اور ہوا کی بندش ہو تو دم گھٹنے لگتا ہے، لیکن یہ عورت بند اور پھر قبر میں کیونکر زندہ رہی، یہ خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں ان سے عبرت و موعظت کا سبق حاصل ہوتا ہے لیکن انسان فرعون بے سامان ان واقعات سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا، فاعتبروا یا اولی الابصار،

بزمِ قریش

(۱)، جن معاونین کرام سے توسیع اشاعت کے لئے بذریعہ مطبوعہ مراسلات اپیل کیلئی ہے وہ توجہ فرمائیں ہفتہ وار اشاعت کے لئے پانچ سو خریداران کا مطالبہ زیادہ نہیں، اگر آپ قوم کو طرح طرح کی ٹھوکروں سے بچانا چاہتے ہیں اور اس کے لئے اس کا ہفتہ وار ہونا ضروری سمجھتے ہیں تو ہمارے ان خطوط پر توجہ فرمایئے، اور ہمارے مطالبہ کے موافق خریدار بہم پہنچانے کی کوشش کیجیے،

(۲)، جن برادران قریش کی خدمت میں ان کی خواہش یا کسی دوسرے بھائی کے ایما یا دفتر کیطرف سے از خود نمونہ کے پرچے بھجوائے جا رہے ہیں، وہ حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے قومی ہیگزین کی اعانت قبول فرمائیں، تین روپے سالانہ یا ۴ر ماہوار کوئی حقیقت نہیں، اگر ڈیڑھ پائی روزانہ کے اس ایثار سے قومی حالات رو براہ آسکتے ہیں تو دریغ نہ کرنا چاہیئے،

(۳)، مخدومی قاضی شاہ ولی صاحب وکیل برادران قریش کے نام حسب ذیل پیغام بھیجتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ چونکہ ان دنوں قومیت پر ناپاک حملے ہو رہے ہیں، اس لئے قوم کی متفقہ آواز میں گونج اور اثر پیدا کرنے کے لئے توسیع اشاعت القریش میں خاص کوشش کی ضرورت ہے، لہذا میں جملہ برادران مندرجہ صفحہ ۳۸ القریش مطبوعہ جون کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ خریداری سے ہرگز انکار نہ کریں، معمولی رقم ۴ر یا بصورت ہفتہ وار ۵ر ماہوار کا خرچ بڑی بات نہیں ہے، ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق سمجھ کر قوم کو مرہون منت بنائیں اور سالانہ کو ماہوار سے ہفتہ وار کرنے میں اعانت کریں، اور بھی اتفاقی اخراجات آخر کرنے ہی پڑتے ہیں ایک یہ بھی سہی، امید ہے کہ میرے محترم بھائی میری اس عرضداشت کو قبول کرکے مشکور کریں گے،

(۴) ایسے برادرانِ قریش کے اسمائے گرامی (دو مفصل پتے مطلوب ہیں، جو کم و بیش ۱۰۰ روپے یا اس سے زیادہ ماہوار آمدن رکھتے ہوں، اصلاحی امور سے انہیں دلچسپی اور علمی ذوق ہو، لہٰذا قارئین کرام اپنی اپنی معلومات کی بنا کر ایسی فہرستیں مرتب کر کے ہمیں بھیجنے کی تکلیف فرمائیں، ہم چاہتے ہیں کہ القریش کی سو سو کاپیاں ہر ماہ برادران قریش کی خدمت میں نمونۃً بھجوائی جائیں اور بذریعہ خطوط اعانت کی خواہش کی جائے، عجب نہیں کہ پانچ سو خریداران کے مطالبہ میں ایک کافی تعداد اسی طرح میسر آ جائے، احباب کوشش کریں اور ترتیب فہرست کے وقت متذکرہ امور کا لحاظ ضرور رکھیں،

(۵) جن برادران کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ بعنایت برادرانہ اپنا اپنا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر مشکور کریں، ورنہ وی پی کی وصولی کے لئے تیار رہیں، خدانخواستہ کسی وجہ سے کسی صاحب کو آئندہ اس کا جاری رکھنا منظور نہ ہو تو دفتر کو اپنی منشا سے مطلع کر دیں،

محیّر العقول ایجادات

دانایانِ یورپ نے ایجاد و اختراع اور صناعی میں وہ محیر العقول ترقی کی ہے کہ کمال ہے، وہ باتیں جو ہماری عقل و فکر سے باہر ہیں، انہوں نے حقیقت کر دکھائی ہیں، آہنی انسان کی ساخت اور پھر اس سے اصلی انسان کا سا کام لینا، حد بی شیشوں کی ایسی ایجاد جو آسمانی و دیگر مختلف النوع مناظر سے محو حیرت کر دے، چڑیا کی طرح انسان کے اڑنے کی مشینوں کی اختراع، یہ سب محیر العقول اور عجیب و غریب باتیں کمال صنعت کی جیتی جاگتی تصاویر ہیں اور اب تو صنعت گری کے اس انتہائی کمال کو زوال کا اندیشہ ہے کیونکہ عروج کمال پر خلاف عقل اور خلاف فطرت ہے، ہر کمالے را زوالے کا مقولہ اپنی تجربات و مشاہدات کی یاد تازہ کرتا ہے،

ذیل میں کمال صنعت کی خبریں جو ولایت کی تازہ ڈاک سے موصول ہوئی ہیں ناظرین کی واقفیت کے لئے درج کی جاتی ہیں، وہو ہٰذا

عجیب و غریب آلہ پرواز پیٹر کارابٹ سوس نامی ایک موجد نے ایک ایسا آلہ پرواز ایجاد کیا ہے، جسے آدمی اپنے کندھوں سے باندھ لیتا ہے اور چڑیا کی طرح پھر سے اڑ جاتا ہے، اصول پرواز وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو عطا کیا ہے، یعنی پروں کو پھڑپھڑا کر فضا میں بلند ہو جاتے ہیں،

آسمان اُتر کر زمین پر آ گیا ایک عجیب و غریب ایجاد عمل میں آئی ہے، اس کا نام ہے "پینی ٹیریم" یا "سیارہ خانہ" ایک بہت بڑے سفید گنبد میں رات کے وقت کا آسمانی منظر برپا کر دیا جاتا ہے، جرمنی کے ۱۴ شہروں میں اس ایجاد کو استعمال کیا گیا ہے، دوبارہ والوں نے بھی اس کا ایک نمونہ منگوایا ہے، ادھر لیننگراد نے بھی روس کے لئے ایک نمونہ

طلب کیا گیا ہے اور آئندہ موسم سرما کے آغاز میں اس کا مظاہرہ کیا جائیگا، حکومت روس بھی اس امر میں کسی سے پیچھے نہیں رہی، اس نے بھی ایک نمونہ ماسکو کے لئے منگایا ہے۔ "سیارہ خانہ" ایک بہت بڑا آلہ ہے، ایک بڑا سا سلنڈر ہے جس کے دونوں سرے گول ہیں، ان دونوں گول سروں کی اندر اور سلنڈر کے اندر بھی ۱۱۹ خدبی شیشے ہیں،

آسمان کا حقیقی منظر جب یہ آلہ نصب کر دیا جاتا ہے تو حدبی شیشے جادو کی لالٹین کیطرح ستاروں کہکشاں سورج چاند اور دوسرے سیاروں کو ایک سفید کپڑے کے گنبد پر منعکس کر دیتے ہیں، عکس اس قدر کامل اور مکمل ہوتا ہے کہ جب کمرے کو تاریک کر دیا جاتا ہے اور آدمی مدھم روشنی کا عادی ہو جاتا ہے تو ستارے بالکل اصلی آسمان کیطرح دکھائی دینے لگتے ہیں، دیکھنے والے آدمی پر خود فراموشی کا سا عالم طاری ہو جاتا ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ میں ۹ فٹ کے کپڑے کے گنبد کے نیچے کھڑا ہوں بلکہ وہ محسوس کرتا ہے کہ میں کھلے صاف آسمان کے نیچے استادہ ہوں جس کے ستارے جھلمل کر رہے ہیں، مشین کا کمال یہ ہے کہ ایک لکچرر جب مرضی آسمان کے مختلف مقامات اور حصوں کا منظر برپا کرتا ہے، ایک سوچ بورڈ کے ذریعہ سے آپکو قطب شمالی کے آسمان کی سیر دکھا سکتا ہے اور قطب جنوبی کا آسمان آپکی نگاہوں کے سامنے لا سکتا ہے اگر آپ چاہیں تو ہم اس آسمان کو دیکھیں، جو اس وقت قطب جنوبی، قطب شمالی یا امریکہ یا کہیں اور دکھائی دے رہا ہے تو وہ ایک بٹن دبا کر آپ کی آرزو کی تکمیل کر دیگا، یہی نہیں بلکہ ۲۶ ہزار سال آئندہ تک کے مناظر چند منٹوں میں پیش کر دینے کا دعویٰ ہے اور اسی طرح گذشتہ ہزاروں برس کے آسمان کا منظر بھی دکھایا جا سکتا ہے، سورج کے گرد چاند کی گردش کے مختلف مدارج اور زمین کے گرد گھومنے کی مختلف صورتیں بھی کپڑے پر اتاری جا سکتی ہیں، ان مناظر کے برپا کرنے میں اتنی تیزی سے کام لیا جا سکتا ہے کہ سال بھر کی گردشیں چند سکنڈوں میں واقع ہو سکتی ہیں،

مصنوعی آدمی باتیں کرتا ہے ایک مشینی انسان ایجاد کر لیا گیا ہے جسے "ٹیلی ووکس" کا نام دیا گیا ہے یہ مرد معقول کئی کام کر سکتا ہے، ٹیلی فون کا جواب دیتا ہے اور ٹیلی فون سسٹم میں عام طور پر جو مطالبے کئے جاتے ہیں، ان کی تعمیل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا انسان تو نسیان کا مرکب ہے، لیکن انسان نے جو آدمی بنایا ہے اسے حتی الوسع غلطی کے ارتکاب سے بچا لیا گیا ہے، یہ موجدین کا دعویٰ ہے، ٹیلی فون میں جب کوئی غلط نمبر پکاریگا تو ٹیلی ووکس صاحب اس کا کوئی جواب نہیں دیتا، ٹیلی ووکس کو زیادہ مفید بنانے کے لئے اسے زبان بھی دیدی گئی ہے، آپ جس زبان میں اس کو بلانا چاہیں، وہ اسی زبان میں جواب دیگا،

العجب ثم العجب!

——— ماخوذ ———

دغا باز قاتل

(ایک تاریخی افسانہ)

تاریخ عالم کا مشہور سنہ ... ۱۳۸۹ء کا زمانہ تھا، سلطان مراد اول کا لشکر جرار نشۂ فتح و مسرت سے چور، میدان قرزوہ میں خیمہ زن تھا، جس کو ہنگاری زبان میں گیرزن کے نام سے موسوم کرتے ہیں، یہاں سے وہاں تک خیمہ و بارگاہیں نظر آتی تھیں اور بادی النظر میں یہ گمان ہوتا تھا، کہ کوئی نئی بستی آباد ہوگئی ہے، سارا لشکر پے در پے منازل طے کرنیکے بعد ذرا آرام کرنے کے لئے اس جگہ فروکش ہوگیا تھا،

چھوٹے سے دریائے شیطزا کے دونوں کناروں پر خیمے نصب تھے جس کا صاف و شفاف پانی عثمانی فوج کے جزو لاینفک باربرداری کے شتروں اور سواروں کے راہواروں کی پیاس بجھانے کا کام دے رہا تھا،

ہر خیمہ و بارگاہ کے قبے پر طلائی کلس آویزاں تھا جس پر اسلامی علم پھریرے لے رہا تھا، فوج کے سرداروں کی شاندار و اعلیٰ بارگاہوں کے دلفریب و خوشنما مختلف رنگ کچھ ایسا دیدہ زیب اور عظمت آفریں نظارہ پیش کر رہے تھے کہ آنکھیں محو ہو جاتیں اور طبیعت کی سیری ہی نہ ہوتی،

فوج کے بالکل وسطی حصے میں سلطان مراد کی بارگاہ نصب تھی جس کے چاروں طرف وہ جاں نثار جمع تھے، جنہوں نے کرمانیہ کے شاہزادوں کے خلاف جنگ میں صدہا مرتبہ جنگ کی مایوس حالت کو فتح و نصرت میں مبدل کر دیا تھا، سلطان کے خیمے سے ذرا ہٹکر مگر برابر فاصلے سے مربع شکل میں چار خیمے اور نصب تھے، جن کا مرکز سلطانی بارگاہ تھی، انہیں پہلا خیمہ سلطان حرم کا تھا جن میں خواص و سہیلیاں بھی شامل تھیں، دوسرا اس کے بڑے شہزادہ بایزید، تیسرا اس کے چھوٹے بیٹے شاہزادہ یعقوب کا تھا اور چوتھا بقدبیگ تیمورتاش کا تھا، جس کے مانند جنگجو، جری و شجاع ماہر جنگ عثمانی فوج میں کوئی نہ تھا،

عثمانی افواج کے میدان قرزوہ میں پڑاؤ ڈالنے کے دوسرے روز صبح کو ایک قاصد مع چند محافظ سواروں کے فوج میں آیا اور سلطان مراد سے ملاقات کی تمنا کی، یہ شخص شاہ لاذر بادشاہ سرویہ کا قاصد تھا باریابی کی اجازت مل گئی اور اس کو فوراً سلطان کے سامنے پیش کیا گیا، جو اس وقت اپنی بارگاہ میں فوجی جرنلوں کے درمیان گھرا ہوا قیمتی صوفہ پر دراز تھا،

قاصد نے اپنے محافظ سواروں کو در بارگاہ پر ٹھہرنے کا اشارہ کرکے بآہستگی مودبانہ قدم بڑھائے اور عثمانی مملکت کے بادشاہ کو بصد عجز و نیاز آداب بجالایا، اور ذیل کی گفتگو ترکی زبان میں واقع ہوئی،

سلطان (نوارد کو از سرتا پا دیکھکر، اس کی جوانی و خوبصورتی کی دل ہی دل میں تعریف کرکے) تیرا کیا نام ہے؟

نوجوان! مالوش قزلباشش،

سلطان : کام اور مقصد ؟

مالوتش : والا قدر ، اعلیحضرت ، عالی مرتبت لازر شاہ سرویہ نے مجھے سفید علم کے ساتھ حضور پر نور کی خدمت میں اس لئے روانہ کیا ہے کہ میں مبادیات صلح طے کروں ، شاہ لازر اچھی طرح واقف ہے کہ ترکی لشکر اس کے لشکر جرار کے مقابلہ میں بلحاظ تعداد کوئی بھی مناسبت نہیں رکھتا ، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یورپی قواعد جنگ اس درجہ بہتر و اعلیٰ ہیں کہ جن کی برتری عثمانی فوج کی مشرقی قواعد دانی پر ظاہر و معلوم ، تاہم شاہ لازر اپنی وفادار رعایا کا بلا وجہ خون نہیں کرنا چاہتا اور اس لئے اس نے مجھے ایسی شرائط صلح طے کرنے کیلئے روانہ کیا ہے جو ایک دائمی امن وامان کا پیش خیمہ ثابت ہوں ،

سلطان : (پرسکون لہجہ میں) اے نوجوان ، تیرا فرض نہایت لغو و بیہودہ ہے ، تو نہیں جانتا کہ سلطان مراد سے ایک باجگزار کی حیثیت سے علیحدہ ہو کر مساویانہ طریق پر گفتگوئے صلح کرنا عثمانی علم واقتدار کی ہتک کرنا ہے

مالوتش : (دلیری کے ساتھ) عالی جاہ ! میرا فرض اس نوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جن کے لئے حضور پر نور نے بنفس نفیس ..... اور عالیجاہ کی ہمراہی فوج نے یہاں تک سفر کرنے کی زحمت گوارا کی ہے بہت زیادہ دلیری و شجاعت کا مظہر نہیں ،

سلطان : (غضبناک ہو کر) اے گستاخ سروی .. اگر تیرا منصب تری سفارش نہ کر رہا ہوتا تو اس وقت صرف تیرا خون ہی ان گستاخانہ الفاظ کو دھو سکتا تھا ، جا دور ہو ، اور اپنے آقا سے کہدے کہ سلطان مراد تجھ سے بہتر جانتا ہے کہ کس طرح دشمن کو مفتوح کر کے اس کا سر کچلا جاتا ہے ، جا ، میں تری خطا سے درگذر کرتا ہوں اور یقین رکھ کہ میں انشاء اللہ بہت جلد پا بجولاں کر کے بروصہ لے جاؤنگا اس جس وقت تو اس فوجی پڑاؤ سے باہر ہو جائے تو سمجھ لے کہ ہمارے درمیان عدوانہ جنگ کا آغاز ہو گیا ، اگر اپنے مالک کے پاس واپس جاتے ہوئے اثنائے راہ میں تجھے میری فوج کا کوئی دستہ نظر آ جائے تو تجھے اختیار دیا جاتا ہے کہ تو ان پر برابر حملہ کر دے اور اگر تو ان پر کامیاب ہو جائے تو انہیں گرفتار کر ، قتل کر ، یا جو تری مرضی ہو اگر اس کے برعکس ناکامیاب ہو کر خود گرفتار ہو جائے تو یاد رکھ تیرا دوبارہ یہاں آنا ابدی موت ہوگی بس جا ، دور ہو ، یہ ہے تیرے پیغام کا جواب" ،

مالوتش کے خون میں جوش آگیا ، دنیا سیاہ ہو گئی ، وفور غضب نے سینہ میں تلاطم روح میں ہیجان پیدا کر دیا ، قریب تھا کہ وہ زبان سے ان الفاظ کا کچھ جواب دے کہ معاً بعد بیگ تیمور تاش نے اس نوجوان پر رحم کھا کر اور یہ ڈر کر کہیں یہ نوجوان سلطانی عتاب کا فوری شکار نہ ہو جائے ، اس کا بازو تھام لیا ، اور اتنا موقع ہی نہ آنے دیا کہ اس موضوع پر مزید گفتگو ہو سکے ، چنانچہ بجلی کی طرح تیزی سے درمیان آ کر وہ مالوتش کو ہاتھ پکڑے سلطان کے سامنے سے ہٹا کر باہر نکال لایا ، جہاں مالوتش کا محافظ دستہ منتظر کھڑا تھا ،

تیمور تاش ! اے ناتجربہ کار، جلد باز نوجوان، کیا تو نہیں جانتا، کہ شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنا کیا معنی رکھتا ہے؟

مالوتش ! (اپنے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھکر) اُف! سلطان نے ایک باعزت و شریف النسب سردار کی انتہائی ہتک کی ہے اور خدا گواہ ہے کہ میں اس کا انتقام لونگا،

تیمور تاش ! بے وقوف نوجوان! عمل کرکے دکھا، لفاظی نہ کر، مسلمان عمل کی قدر کرتے ہیں، اس کے بعد اس نے بہت ہی عنایت آمیز لہجہ میں آہستگی کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ کیا، میں کسی کی غیبت نہیں کرتا تیرے یہ الفاظ میرے ہی سینہ میں محفوظ رہیں گے، میں انہیں سلطان کے سامنے بیان نہیں کرونگا، جا، جلدی کر، اور یہاں سے روانہ ہوجا، تو نہیں سمجھتا کہ اسوقت تو ایک مہیب غار کے دہانہ پر کھڑا ہے،

بس اتنا کہہ کر تیمور تاش اس خشمگیں نوجوان کو محافظوں کے درمیان چھوڑ کر ایک نوکر سے مخاطب ہوگیا، اور اس کو ہدایت کی کہ ان سب کو فوجی پڑاؤ کے باہر بحفاظت پہونچا دے،

ترکی پڑاؤ کی عظمت آفریں آبادی اور دلفریب نظاروں سے مملو مقام کے باہر آتے ہی مالوتش کے جذبات پھر ایکمرتبہ برانگیختہ ہوگئے اور وہ دانت کٹکٹا کر قسمیں کھانے لگا کہ اگر زندگی باقی ہے تو اس مغرور سلطان سے ضرور بدلہ لونگا جس نے میرا استقبال آج اس ہتک آمیز طریق پر کیا ہے،

مالوتش ! (محافظ دستہ سے مخاطب ہوکر) بس اب سمجھ لو کہ جنگ کا آغاز ہے اور میں ہر مقدس ہستی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمیں کوئی بھی دستہ یا فوجی رسالہ پڑاؤ کے باہر نظر آئے ہم فوراً حملہ کردینگے، اور یاد رکھو خواہ ان کی تعداد ہم سے دگنی ہی کیوں نہو کچھ پروا نہ کرنا، یہی قسم ہم سب کو مجبور کرتی ہے کہ یا تو ہم اپنے دشمنوں کو تہ تیغ کرکے ہلاک کر ڈالیں گے یا گرفتار کرکے اپنے بادشاہ کیخسرو کے پاس لے چلیں گے، یا پھر میدانِ جنگ میں ہم سب کی جان جائے،

تمام محافظ دستہ کی متفقہ آواز نے اس عزم صمیم پر لبیک کہا اور یہ مختصر رسالہ ان پر بہار سبزہ زاروں اور نزہت بخش کھیتوں سے جنھیں عنقریب انسانی خون کی آبپاشی ہونیوالی تھی گذرنے لگا،

قاصد اور اس کے محافظ دستہ نے مشکل سے ایک میل راستہ طے کیا ہوگا کہ انہیں دریائے شیطرا کے دوسرے کنارے ایک دستہ سواروں کا نظر پڑا، آفتاب عالمتاب کی سربلندی اس وقت نصف النہار پر تھی، اس کی تیز چمک میں انہیں ان سب کے خودوں پر ہلالی نشان چمکتا ہوا نظر آیا، اسی مختصر جماعت میں ایک سمت ایک سوار کے ہاتھ میں سلطنت عثمانی کا ہیبت شکن ہلالی علم بھی ہوا میں خراٹے بھر رہا تھا،

مالوتش ! آہا، دشمن، یہ کہتے ہی اس نے اپنے راہوار کو جنبش دی اور گھوڑا روک کر دشمن کی تعداد کا اندازہ لینے لگا، (باقی آئندہ)

شمیم بلہوری



یاد رکھنے کی باتیں

(۱) "القریش" ہر انگریزی مہینے کی ۲۲ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے، لہٰذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو تو وہ دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کر لیں، اس کے بعد پرچہ نہ ملنے کی شکایت بے معنی ہوگی،

(۲) اگر کسی وجہ سے پتہ تبدیل ہو جائے تو ضروری ہے کہ جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کرکے اپنے ایڈریس کی صحت کرا لیں، ورنہ عدم رسی کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا،

(۳) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائیگا

(۴) بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائینگے،

(۵) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ کئے جائیں گے،

(۶) ہر قسم کی خط وکتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا ضروری ہے،

(۷) نمونہ ملاحظہ کرنے والے حضرات اگر منشائے خریداری و عدم خریداری سے مطلع نہ کرینگے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت میں بصیغہ وی پی بھیجا جائیگا جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی و قومی فرض ہوگا،

(۸) قیمت سالانہ تین روپے بذریعہ منی آرڈر اور تین روپے دو آنہ بذریعہ وی پی مقرر ہے، طلباء بشرط تصدیق ۸ر کی رعایت لے سکتے ہیں، ایسی صورت میں نقد چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنا ہوگا،

(۹) مضامین صاف، خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوئے آنے چاہئیں،

نیازمند - مینیجر،

مطبوعہ رفاہ عام الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر، پرنٹر و پبلشر، ایڈیٹر [illegible] صدیقی، مقام اشاعت دفتر القریش امرتسر

۷۸۶ ہوالکل یا معین

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

خدا اس قوم کی حالت نہیں ہرگز بدلتا ہے
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

سادات قریش کا قومی اصلاحی ادبی تاریخی ماہوار

رسالہ القریش

الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

جو

بفرمانِ عالی نشان سلطان العلوم اعلحضرت تاجدارِ دکن،

ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ

مدارسِ محروسہ سرکارِ عالی کے لئے خرید کیا جاتا ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے، فی پرچہ ۴؍، تاریخ اشاعت ہر ماہ کی ۲۶، مقام اشاعت امرتسر

فہرست مضامین

جلد ۱۴	القریش بابت ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء مطابق ربیع الاول ۱۳۴۷ھ	نمبر ۸

۱	بدرگاہ رسالت میں التجاء	انقلاب	۴
۲	نورٌ علیٰ نور	ایڈیٹر	۵
۳	حاضرین محفل میلاد سے خطاب	جناب مشتاق صدیقی	۸
۴	محمد رسول اللہ	جناب مولانا غلام غوث صاحب	۱۰
۵	القریش ہفتہ وار کرنے کی تجویز	مختلف احباب	۱۵
۶	بزم قریش	ایڈیٹر	۱۶
۷	شذرات	ایڈیٹر	۲۰
۸	مراسلات ،	جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی	۲۲
۹	بدتہذیب مراسی ۔ القریش کی شکایت	جناب قاضی نیاز حسین صاحب فاروقی	۲۵
۱۰	جدید لشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت	"	۲۷
۱۱	شہزادہ آزاد	جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی	۳۳
۱۲	نقد و نظر	ایڈیٹر	۳۴

بارگاہِ رسالت میں التجا

اے ناشرِ توحید خدا کاسرِ اصنام
آرام دلِ ملت بیضا ہے ترا نام
آقا! ہمیں تبلیغ کی توفیق عطا کر
پہونچائیں گے ہر ایک بشر تک ترا پیغام
پھر اپنا تسلط ہو زمین اور زماں پر
کب تک رہیں زناری بتخانۂ ایام
حق سے یہ دعا مانگ کہ ہو صاحب اعزاز
ایمان سے آغاز ہو ایمان پہ انجام
ایمان کا پھر بادۂ دیرینہ لنڈھا دے
پیاسے ہیں تری بزم محبت کے مے آشام

اے داعیِ اسلام
اے داعیِ اسلام
ہم ہیں ترے جاکر
اے داعیِ اسلام
چھا جائیں جہاں پر
اے داعیِ اسلام
ہر ایک مسلماں
اے داعیِ اسلام
سیراب بنا دے
اے داعیِ اسلام

(انقلاب)

القریش نبی نمبر

القریش کا یہ خاص نمبر خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا تھا، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی شرح و بسط سے نظم و نثر میں دیے گئے ہیں، مضامین ملک کے مشہور ادیب و انشا پرداز حضرات کے لکھے ہوئے ہیں، جو تمامت دلچسپ ہیں۔ آپکی زندگی کے اہم ترین واقعات تاریخ میں ملتے ہیں، لیکن "نبی نمبر" کا انداز تحریر جداگانہ ہے، قیمت علاوہ محصول ۱۲؍ ٹکٹ بھیجکر طلب کیجئے،

منیجر "القریش" امرتسر (پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفیض امرتسر

جلد (۱۴) نمبر (۸) ستمبر ۱۹۲۸ء

نورٌ علیٰ نور

تمام انوار کا سرچشمہ اور علت العلل حق سبحانہ و تعالےٰ ہے، جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے اللّٰہ نورُ السّمٰوٰتِ وَالاَرض (خدا زمین و آسمان کا نور ہے) ہر ایک نور جو بلندی و پستی میں نظر آتا ہے، خواہ وہ ارواح میں ہے یا اجسام میں، ذاتی ہے یا عرضی، ظاہری ہے یا باطنی، ذہنی ہے یا خارجی، خداوند تعالےٰ کے فیض کا عطیہ ہے، حضرت رب العالمین کا فیضان عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے، وہی تمام فیوض کا مبدا تمام رحمتوں کا سرچشمہ اور تمام انوار کا علت العلل ہے اسی نے ہر چیز کو نیست سے ہست کیا اور خلعت وجود عنایت فرمایا اسی کی ہستی حقیقی اور تمام عالم کی قیوم ہے، سوائے حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے کوئی وجود ایسا نہیں جو بذاتہ واجب و قدیم ہو یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک و افلاک، انسان و حیوان، شجر و حجر، روح و جسم سب خدائے عزوجل کے فیضان سے وجود پذیر ہیں،

خداوند تبارک و تعالےٰ نے سب سے پہلے نورِ محمدی پیدا کیا جس کو فلاسفر کی اصطلاح میں عقل اول کہا گیا ہے، متصوفین تمام عالم کو اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس کا اول و اصلی

مظہر وجود باجود حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے، اس بنا پر حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم باعث ایجاد عالم اور سرور بنی آدم ہیں، آپ کو ظاہری و باطنی طور پر انتہائی درجہ کا ارتفاع حاصل ہے آپ کا وجود باجود خیر مجسم مقربین سے اعلےٰ وافضل اور الوہیت کا مظہر اتم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قرآنِ مجید میں نور اور سراج منیر رکھا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قد جاءکم من اللہ نور وکتٰب مبین اللہ کیطرف سے تمہارے پاس نور اور قرآن آچکا ہے جس کے احکام صاف وصریح ہیں، دوسرے مقام پر یا یہا النبی انا ارسلنٰک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً، اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور نیکوں کو خوشنودی خدا کی خوشخبری دینے والا اور بدوں کو اس کے غضب سے ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کیطرف لوگوں کو بلانیوالا اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے،

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل ہوئی اس کا نام بھی نور ہے، چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فاٰمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا واللہ بما تعملون خبیر، پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور نیز نور ہدایت یعنی قرآن پر جس کو ہمنے اتارا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس کی سب خبر ہے،

حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کا وجود نور تھا، اس پر وحی الٰہی کا نور وارد ہوا، تو آپ نورٌ علےٰ نور اور مجمع الانوار بن گئے،

مومنین نور فراست سے ممتاز ہوتے ہیں، چنانچہ مخبر صادق ومصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اتقوا من فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ اس بنا پر مومن ہونے کا نشان یہ ہے کہ اس انسان کی قوت ممیزہ بڑھتی جاتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ تاریکیوں سے نکل کر انوار میں آتا جاتا ہے اور اپنی حالت میں دنبدن نمایاں تبدیلی پاتا ہے اور اللہ اس کا والی بن جاتا ہے اللّٰہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور اللہ ایمان والوں کا حامی ومددگار ہے کہ ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے،

دوسرے مقام پر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ظلمات سے نکال کر نور کیطرف لانے والا فرمایا، الٓر کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید، میں اللہ ہوں اور سب کچھ دیکھتا ہوں، اے پیغمبر! یہ قرآن ایک عالی اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے، اس کو ہمنے تم پر اس غرض سے اتارا ہے کہ تم لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم

سے کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاؤ، یعنی اس ذات پاک کے رستہ پر لاؤ، جو سب سے زبردست اور ہمہ وقت اور ہر حال میں تعریف کے لائق ہے، یاد رہے کہ ظلمتیں کئی قسم کی ہیں،

(۱) ظلمتِ کفر
(۲) ظلمتِ شرک
(۳) ظلمتِ جہل
(۴) ظلمتِ رسم و عادت
(۵) ظلمتِ حب
(۶) ظلمتِ افلاس و دولت
(۷) ظلمتِ مجلس
(۸) ظلمتِ شہوت و حرص و غضب
(۹) ظلمت کسل و عجز
(۱۰) ظلمتِ تکبر و غرور
(۱۱) ظلمتِ استبداد و جور و ظلم
(۱۲) ظلمت فسق و فجور،
(۱۳) ظلمت عدوان طغیان

غور کرو متبعینِ اسلام کی ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن مجید و فرقان حمید جیسی کتاب حکیم و نور مبین موجود ہے، قرآن مجید کی پیروی کریں تو اسے جو تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے، ان کا والی و حامی اور مخرج من الظلمت الی النور ہے اسلمان اگر اسوۂ حسنہ سید المرسلین کی پیروی کریں اور اس وجود باجود سے جو مجمع الانوار اور نورٌ علیٰ نور ہے مناسبت پیدا کریں تو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم باذن اللہ تعالیٰ ان کو ظلمت سے نکال کر نور میں لاتے ہیں، ان انوار کے ہوتے ہوئے اگر کوئی مسلمان کسی قسم کی تاریکی میں رہے تو یہ اس کی بدبختی ہے مسلمانوں کی فلاح و نجاح اللہ نور السموات والارض کی کتاب نور ہدایت اور اس کے رسول مجمع الانوار اور نورٌ علیٰ نور کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں مضمر ہے: فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا واللہ بما تعملون خبیر،

ناظرین توجہ فرمائیں

جن برادران کا اس اشاعت کے ساتھ سال خریداری ختم ہوتا ہے وہ مہربانی کر کے زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں، ورنہ وصولئے وی پی کیلئے تیار رہیں اگر کوئی امر مانع ہو تو مطلع فرمائیں، تاکہ نقصان نہ ہو (۲) جن احباب کی خدمت میں نمونہ کا پرچہ پہونچتا ہے، وہ بعد مطالعہ منشائے خریداری سے بواپسی ڈاک اطلاع دیں، خریداری منظور ہونے کی صورت میں زرچندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں، اگر کوئی جواب موصول نہ ہوا، تو اکتوبر کا پرچہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا جس کا وصول کرنا ان کا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا،

(۳) جن احباب کی خدمت میں ترقئ اشاعت میں مدد دینے کی مطبوعہ مراسلت کے ذریعہ خواہش کی گئی ہے، وہ توجہ فرمائیں اور کم از کم پانچ پانچ خریداروں کی بہم رسانی سے اپنے قومی میگزین کی اعانت کریں، قومی ضروریات بجز اس کے پوری ہونی مشکل ہیں،

(۴) خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں، تاکہ تعمیل میں آسانی ہو،

نیازمند منیجر

حاضرِ محفلِ میلاد سے خطاب

اے کہ تو امشب شریکِ محفلِ میلاد ہے
جب گلِ ذکرِ نبیؐ سے بھر چکے داماں ترا

سرورِ عالم کی خاطر غور کر دل میں ذرا
ہے صبا ناآشنا کیوں غنچۂ بستاں ترا

عرش پر جاتا تھا کل تو پردۂ تاثیر میں
آج خاک فرش کیوں ہے نالۂ عریاں ترا

تیرے خرمن کے لئے مضطر نہ تھی برقِ تپاں
کیسے حاصل جل گیا اے سوختہ داماں ترا

آج کیوں سمجھا اسے تو نے ہے مانندِ سراب
زندگی بخشِ جہاں ہے چشمۂ حیواں ترا

جس کی رفعت تھی کبھی بامِ ثریا سے پرے
جل رہا ہے خاک میں کیوں آج وہ ایواں ترا

باغباں تو، باغ تو، بلبل بھی تو، گلچیں بھی تو
کیوں گلِ مقصود سے خالی ہے پھر داماں ترا

بحر در آغوش تھی کل تک تری جوئے عمل
گر گیا ہے آج کیوں قطرہ سے بھی طوفاں ترا

وائے بیدردی کہ تیرا مصرِ دل تاریک ہو
عالم آرا جبکہ ہے رشکِ مہِ کنعاں ترا

چیست دانی باعثِ تغیرِ حالِ زارِ تو
شد زمینِ سعی بے حاصل چرا ہر کارِ تو

مجھ سے سن تو کیوں غریقِ قلزمِ خواری ہوا
بن گیا بندہ بتوں کا تو خدا کو چھوڑ کر

طاقِ نسیاں پر رکھا تو نے کلامِ پاک کو
دیر کی جانب چلا راہِ ھدا کو چھوڑ کر

وائے نادانی کہ تو اپنے گلستاں کیلئے
موجِ صرصر کا ہوا طالب صبا کو چھوڑ کر

زعمِ باطل سے تغافل کیش تو نے رکھ لیا
پرِ مگس کا سر پہ ہے بالِ ہما کو چھوڑ کر

وائے نادانی کہ تو نے کھو دیا آبِ حیات
ساقیٔ کوثر کے دامانِ عطا کو چھوڑ کر

چشمِ بینا کیوں تری وائے مثالِ نرگس
طالبِ ظلمت ہوئی نور و ضیا کو چھوڑ کر

مصطفیٰؐ کے نام سے وابستہ ہو تری حیات
اس کے در کی خاک بن جا ماسوا کو چھوڑ کر

تجھ کو آئے گا یہاں ہی جلوۂ وحدت نظر
طور کی جانب نہ جا غارِ حرا کو چھوڑ کر

پیرویِ اسوۂ حسنہ سے پھر ہو کامیاب
صبغۃ اللہ سے ہو رنگیں ماسوا کو چھوڑ کر

از مئے توحید پُر کن ساغر و مینائے خویش
خود بنوش و ہم بجام غیر کن صہبائے خویش

آنکھ تو کھلتی نہیں تیری دفورِ کیف سے — وائے نادانی مئے غفلت پئے جاتا ہے تو
کیوں سمِ قاتل نہو یہ سادگی تیری لئے — ہاتھ ہر اک ہاتھ میں یوں ہی دئے جاتا ہے تو
رونقِ بازارِ عالم رخصت مذہب ہے تیرا — حیف خود برباد یہ ساماں کئے جاتا ہے تو
پھاڑ ڈالا ہے جسے دستِ دفورِ ہوش نے — چاکِ دامانِ تغافل وہ سئیے جاتا ہے تو
ہوش کر گنجِ درِ شاہوار اپنے ہاتھ سے — کیوں سپرد دزد اے غافل کئے جاتا ہے تو
باندھ اے ناداں خدا اٹھ کے احرامِ حیات — یہ بھی ہے جینا کوئی جیسے جئے جاتا ہے تو
سوچ تو دل میں ذرا اب ناخدا بن کر کہاں — اپنی ہی محفل ڈبونے کو لئے جاتا ہے تو

کاروانِ خویش را بہرِ خدا رہزن مشو
ہوش کن در بزمِ گیتی برق در خرمن مشو

ہاتھ میں لیکر خلوصِ دل سے قرآنِ مجید — پھر ہوائے حق سے تازہ گلشنِ تکبیر کر
خیر ہے تیری اسی میں دولتِ دل عجز سے — اب رضا جوئی کوششِ مالکِ تقدیر کر
اسمِ اعظم ہے یہی اے مایۂ عالم کہ تو — ذرّے اپنی خاکِ پا کے غیرتِ اکسیر کر
آکے میدانِ عمل میں قم باذن اللہ سے — زندۂ جاوید ہر اک پیکرِ تصویر کر
مطلع ہو کر رموزِ حکمِ لاتثریب سے — بے تفنگ و تیغ ہفت اقلیم کو تسخیر کر
غرق ہو جائیگا تو بیگانۂ ساحل نہ ہو — بحرِ غفلت سے نکلنے کی کوئی تدبیر کر
تیرا دامن پر رہیگا گوہرِ مقصود سے — دل میں عشقِ مصطفےٰ سے صد جہاں تعمیر کر

بہرِ دردِ ملتِ تو نسخہ درماں است ایں
جلوہ افزا جوہرِ آئینۂ ایماں است ایں

اشکِ غم سے گلشنِ سینہ کو پھر شاداب کر — لالۂ دل ورنہ یہ نذرِ خزاں ہو جائے گا
تو نے باندھا شوق سے جس وقت احرامِ عمل — تو حقیقت کا جہاں میں ترجماں ہو جائے گا
چشمِ دل تیری اگر اک دم کو بھی وا ہو گئی — تجھ پہ حالِ محفلِ ملت عیاں ہو جائے گا
خاکِ پاکِ سرورِ عالم کو تاجِ سر سمجھ — اس کی برکت سے تو پھر فخرِ جہاں ہو جائیگا
ابرِ رحمت ہوگا پھر سر پر ترے سایہ فگن — ایک قطرے سے تو بحرِ بیکراں ہو جائیگا
ہاتھ آ جائیگا پھر گنجِ صفا کیشی تجھے — لوحِ دل سے محو نقشِ این و آں ہو جائیگا
حلقۂ زلفِ محمد اپنا کر طوقِ گلو — اس اسیری میں تو آزادِ جہاں ہو جائے گا

جگمگالے جلوۂ وحدت سے اپنی بزمِ دل　　وید کے قابل ترا بازارِ عصیاں ہو جائے گا

این قدر از جلوۂ توحید کسب نور کن
پیکرِ فرسودۂ خود را چراغ طور کن

شاکر صدیقی

محمد رسول اللہ

بہار ازل خاتم المرسلین　　گلِ اولین و بر آخرین

دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ، داتا، ہوشمند حکیم اور پیغمبر پیدا ہوئے، دنیا سدا رفتی رہی پر وہ خود اپنے ملک کو جس میں وہ خود پیدا ہوئے نہ سدھار سکے، زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ جب تک وہ جیتے رہے ان کے قانون اور ہدایت کا عمل ان کے ملک میں جاری رہا، جب خود نہ رہے وہ قاعدہ اور قانون بھی نہ رہا، اب ان سب کی اس قدر نشانی بھی نہیں رہی، کہ انکی زندگی کا ایک نمونہ یادگار رہ گیا ہو، اگر انکو ڈھونڈو بھی تو مٹی کے ڈھیر میں پاؤ گے،

مگر حضرت محمد الرسول اللہ پیغمبر آخر الزمان (روحی فداہ) صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ کروڑوں زندہ انسانوں کے اعمال کے اندر یادگار موجود ہے، ہر روز کروڑوں بندگانِ خدا پانچ وقت خدا کے آگے نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور حضرت علیہ السلام کی مبارک زندگی کا نمونہ آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے، سلام و درود کا سلسلہ جاری رہتا ہے، ہر برس میں ایک مہینہ ان کی یادگار میں خدا کے روزے رکھے جاتے ہیں اور حضرت علیہ السلام کی پیروی پر حج ادا کیا جاتا ہے، زکوٰۃ مال دیجاتی ہے،

اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حیات النبی ہونے کا یہ کیا کم ثبوت ہو کہ کسی کی زبان سے آپکا پاک نام محمدؐ نکلنے ہی پاتا ہے، کہ عوض تسلیم وسلام و درود و صلوٰۃ سے مجلس و مکان گونج اٹھتا ہے اور اس پر بھی بس نہیں، بلکہ نام لینے سے تمام اسلامی جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں،

حضرت علیہ السلام کی محبت مسلمانوں کی تو رگ رگ کا خون ہے، اور یہ عقیدے میں داخل ہے کہ خدا کے بعد آپ ساری دنیا سے بہتر ہیں،

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر یہ کیا عجیب معجزۂ نبوی ہے کہ غیر مذاہب کے لوگ بھی اسبابت کو مانتے ہیں کہ حضرت محمد الرسول اللہ جیسا مدبر، مصلح، حکیم، جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے کوئی نہیں اٹھا، کسی زمانہ میں ایک یورپین اخبار میں یہ سوال چھپا اور بحث چھڑی کہ "تمام دنیا میں بہترین انسان کون ہے؟" ایک انگریز نے آنحضرت کے کارنامے گن گن کر ثابت کیا تھا، کہ وہ محمد الرسول اللہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔" اور بس اس جواب پر تمام اسلامی اخباروں میں غلغلہ مچ گیا تھا۔ "الندوہ" کے کسی پرچہ میں اس بحث میں تشریح میں درج ہوئی تھی، افسوس کہ اس وقت وہ پرچہ نہیں ملتا، حاصل کلام یہ کہ آپ کی ذات بابرکات وہ مجمع حسنات ہے کہ دوستوں کا محبت سے اور دشمنوں کا مجبوری میں آپ کے آگے سر تسلیم خم ہو جاتا ہے، اس موقع پر متنبی کا مصرعہ بے اختیار زبان پر آجاتا ہے،

الفضل ما شهدت به الأعداء یعنے "بزرگی وہ ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔"

مسلمانوں کے عقیدے میں آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور آنحضرت کی دعوت اسلام تمام جنوں اور آدمیوں کے لئے عام ہے، خدا خود فرماتا ہے وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین اے پیغمبر ہمنے تمکو کل جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، فلاسفروں، حکیموں، بادشاہوں کو جانے دیجئے وہ سامنے نہیں آسکتے، چہ نسبت خاک را با عالم پاک،

تمام نبیوں کو لیجئے، آنحضرت سب سے افضل ہیں، ادریس کا حلم، یحییٰ کی شرم و حیا، یوسف کی عصمت، یعقوب کا صبر و زہد، خلیل کا مقام توحید یکجا جمع ہو کر آپ کی ذات قدسی صفات میں موجود تھے،

لیس للہ بمستنکر یعنے خدا سے یہ کیا مشکل ہے"
ان یجمع العالم فی واحد کہ ساری دنیا ایک فرد میں کھپ جائے،

اسی دلیل پر آنحضرت روحی فداہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہا گیا ہے،

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہمارے پیغمبر خدا ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے کہ ساری دنیا میں بت پرستی پھیلی ہوئی تھی، گناہ کے بادل انسانوں کے سر پر چھائے ہوئے تھے، کیونکہ حضرت خلیل اللہ کے بعد دنیا کی سچائی کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا، اس کے حُسن کا پھول مرجھا گیا تھا، خدا کی رحمت زمین کے بسنے والوں سے روٹھ گئی تھی، اس کے بندے اس سے غافل اس کی دنیا اس سے بیخبر، گناہ اور طغیانی کے سیلاب طغیانی پر تھے، آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا،

کہو ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ ، یعنی خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ، میں اس کا بھیجا ہوا ہوں ، اور ہدایت شروع فرمائی ، کہ خدا سے ڈرو ، گناہوں سے باز آؤ ،

اس آواز کا یہ اثر ہوا کہ جیسے بھڑوں کے چھتہ میں ڈھیلا جا لگتا ہے ، سب بگڑے اور کاٹ کھانے کو دوڑے ، تھوڑے لوگ ایمان بھی لائے ، پر باقی سب دشمن اور لہو کے پیاسے بن گئے ، اور سب جمع ہو کر آپ کے چچا صاحب ابوطالب کے پاس آئے ، کیونکہ بچپن میں آپ کے ماں اور باپ بی بی آمنہ حضرت عبداللہ وفات پا چکے تھے ، اور انہیں یقین دلایا ، کہ تمام ملک اس کے پیارے بھتیجے کو جان سے مار ڈالنے پر تلا ہوا ہے ، اگر چچا کو اپنے بھتیجے سے محبت ہے تو وہ اسے سمجھائے تاکہ بت پرستی کی جڑ نہ اکھیڑے اور ان کے مذہب اصنام پرستی کو خراب و برباد نہ کرے ، چچا نے آنحضرت کو بلا کے کہا ، کہ سنو !

میرے نور چشم ! نئے مذہب کا ارادہ چھوڑ دو ، عزم ترک کرو ، قصد سے باز آؤ ، ورنہ زندگی رہتی نظر نہیں آتی ،

آنحضرتؐ نے فرمایا ، سنو ، چچا جان ! اگر یہ لوگ سورج اور چاند آسمان سے اتار کر میرے ہاتھ پر لا رکھیں ، تب بھی میں اپنا کام نہیں چھوڑ سکتا ، کیونکہ میں سچا ہوں اور سچائی ترلائے بغیر رہ نہیں سکتی ، اور رسول خدا ہوں ، خدا کے بندوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں ، اور سیدھے رستہ پر لگا کے رہونگا ،

بارہا ان لوگوں نے قتل کا ارادہ کیا ، مگر جب سامنے آئے تو پیغمبری نور نے انکو کپکپا دیا ، اسلام قبول کر لینے والے مومنوں کو مارنا ، ایذا پہونچانا ، تکلیف دینا ، برادری سے خارج کرنا وغیرہ وغیرہ مصیبتیں نازل کرنے لگے ، لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہیں تھا کہ ایسی ترشیوں سے اتر جاتا ، جس کو یہ سکر طاری ہو جاتا تھا پھر درد و دکھ کا احساس تک نہیں رہتا تھا ، افسوس آج اس زمانہ نظیر کیا نمونہ بھی نہیں ملتا ، بجز اس کے کہ کہتے ہیں ،

گذر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

خود حضرت پاک کے جسم مبارک پر وہ پلید کا فر کیچڑ پھینکتے تھے ، پتھر مارتے تھے ، رستے میں گڑھے کھود کر اسمیں کانٹے بچھاتے تھے ، تاکہ رات کی تاریکی میں آنحضرتؐ اس کے اندر گر پڑیں ، یہ سب صدمے سہتے تھے اور اپنی ہمت سے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے ، تیرہ سال برابر مصیبتیں جھیلتے رہے اس کے بعد اپنے وطن مالوفہ (مکہ معظمہ) سے مدینہ منورہ کی طرف کوچ فرما ہوئے ، حالت ہجرت کا نقشہ خدا بخشے علامہ شبلی نعمانیؒ نے بہت اچھا کھینچا ہے ،

جب کہ آمادۂ خوں ہو گئے کفار قریش لاجرم سرور عالمؐ نے کیا عزم سفر

کوئی نوکر تھا نہ خادم نہ برادر نہ عزیز | گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرورؐ
ایک فقط حضرتِ بوبکرؓ تھے ہمراہ رکاب | انکی اخلاص شعاری تھی جو منظورِ نظر
رات بھر چلتے تھے دن کو کہیں چھپ جاتے تھے | کہ کہیں دیکھ نہ پائے کہیں آمادۂ شر
چونکہ سو اونٹ کا انعام تھا قاتل کیلئے | آپؐ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر
تین دن رات رہے ثور کے غار میں نہاں | تھا جہاں عقربِ افعی کی حکومت کا اثر
بیم جاں، خوفِ عدو، ترکِ غذا، سختیٔ راہ | ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت کی سحر
یاں مدینے میں ہوا غل کہ رسولؐ آتے ہیں | راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر
لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آکر اشعار | نغمہ طلع البدر سے گونج اٹھے گھر
ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے | نازنینانِ حرم بھی نکل آئیں باہر
آلِ نجار چلے شہر سے ہوکر تیار | زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر
دفعتہً کوکبۂ شاہِ رسلؐ آپہونچا | غل ہوا صلے علیٰ خیر اناس و بشر
جلوۂ طلعتِ اقدس جو ہوا عکس فگن | دفعتہً تار شعاعی تھا ہر اک تارِ نظر
طور سے حضرت موسیٰ کی صدا آتی تھی | آج اک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
سب کو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے | میہماں ہوتے ہیں کس اوج نشیں کے سرورؐ
سینے کہتے تھے کہ خلوتگہ حاضر ہے | آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی تیار ہیں گھر
ہاں مبارک تجھے اے خاکِ حریم نبوی | آج سے تو بھی ہوئی خاک حرم کی ہمسر

صل یا ربِّ علیٰ خیر نبی و رسول
صل یا ربِّ علیٰ افضل جن و بشر

آخرکار خدا کی تائید نے باری کی سچائی کا رنگ چمکا، اس کے حسن کا پھول بہار دکھانے لگا توحید کا درخت بار آور ہوا، خدا کی رحمت جو دنیا سے اٹھ گئی تھی، پھر آگئی، خدا کے بندے بتوں کو چھوڑ کر خدا کے آگے جھکے، باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف متوجہ ہوئے اور قیامت تک کیلئے یہ میدان صاف ہوگیا اور مہر لگ گئی کہ اس مذہب کے سوا باقی تمام مذاہب باطل اور منسوخ اور از پا درافگندہ کیونکہ خدا نے حکم دیا ہے، کہ "اب سے جو انسان اسلام کی جگہ کسی دوسرے مذہب کو ڈھونڈے گا تو یقین کرو کہ وہ بھٹکتا پھرے گا"۔

الغرض آنحضرتؐ کا وجود باجود سراپا رحمت و عاطفت تھا، دشمنوں کے ظلم پر مجبوراً وطن چھوڑا

اور پھر قابو پاکر ظلم کا بدلہ نہ لیا، بلکہ مہر و مہربانی سے پیش آئے، انسان تمام مخلوقات کو اپنی حکومت میں لاسکتا ہے، درندے چرندے پرندے اس کی طاقت اور فراست کو مانتے ہیں، آگ یا پانی بھاپ پر اپنا سکہ حکومت جما سکتا ہے، سمندر میں غوطہ لگا کر صحیح سالم نکل آتا ہے، آگ میں کود کر زندہ برآمد ہو سکتا ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ غیظ و غضب، غصہ و خشم کی حالتیں کوئی اپنے کو کہیں سلامت بچا سکتا ہے؟ جہانتک ہم کو تاریخ، تجربہ، مشاہدہ سے ثابت ہوتی ہے، وہاں تک جواب اس کا نفی میں ملتا ہے، کیونکہ یہ خاصیت بجز طبیعت حضرت پیغمبر آخر الزماں کے کسی فرد بشر میں نہیں رکھی گئی، "در رسول خیر خواہ دشمناں" کی مثل صرف اسی ذات پاک پر صادق آتی ہے،

جس قدر صفات آلہی، عفو، رحم، کرم، احسان وغیرہ وغیرہ ہیں سب آپ کے وجود باجود میں موجود تھے،

ہم مسلمانی جماعت آپکی امت اور پیرو ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا ہم میں بھی وہی اخلاق پائے جاتے ہیں یا ان کے حاصل کرنیکی کوشش کیجاتی ہے؟ افسوس یہ ہے کہ اس کا جواب ہمارے پاس بجز نفی کے نہیں ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ ہر محرم میں شیعہ اور سنی کا نزاع عدالتوں تک پہونچتا ہے ہر مجلس میلاد میں مقلد اور غیر مقلد کی قلم دوات برسر کار آجاتے ہیں، اور کفر کے فتوے تیار کئے جاتے ہیں، اکاش مذہبی معاملات میں حلم نبوی سے کام لیکر استقلال و صبر، لینت اور نرمی کا استعمال کیا جاتا، اور نفسانیت پھٹکنے نہ پاتی، اسلام صرف دو چیزیں پیش کرتا ہے اور بس،

علم کیلئے قرآن حکیم و مجید و شریف وعزیز، عمل کے لئے اسوۂ زندگی حضرت پیغمبر آخر الزماں

اگر قرآن پاک کو ہاتھ میں لیا جائے اور زندگی پیغمبر پاک کو ہر کام میں دستور العمل بنایا جائے تو بس یہی اسلام ہے بے لوث و غل و غش اور وہی مسلمان ہے پکا بے لوث و آلائش، ہم تو بہت چاہتے ہیں کہ خدا ایسا ہی کرے اور پھر زمانہ صحابہ کرام کا عود کر آئے، مگر افسوس ہے کہ طبائع بگڑ گئی ہیں، امزجہ میں فساد طاری ہو گیا ہے اب اس کا علاج یہی ہے کہ رہنے سہنے، کھانے، پینے، محبت، نفرت سب کا نمونہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا طریقہ اختیار کر لیا جائے، اس کے سوا نہ کوئی علاج ہے نہ تدبیر،

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

مسلمانوں کے عقیدے میں ہے کہ خدا کی عبادت بھی بجز اتباع پیغمبری جائز نہیں تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ کہ دنیوی ترقی بجز پیروی حضرت پیغمبر آخر الزماں کے مسلم قوم کر سکے،

نہ کیجیے اگر حسب شرع رسول
خدا کی بھی طاعت نہ ہووے قبول

توفیق رفیق ہو، والسلام علی من اتبع الہدیٰ،

(غلام غوث از خیر پور سندھ)

القریش ہفتہ وار کرنیکی تجویز

بہی خواہان قریش کے خطوط کا خلاصہ

(۱)

جناب رونق صاحب زاد عنایتہ ، وعلیکم السلام ، القریش موصول ہوا مطالعہ سے کمال مسرت ہوئی ، سچ تو یہ ہے کہ بدن میں خون دورہ کرنے لگا اور حالت اس طرح ہوئی کہ کیا عرض کروں ، اگر مالدار ہوتا تو تمام دنیا و دولت اس پر قربان کر دیتا ، انسان کو ہر حالت میں اللہ پاک کا شکر کرنا چاہیئے ، الحمد للہ علیٰ احسانہ میرا نام مستقل خریداروں میں درج فرمالیجئے ، القریش کو ہفتہ وار کرنے کی تجویز مبارک ہو ، میں اس تجویز کو بے حد پسند کرتا ہوں ، مجھے یقین ہے کہ اس کا ہفتہ وار ہونا قوم میں زندگی کا روح پیدا کرنیکا موجب ہوگا ، مہینوں کا کام دنوں پر آ رہے گا ، تبادلہ خیالات کا جلد جلد موقع ملیگا ۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ القریش کے ہفتہ وار ہونیکی تاریخ سے سالانہ چندہ کے علاوہ انشاء اللہ تعالیٰ دو روپے ماہوار امداداً بھیجتا رہونگا ، یہ وعدہ اس وقت تک ہے ، جب تک کہ ملازمت کے موجودہ درجہ میں ہوں ، اور اگر خدا نے ترقی دی جس کی بہت جلد امید ہے تو دو کی بجائے پانچ روپے ماہانہ پیش کرتا رہونگا امید ہے کہ میرے بھائی اسی طرح ماہوار امداد سے اپنے قومی رسالہ کو مالی مشکلات سے بے نیاز کردینگے ،

ہفتہ وار کرنے کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ پانچ خریدار بھی بہم پہنچاؤنگا ،

معلوم ہوا ہے کہ طلبلی صاحبان بھی قریشیت کے مدعی ہوئے ہیں ،

بت بھی آرزو کریں خدائی کی
شان ہے اس کی کبریائی کی

قریشی محمد ایزد بخش ہیڈ کنسٹبل

(۲)

کرمفرمائے جناب ایڈیٹر صاحب ! السلام علیکم ، مزاج شریف ، ہفتہ وار القریش کی تجویز نہایت مبارک اور ضروریات کو پورا کرنے والی ہے اور جلد تر عملی صورت میں لانے کے قابل ہے ، اب آپ براہِ مہربانی ماہ ستمبر سے رسالہ میرے نام جاری کردیں ، انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اور بھی خریدار دونگا ، والسلام

قریشی عبد القادر منیجر کورٹ آف وارڈز

(۳)

مکرمی بھائی صاحب ۔ السلام علیکم ۔ آپ کے رسالہ میں جو اپیل درج ہے کہ رسالہ القریش کے لئے نئے خریدار بنائے جائیں، میں اس کے متعلق کوشش کر رہا ہوں کہ کم از کم پانچ خریدار مل سکیں، فی الحال آپ ایک پرچہ پتہ ذیل پر جاری کر دیں۔ عبدالعزیز واصل باقی نویس، گوردا سپور

(۴)

محترم بھائی! اسلام مسنون ۔ القریش کو ہفتہ وار کرنے کے لئے مزید خریدار مہیا کرنے اور ہر ممکن مدد دینے کی جو مطبوعہ اپیل ارسال فرمائی ہے اس کے متعلق آپ میری تمنا سے اچھی طرح واقف ہیں، میرے دل میں تو شب و روز یہ آرزو ہے کہ القریش ہفتہ وار ہو جائے ۔ مہینہ کا کام ہفتہ میں ہو آواز میں اثر پیدا ہونے کی بہترین صورت ہے ۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے بھائیوں کو اس اہم قومی فریضہ کیطرف متوجہ کرے تو کچھ مشکل نہیں ۔ القریش ہفتہ وار ہو جائے تو ہم بھی فخر کے ساتھ یہ اعلان کر سکیں کہ ہماری قوم بھی بیدار اقوام میں سے ہے اور ہمارا بھی ایک ہفتہ وار اخبار نکلتا ہے ۔ میں اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے مقدور بھر کوشش کرونگا ۔ والسلام ۔ نیازمند ۔ ڈاکٹر محبوب عالم ۔ قریشی لدھیانہ

بزمِ قریش

القریش ہفتہ وار کرنے کی تجویز سے جمیع ناظرین کرام کو اتفاق ہے ۔ لیکن توسیع اشاعت کیطرف کوئی توجہ نہیں ۔ وی پی کثرت کے ساتھ واپس آرہے ہیں ۔ ۱۷ ۔ اگست سے ۸ ستمبر تک ۲۲ دن کے عرصہ میں ۵۴ وی پی انکاری ہو کر واپس آچکے ہیں، جن میں کچھ نئے بھی تھے اور کچھ پرانے بھی ۔

نئے وی پی پیکٹوں کا واپس آجانا اس قدر افسوسناک اور رنجدہ نہیں جس قدر کہ پرانے[1] پیکٹوں کا ۔ اور وہ اس لئے کہ یہ حالات کی نزاکت سے خوب واقف تھے اور اندریں حالات انہیں وسعت اشاعت کے لئے کوشش کرنی چاہیئے تھی نہ کہ اپنے ہی تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں تھے ۔

۵۴ پیکٹوں کے اجراء پر ۳ فی پیکٹ کے حساب سے آٹھ روپے سات آنہ کی رقم صرف ہوئی جو قریب قریب تین خریداروں کی قیمت ہے اور یہ نقصان ایسا ہے جس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی ۔

اجرائے وی پی سے قبل احباب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر وصولئے وی پی میں کوئی امر مانع

---

[1] پرانے خریداروں کے وی پی پیکٹوں سے مراد ہے ۔

ہوتو دفتر کو مطلع کریں، تاکہ نقصان نہ ہو، لیکن یہ لوگ کچھ ایسے عجیب واقع ہوئے ہیں، کہ انہیں نہ اپنے سود و زیاں کی پروا اور نہ دوسرے کے نقصان سے سروکار، خاموش رہتے ہیں اور ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ کوئی امر مانع نہیں، لیکن جب وی پی پہونچتا ہے اور تین روپے کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار کردیتے ہیں اور دفتر کے نقصان کا کچھ خیال نہیں کرتے،

متذکرہ پینتالیس پیکٹ کن لوگوں کیطرف سے واپس آئے، اس کا تذکرہ "شذرات" میں ملاحظہ فرمائے، اور غور کیجیے کہ جس قوم کے تعلیمیافتہ اور متمول گروہ کا یہ حال ہے، اس کے دن بھی کبھی پھر سکتے ہیں، ایں خیال است و محال است و جنوں،

اگست کے رسالہ کے ساتھ ساتھ ایک مطبوعہ مراسلت معاونین کرام کی خدمتمیں ارسال کرتے ہوئے خواہش کیگئی تھی کہ وہ "ہفتہ وار" کرنے کے لئے توسیع اشاعت کی کوشش کریں، اس مضمون کی مراسلت اگر "الراعی" "مسلم راجپوت" "کشمیری" وغیرہ اخبارات کیطرف سے اپنی برادری کے نام جاری ہوتی. تو یقیناً تیس دن کے اندر پانچ سو خریداروں کا مطالبہ پورا ہو جاتا، لیکن القریش کی برادری نے ایک دردانگیز اور رقت خیز صدا کی یہ قدر کی کہ ۴۵ وی پی واپس آگئے،

گر یہی ہے اس گلستاں کی ہوا
شاخ گل اک روز جھونکا کھائیگی،

مئی گذشتہ سے مولانا فقیر اسمٰعیل صاحب ہاشمی کی " ایک آواز " نے نئی تحریک کا آغاز کیا، اور بعض دردمند احباب نے خریدار دینے کا پرزور وعدہ بھی کیا، لیکن کتنے ہیں جو ایفائے عہد میں پورے اترے،

مولانا کشفی شاہ صاحب نظامی نے بارہ خریداروں کی رقم ارسال کردی، چنانچہ غیر مستطیع احباب کے نام القریش جاری کردیا گیا،

مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی خود خریدار ہوئے اور ڈاکٹر محمد یامین صاحب کو خریدار بنایا،

قریشی محمد رمضان صاحب صدیقی ماما نوالہ نے پانچ خریداروں کی قیمت اپنی گرہ سے ادا کرکے پانچ خریداروں کا اضافہ کیا،

علاوہ ازیں حسب ذیل احباب نے توجہ فرمائی،

(۱) قریشی عبدالرشید صاحب لائف انشورنس ایجنٹ .. .. ایک خریدار
(۲) قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی .. .. ۳ "

(۳) قریشی عبدالغفور صاحب (کھیوڑہ) خود	(۶) قاضی محمد صادق علی صاحب قریشی خود
(۴) شیخ محمد شریف صاحب فاروقی خود	(۷) قاضی میر حسین صاحب سملہ خود
(۵) قریشی عبدالرحمن صاحب خود	(۸) قاضی یقین الدین صاحب قریشی خود

(۹) قریشی محمد ایزد بخش صاحب فاروقی / خود

میزان کل اٹھائیس ،

چار ماہ میں ۲۸ کا اضافہ اور ۳۰۰ کی کمی ، اور اس پر آٹھ روپے سات آنے کا نقصان ، ان اعداد وشمار کو دیکھتے ہوئے کیا جنوری ۱۹۴۶ء تک ہفتہ وار ہونے کی کوئی توقع ہو سکتی ہے ؟ اس سوال کا جواب ہمارے ان کرمفرماؤں کے ذمہ ہے ، جو قوم کو تو معصوم سمجھتے ہیں اور قومی کارکنوں پر غفلت وسہل انگاری کا الزام دیتے ہیں ،

اس زمانہ میں جبکہ سامان طباعت کی صعب ترین گرانی اور ضروریات زندگی نے تشویشناک صورت حال پیدا کر رکھی ہے ، القریش کے اخراجات کا حساب کیا جائے تو بقایا کا خانہ صاف نظر آئے گا ، اور یہی وجہ ہے ، کہ اکثر ہمیں قومی اصلاح کی ذمہ داری کے جوئے کو اپنے کندھوں سے اتار پھینکنے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے ، مئی سے اگست تک رسالہ دگنی تعداد میں شائع ہوتا رہا ، اور اسی مقدار میں قریشی برادران کو نمونۃً بھیجکر قومی حالات کی جانب توجہ دلاتے ہوئے ان سے اعانت کی خواہش کیجاتی رہی ، لیکن نتیجہ کیا ہوا ؟ ۲۸ معاونین ، کیا کسی دوسری قوم کا بھی یہ حال ہے ؟

آج ہم بادلِ ناخواستہ یہ ظاہر کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ہمارے ذاتی اخراجات وغیرہ ماہوار رسالہ اور ایک ہفتہ وار اخبار کی ایڈیٹ پر موقوف ہیں ، ورنہ اس کی آمدن پر نہ ہماری ذاتی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں اور نہ رسالہ چل سکتا ہے ، لیکن احباب کی یہ حالت ہے کہ اس بے اطمینانی میں اگر کہیں کتابت کی غلطی رہ گئی تو درگذر اور اصلاح کی بجائے کوسنے دیکر کلیجہ چھلنی کر دیتے ہیں ، کیا دردمندان قوم تحفظ نسب وناموس کے لئے ان مشکلات کا کوئی صحیح چارہ کار تلاش کرنے کی کوشش کریں گے ؟

— ۲ —

ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی ایک حساس بھائی ہیں ، آپکا دل قومی درد سے معمور ہے ، قومی پستی کے خیالات کی طغیانیاں اکثر آپ کو بیقرار رکھتی ہیں ، اس لئے آپ ہمہ وقت قوم کے اصلاحی امور پر غور کرنے میں منہمک رہتے ہیں ،

ذیل میں ہم قارئین کرام کی واقفیت کے لئے آپ کے ایک گرامی نامہ کا خلاصہ درج کرتے ہیں جس

سے آپ کے درد مندانہ خیالات کا موازنہ ہو سکتا ہے، ضرورت ہے کہ فرزندانِ قریش اب جمود و سکوت اور سہل و استغنا کی کڑیاں توڑ کر میدان عمل میں آئیں، انجمن قریشیان پنجاب توجہات خصوصی مبذول کرے اور آپ کی تجویز کی قدر کرتے ہوئے انعقاد اجلاس کا اعلان کر دے، ہمیں قاضی نذر حسین صاحب فاروقی سکریٹری انجمن مذکور کی قومی حمیت سے توقع ہے کہ وہ حالات کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے بہت جلد اس تجویز کو عمل میں لانے کی کوشش کریں گے،

ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "قریشیان پنجاب سے اپیل" کے عنوان سے ایک مراسلت ارسال خدمت کر چکا ہوں، آج پھر کچھ کاغذات ابلاغ ہیں، میں کوئی مضمون نگار نہیں، لیکن دلی جذبات کا تھامنا مشکل ہے، اس لئے کچھ نہ کچھ لکھ بھیجتا ہوں، قوم کی بےحسی نے کلیجہ چھیدنی کر رکھا ہے، مگر ۔۔ ۔۔ ۔۔

ہاں سینہ میں دل رکھتا ہوں اور وہ دل جسے قریش کو ممتاز دیکھنے کی تمنا ہے، میں قوم کو ۱۳ سو سال پہلے ایسی دیکھنا چاہتا ہوں، ہمارے آبا کے کارناموں پر دنیائے اسلام فخر کرتی ہے، ہمارے لئے ان کی زندگیاں مشعل راہ ہیں، ان سے سبق لینا چاہیئے، امیر و غریب اگورے و کالے کا امتیاز دل سے نکال دینا چاہیئے، خصوصاً ہر دوسرے بھائی کو اپنے سے بہتر خیال کرنا چاہیئے، تب تو چلتا ہے کام، اور جذبہ خود نمائی اور دوسرے سے خواہ مخواہ کا حسد کرنے کا مرض ہو جاتا ہے، یا قومی ضروریات پر توجہ نہیں دیجاتی، اس کا علاج یہ ہے کہ بڑے کی بڑائی پر لات ماردی جائے، اور ہر ایک چھوٹے آدمی کو ترجیح دی جائے، میں کیا سے کیا لکھ گیا، گذارش یہ تھی کہ

موجودہ حالات اس امر کے مقتضی ہیں کہ "قریشیان پنجاب" کا ایک عام اجلاس منعقد ہو جسمیں تحفظ حقوق اور حفاظت ناموس کے وسائل پر غور و خوض ہو اور برادران پنجاب کو ان کی موجودہ پستی سے نکالنے اور اپنی حیثیت گورنمنٹ اور عوام سے منوانے کی زبردست کوشش کی جائے۔" (ڈاکٹر صاحب کی تجویز کے ایک ایک لفظ سے ہمیں اتفاق ہے، اقتضائے وقت یہی ہے، احباب اپنی اپنی رائے سے مستفید فرمائیں۔ ایڈیٹر)

عجیب اتفاق ہے کہ اسی موضوع اور انہی خیالات کے موافق آج قریشی محمد ایزد بخش صاحب فاروقی کراچی اور قریشی محمد رمضان صاحب صدیقی مانا نوالہ کے خطوط موصول ہوئے ہیں، اول الذکر نے اس میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر برسر روزگار بھائی اپنی ماہانہ آمدن میں سے قومی ضروریات کے لئے ایک آنہ فی روپیہ ادا کرے، تاکہ جلسہ کے اخراجات اور دیگر قومی امور کی انجام دہی میں آسانی ہو، وہ خود سب سے پہلے اس چندہ کی ادائیگی کیلئے آمادگی کا اظہار کرتے ہیں، ان خطوط نے ڈاکٹر صاحب کی تجویز کی غائبانہ تائید کی ہے، دیگر احباب کی آراء کا انتظار کیا جا رہا ہے،

شذرات

یہ اشاعت میلاد شریف سے متعلقہ دو تین مضامین کے علاوہ مخصوص قومی مضامین پر مشتمل ہے اور یہ وہ ضروری مضامین ہیں جن کا احباب کی واقفیت کے لئے درج کرنا ضروری تھا، امید ہے کہ قارئین کرام ذرا گہری توجہ سے انہیں پڑھیں گے اور بسیار غور و خوض کے بعد ہمیں کسی نتیجہ پر پہنچنے میں مدد دیں گے،

مراسیوں کی عیّاری
اور
قریشیوں کا مجرمانہ سکوت

مراسیوں کی اصلیت سے وہ احباب جنہوں نے القریش کے گذشتہ چند نمبر بغور مطالعہ کئے خوب واقف ہو چکے ہیں، لاریب اس بات کا تاریخی ثبوت بہم پہنچ گیا، کہ مراسی ہندی نژاد ہیں، اور ان کا ایک جزو ہنوز ہندو ہے، اور جو حلقہ بگوش اسلام بھی ہو چکے ہیں، وہ بھی اکرمکم عند اللہ اتقیکم سے بہت دور پڑے ہیں، ان کے افعال و کردار شریعت حقہ اور اسوۂ حسنہ کے سرتاسر خلاف ہیں، باایں ہمہ انہیں عربی النسل اور قریشی الاصل ہونے کا دعوٰی ہے، تاریخ کو جھٹلانا اور واقعات کی تردید میں کوئی ثبوت پیش کرنا ان کے حیطۂ اقتدار سے باہر اور ناممکن ہے، لیکن وہ اپنی اڑ ضد، اور ہٹ جو انکی جبلت ہے کو پورا کرنے کے لئے حیلہ جوئی سے باز نہیں آتے، نسب کو تبدیل کرنا اور اپنے باپ کو ٹکا سا جواب دیکر دوسرے باپ کی اولاد ظاہر کرنا بجائے خود ایک کفر و بدعت ہے لیکن مراسی ہیں کہ علی الاعلان کفر و بدعت کے اس بحر بے پایاں میں غرق ہو رہے ہیں،

پچھلے دنوں ہمیں لائل پور جانے کا اتفاق ہوا، برکت علی سبز بالی مراسی عرف شہزادہ آزاد کی "قوم سدھار کمیٹی" کے کھنڈرات کے ابھی وہاں کچھ کچھ نشان باقی ہیں، مراسیوں کی تحریک کو اگرچہ عوام کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں لیکن مراسی اپنے مذموم موہوم دعوے پر اڑے ہوئے ہیں، انہوں نے اموات و پیدائش کے کاغذات میں اپنے تئیں "قریشی" لکھوانا شروع کر دیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر موجودہ مراسی قریشی نہیں بن سکتے، تو ان کی آئندہ نسل کے لئے تو راستہ صاف ہو جائے یہ ایک عیاری ہے جو گورنمنٹ اور قریشیوں سے کی جا رہی ہے،

قریشی سود و زیاں سے بے نیاز ہیں، تحفظ نسب و ناموس کی انہیں مطلق پروا نہیں، مراسیوں کی عیاری

کے عواقب و نتائج پر ذرہ برابر بھی وہ توجہ نہیں دیتے، حالانکہ مستقبل میں ان کی شرافت نسبی اور عظمت ذاتی پر یہ ایک کاری ضرب ہوگی، امرتسر کی نام نہاد "انجمن قریشیان ہند" مر چکی، اس کی ہڈیاں راکھ کا ڈھیر ہو کے رہ گئیں "انجمن قریشیان پنجاب" کی حالت مذبذبین بین ذالک کی مصداق ہے، اسے بھی پریشان کر رہی ہے، وہ حالات کی ناساعدت سے نالاں ہے اور ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ کم از کم قریشیان پنجاب کسی خاص تاریخ کو ایک مرکز پر جمع ہوں اور تحفظ نسب و ناموس پر تبادلہ خیال کر کے موثر تدابیر عمل میں لائیں اور بذریعہ رزولیوشن گورنمنٹ پنجاب کو توجہ دلائیں اور استدعا کریں کہ وہ مراسیوں کے شرمناک حملوں اور شرانگیز پراپگینڈے کو حکماً رد کرے،

پچھلے دنوں مولانا قریشی محمد رمضان صاحب نے ضلع شیخوپورہ کیطرف سے انجمن قریشیان پنجاب کو سالانہ اجلاس کی دعوت دی، القریش میں اعلان کیا گیا، انجمن مذکور سے اسبارہ میں خط و کتابت کیگئی، لیکن معلوم نہیں کہ انجمن کے اراکین نے کس مصلحت کی بنا پر یہ معاملہ معرض التوا میں ڈال دیا بحالیکہ حالات کی نزاکت پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ اس موقع کو ہاتھ سے دینا قومی موت کا مترادف ہوگا

جلسہ سے متعلق اب بھی خطوط آ رہے ہیں اور التوائے اجلاس کے اسباب ہم سے دریافت کئے جارہے ہیں، لیکن چونکہ ہم خود انجمن کی مصلحت سے کما حقہٗ واقف نہیں، اس لئے جواب میں خاموش ہیں، کیا اراکین انجمن اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی تکلیف کریں گے؟

قوم قریش نسبی حیثیت سے اقوام عالم پر فضیلت رکھتی ہے وہ سرتاج اقوام عالم مانی جاتی ہے لیکن عہد حاضر میں مراسیوں کی رسوائے عالم قوم اسے مخلوط النسل بنانے کے لئے ناروا حملوں سے کام لے رہی ہے، کسی قوم کی شرافت نسبی پر اس قسم کے کمینے حملے کرنا شرعاً، قانوناً اور رواجاً کسی طرح مناسب نہیں، اس لئے ہم گورنمنٹ پنجاب سے بزور استدعا کرتے ہیں، کہ وہ مراسیوں کے دل آزار پراپگینڈے کے سدباب کیلئے انسدادی تدابیر عمل میں لائے، اور ایک ایسا سرکلر جاری کرے جس سے عمال صیغہ مال اور میونسپلٹی کو ہدایت کر دیجائے کہ وہ مراسیوں کو کاغذات میں "قریشی" لکھنے سے احتراز کریں،

مراسیوں کی تحریک روز افزوں ہے، ان کے قومی اجلاس شملہ کی بلند چوٹیوں پر بھی ہونے لگے ہیں، لیکن قریشی ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے، انہیں قومی امور سے کوئی دلچسپی نہیں، امیر اپنی امارت کے نشہ میں سرشار ہیں، وہ قومی حالات معلوم کرنا بھی کسر شان سمجھتے ہیں اور قومی ضروریات پر ڈیڑھ پائی روزانہ کا ایثار بھی ان کے لئے مر جانے کے برابر ہے، اِنا لِلّٰہِ و انا الیہِ راجعُون،

جولائی کے القریش میں "بزم قریش" کے تحت ان قریشی برادران کی فہرست شائع کیگئی تھی جنہیں مراسیوں کی قریشیت کے طوفان بے تمیزی پر توجہ دلاتے ہوئے چند خطوط اور تین ماہ متواتر رسالہ نمونۃً بھیجکر

اعانت وخریداری کی تحریک کیگئی تھی، ان لوگوں میں جج، اسسٹنٹ کلکٹر، ای اے سی، وکیل، انسپکٹر، ہیڈ ماسٹر، انجنیئر اور زمین دار جاگیر دار بھی تھے، لیکن جب ان کا سکوت "الخاموشی نیم رضا" خیال کرتے ہوئے چند مقتدر احباب کی خدمتمیں اگست کا رسالہ وی پی کیا گیا تو انہوں نے وہ بیدریغ واپس کر دیا، اور قومی رسالہ کو فائدہ کی بجائے نقصان پہونچا دیا جس قوم کے سرمایہ داروں کی حالت اس قدر گری ہوئی ہو کہ وہ قومی ضروریات کے لئے تین روپے سالانہ کا ایثار نہ کرسکیں کیا اس کی اصلاح وترقی کی کوئی امید ہوسکتی ہے؟ اللھم ارحم،

مُراسلات

بدتہذیب مراسی

رذیل آخر رذیل ہے، لاکھہ کوشش کی جائے اس میں شرافت کے جوہر پیدا نہیں ہوسکتے وہ اپنی جبلت وعادت سے مجبور ہے اکسی بدخمیر سے کبھی نیک کام اور افعال حسنہ کی توقع نہیں ہوسکتی،

مراسیوں کا نشو ونما چونکہ بدعات وقبیحات میں ہوا ہے، اس لئے گالی گلوچ اور فحش گوئی ان کی طینت اور عادت ثانیہ ہوچکی ہے وہ قریشی تو بنتے ہیں، لیکن شرافت ومتانت کہاں سے لائیں،

"حیاسوز حرکتوں" کے عنوان سے کسی گذشتہ اشاعت میں ایک گمنام خط کا ذکر کرتے ہوئے کسی بدزبان مراسی کے خیالات کا چربہ ناظرین کے سامنے پیش کیا گیا تھا جس سے اس قوم کے افراد کی تہذیب وشائستگی کو روشنی میں لانا مقصود تھا، اسی قسم کا ایک خط مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی لدھیانوی کو بھی کسی امرتسری نابکار مراسی نے بھیجا ہے جو آپ نے بعد جواب کے ہمیں بھیجا ہے، اگر ہمیں ان خودساختہ قریشیوں کی عقل ودانش، فہم وفراست اور طینت وجبلت پبلک میں پیش کرنیکی ضرورت نہ ہوتی، تو ہم لغویات کے اس پلندہ کو گندی نالی میں بہادیتے، قارئین کرام اور عامۃ المسلمین کو اس خط کی مطالعہ سے مراسیوں کی اخلاقی حالت کے موازنہ کا موقع ملے گا، اور وہ اسبات کا فیصلہ کرنیکے قابل ہوسکیں گے، کہ آیا عربی النسل اور قریشی الاصل ایسی خصوصیات کے مالک

ہوا کرتے ہیں، جن کا ثبوت راقم کے شرمناک الفاظ سے ملتا ہے، شرم!

ذیل میں ہم اصل خط اور اس کا جواب جو ڈاکٹر صاحب موصوف کیطرف سے موصول ہوا ہے، نقل کرتے ہیں، وَھُوَ ہٰذا،

مسٹر محبوب عالم صاحب، (سلام علیک وغیرہ کچھ نہیں، یہ ہیں مسلمان اور پھر قریشی اور اصل قریشی۔ ایڈیٹر) یہ خط تمہارے مفاد اور تمہاری انجمن قریشیان پنجاب کے مفاد کو پیش نظر رکھکر لکھتا ہوں، تم نے اور تمہارے جیسے دیگر چند سرپھروں نے القریش میں جو مراثی قوم کو غیر قریشی لکھنا اور دعوٰے بلا دلیل کرنا شروع کیا ہے (ربط و ترتیل اور طرز و ادا سبق آموز ہے، افسوس ابوالفضل زندہ نہیں، وا د تو دیتا۔ ایڈیٹر) اور ہماری قوم کے مایۂ ناز فرزند (وہی سکول سے نکالے جانے والے، سرمہ فروش، جوگی، اور نیک چلن رہنے کی ضمانت دینے والے۔ ایڈیٹر) جناب شہزادہ آزاد صاحب کی شان میں گستاخی کرنا اپنا شغل بنا لیا ہے، یہ تمہارے حق میں کسی طرح اچھا نہیں ہے، تمہارا اور القریش کے ایڈیٹر صاحب کا مفاد اسی میں ہے، کہ مراثیوں کو قریشی تسلیم کرلو (اور سانسیوں کو سید؟ ایڈیٹر) اور اعلان کردو کہ مراثی ہمارے بھائی ہیں (پہلے مسلمان تو بنو، ایڈیٹر) اور صحیح النسب قریشی ہیں (بس ثابت ہوا کہ جعلی ہیں، ایڈیٹر) اگر تم نے ایسا نہ کیا اور ہٹ پر قائم رہے، تو یاد رکھو، تمہاری قرشیت (یہاں بے تمیز نے فحش اور گندہ لفظ استعمال کیا ہے، ایڈیٹر) میں گھسیڑ دیجائیگی، اور تمہاری شخصیتوں کا اچھی طرح تارو پود بکھیر کر رکھدیا جائیگا، تم نے یوں ہی مذاق بنا رکھا ہے، تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم مراثی ہیں (سچ ہے، لاریب فیہ، ایڈیٹر) اور تمہاری قرشیت سے بھی واقف ہیں،

جلوے میری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں، (کیوں نہ ہو، ایڈیٹر)
چھپ کر وہ مجھ سے جائینگے ایسے کہاں کو ہیں (خود چھپ گئے، اور اظہار نام کے وقت گھنگٹ نکال لی، کوئی بازاری عورت ہوگی، ایڈیٹر)

تمہارا ایک امرتسری خیر خواہ،

جواب منجانب ڈاکٹر صاحب،

ان کا کلام کلک شرربار دیکھیئے
اور میری گلفشانی گفتار دیکھیئے

امرتسر سے کسی مراسی نے میرے نام ایک گمنام خط لکھا ہے، جسمیں اس نے ہمیں جی بھر کر گالیاں دی ہیں اور ہاں پی پی کر کوسا ہے اور گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب کرنیکی ناپاک سعی کی ہے، ایسی کمینہ حرکت کے جواب میں خاموشی بہتر تھی، کیونکہ ؎

گالی کھنا ہے کمینے کا نشاں ہے ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ میں یہہ بیاں

لیکن اس خیال سے کہ میری خاموشی سے یہ نتیجہ نہ اخذ کرلیا جائے کہ میں مرعوب ہوکر چپ ہوگیا ہوں، ان کمینہ گالیوں کا جواب چند سطروں میں شیریں گفتاری سے دیتا ہوں، مجوب

میرے غائبانہ امرتسری خیرخواہ صاحب! خدا آپ کو ہدایت اور ایسی کمینہ حرکات سے محترز رہنے کی توفیق دے، گمنام خط ملا جسمیں آپ نے اپنی مراسی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے، ایسی لغو حرکات کا مرتکب ہونا اور اپنی بدتہذیبی کا ثبوت دینا یقیناً آپکے لئے فائدہ مند نہیں ہے، اگر آپ میں کچھ صداقت ہوتی اور آپ کوئی معقول اور شریف آدمی ہوتے تو اپنا نام ظاہر کرتے اور پردہ میں بیٹھ کر زنانہ گالیاں دینے سے باز رہتے،

شکر اس بت کو جو پردے میں خدا نے رکھا ورنہ ایماں تو گیا ہی تھا، خدا نے رکھا

آپ مخلوط مراسی معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ مراسی تو صدر درجہ کے لسّان معلوم ہوتے ہیں اور چکنی چپڑی باتوں سے دلوں کو موہ لینا اور گانے بجانے سے خراج تحسین وصول کرنا، ہر ایک کی خوشامد کرنا ان کا آبائی پیشہ ہے مگر آپکا طرز کلام تو نہایت بیہودہ اور آپکی کمینگی کا بین ثبوت ہے، جس کے جواب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ

پہلے کسی سے سیکھیئے تہذیب کا سبق پھر کھولئے زبان سخن بار دیکھیئے

آپ کی قوم مراسی کے مایۂ ناز فرزند برکت علی مراسی المعروف شہزادہ آزاد ممبر مالی کمیٹی متعلق میرا خیال تھا کہ کوئی معقول آدمی ہونگے اور انکی بڑی شخصیت ہوگی، مگر اگست کے القریش میں انکی شہزادگی کا تار وپود بکھرتا دیکھکر میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی، جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ نہ شہزادہ ہیں اور نہ آزاد، بلکہ ایک معمولی مراسی ہیں،

بہت شور سنتے تھے شہزادگی کا جو دیکھا تو آزاد میراسی نکلا

باقی رہا راقم الحروف اور محترم مدیر القریش کے متعلق عرض ہے کہ ہمارے غم میں آپ کیوں گھلے جا رہے ہیں؟ اجی! آپ ہمارے مفاد کا فکر نہ کیجیے، آپ اپنی قرشیت کا فکر کیجیئے جو آپکے لئے وبال جان ہو رہی ہے، اور آپ نہ گھبرا کے رہے اور نہ گھبرائے کے، اگر آپ مراسی قوم کو قعر مذلت سے اٹھا کر منزل ترقی پر گامزن کرنا چاہتے ہیں تو شوق فرمائیے، ہمیں اس مقصد میں آپ سے ہمدردی ہے مگر خدا کیلئے قرشیت کا خوشنما مگر خاردار جامہ پہننے کی کوشش نہ کیجیے یہ لوہے کے چنے چبانا آسان کام نہیں، میرے قلم سے کبھی کفر بچ نہیں سکتا، مجھے مزاج ازل سے یا ہدانہ ملا،

آخر میں مجھے آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ اگر آپ قریشی کہلانا چاہتے ہیں تو معقولیت سے بحث کیجیے، تاریخی حوالہ جات سے اپنا عربی الاصل ہونا ثابت کیجیئے، جب کہ ہمارے محترم قاضی نظر حسین صاحب فاروقی نے "جدید شیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت" کے عنوان سے ایک مبسوط و مدلل مضمون شروع کر رکھا ہے اور مستند تاریخی حوالوں سے مراسی قوم کو غیر قریشی اور اصل ہندی ثابت کیا ہے،

تو ہو کے ترش رو ہمیں گالی ہزار دے یاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اُتار دے

ہر فرعونے را موسیٰ، مراسی فرعون کا قریشی موسیٰ (ڈاکٹر) محبوب عالم قریشی، لدھیانوی

القریش کی مشکلات

یوں تو گذشتہ چند سالوں سے ہندوستان کی اخباری دنیا کا بیشتر حصہ اپنی مالی مشکلات کا اظہار کر رہا ہے لیکن ہندوستان کے سادات و قریش کا یہ واحد ارگن جن مشکلات میں مبتلا ہے وہ باعتبار اپنی نوعیت کے سب سے نرالی ہیں،

نام کو تو یہ سادات قریش کا قومی، اصلاحی اور تاریخی ماہوار رسالہ ہے اور سادات قریش کی مجموعی تعداد بھی ہندوستان بھر میں سترہ لاکھ ستائیس ہزار چار سو چوالیس نفوس پر مشتمل ہے جنہیں والیان ریاست، نواب، روسا، امرا، خطاب یافتہ، جاگیردار، آنریری مجسٹریٹ اور سجادہ نشین بھی ہیں،

لیکن سادات کا بیشتر حصہ شیعہ المذہب ہے، جو "القریش" کو چھوتا تک نہیں اور اپنے آپکو تاریخی ناواقفیت کیوجہ سے "قریش" سے الگ سمجھتا ہے،

سادات کا بچا کھچا حصہ جو سنی المذہب ہے وہ عموماً پیری مریدی کے مشغلے میں مشغول ہے اور اصلاحی امور کا حامی نہیں، رہ سہہ کر پنجاب بشمول دہلی اور صوبہ شمالمغربی ہی میں قریشیوں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چھبیس ہزار ایک سو ستانوے ہے جس پر القریش کی امیدوں کا انحصار ہونا چاہیئے، ان میں افلاس کیوجہ سے قومی درماندگی اور تعلیمی پسماندگی دو ایسی رکاوٹیں ہیں جو ان کو ابھرنے نہیں دتیں،

مزید براں سرزمین ہند میں سادات قریش غیر منظم حالت اور منتشر صورت میں ہیں، نہ کوئی شیرازہ بندی ہے اور نہ کوئی قومی نصب العین، ایسی صورتوں میں نقارخانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے،

فلک بے رحم و دوماں دشمن و دلدار مستغنی
مرا بر آرزو ہائے دلِ خود خندہ می آید

جس قوم کی زندگی اور موت میں کوئی امتیاز بیّن موجود نہ ہو، جو قوم عزت اور ذلت کا فرق محسوس کرنے سے عاری ہو، جس قوم کا طبقہ امرا، مراہست بطرا، طوفاں چہ باک پر عمل پیرا ہو، وہ قوم اگر دنیا کی زندہ قوموں کی فہرست سے خارج نہ ہو، تو کیوں؟

دنیا دار الانقلاب ہے اور زنجیر کی مضبوطی ہر ایک کڑی کی مضبوطی پر منحصر ہے، جو قوم زمانہ کی حالت پر غور نہیں کرتی اس کا تنزل یقینی ہے،

القریش کے سود و بہبود کے متعلق اس سے قبل بیسیوں تجاویز پیش ہوئیں اور بانگ بصحرا بن کر رہ گئیں، حال میں "ایک آواز" کے عنوان سے جو تحریک پیش کیگئی ہے، اس کے از حد ضروری ہونے میں کیا کلام ہو سکتا

ہے، مگر چوں زر مطلبی سخن درین است،

اگر خدا نخواستہ اس تحریک کا حشر بھی وہی ہو، جو اس سے پہلی تحریکوں کا ہوچکا ہے، تو اندیشہ ہے کہ ہمارے مولانا محمد علی صاحب صدیقی مدیر القریش بھی ملک کے مشہور سیاسی لیڈر مولانا محمد علی صاحب مدیر ہمدرد کی طرح قوم کی قدر ناشناسیوں کیوجہ سے گوشۂ انزوا اختیار کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں،

پس پانچ سو میں سے پچیس خریداران کے بہم پہونچانے کی ذمہ داری میں اپنے پر لیتا ہوا قوم کو قوم کی حالت پر چھوڑتا ہوں،

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

گوجرانوالہ
۲۵ مئی ۱۹۲۷ء } قاضی نظیر حسین فاروقی، ریٹائرڈ مستوفی

(یہ مراسلت تحریک کا آغاز ہوتے ہی موصول ہوگئی تھی، لیکن اس کی اشاعت میں خواہ مخواہ تعویق ہوتی گئی، اور بعض ضروری مضامین نے اس کا نمبر خود لے لیا، یہ اشاعت چونکہ اتفاقاً مخصوص مضامین پر مشتمل ہوگئی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس اہم مراسلت کی اشاعت بھی کردیجائے، یہ مراسلت اگرچہ چار ماہ کی تاخیر سے شائع ہوتی ہے لیکن ہنوز تازہ اور برمحل ہے۔ احباب کچھ توجہ فرمائیں، آبادی کے لحاظ سے سوواں حصہ بھی القریش کی اشاعت نہیں ہوئی، اور اگر اتنی بھی ہوجائے تو غنیمت ہے،

ہفتہ وار کرنے کے لئے زبانی جمع خرچ کی بجائے عملی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے، اگر ہر ایک بھائی پانچ پانچ خریدار دینے کا تہیہ کرلے، تو شروع جنوری سے ہفتہ وار ہوسکتا ہے)

جدید شیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت

نمبر ۵

یہ بات اظہر من الشمس ہے، کہ اسلام دنیا میں اس غرض سے آیا تھا، کہ تفرقوں اور دشمنیوں کو مٹا کر سب کو محبت اور یگانگت کی سلک میں منسلک کر دے چنانچہ کل مومن اخوۃ کی پاکیزہ تعلیم اس کا دیباچہ ہے ؎

اسلام بذات خود ندارد عیبے
ہر عیب کہ ہست درمسلمانیٔ ما است

امتداد زمانہ پر اسلام میں سنی اور شیعہ دو ایسے متضاد فرقے بن گئے، جن کے درمیان اختلاف ہی نہیں بلکہ دشمنی اور مخالفت ٹھن گئی اور اس مخالفت کو جو تاریخی نقطۂ نگاہ سے درحقیقت امور ملکی میں اختلاف پیدا ہونے سے پیدا ہوئی تھی اور جس کو مذہب سے چنداں تعلق نہ تھا، مذہبی جامہ پہنا دیا گیا اور اسی پر نجات ابدی کا دار و مدار رکھ لیا گیا، بحالیکہ اس کی ضرورت اور اس کے سود و زیاں کا زمانہ گذر چکا اور اس اختلاف کے اسباب بھی جاتے رہے، مگر باایں ہمہ اب تک سنی اور شیعہ دو مختلف الہیئت کشتیوں پر سوار ہیں،

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اس باہمی دشمنی کا ایک نتیجہ مدینۃ الاسلام بغداد کی ہیبت ناک تباہی اور بربادی کی صورت میں رونما ہو چکا ہوا ہے،

اختلافِ عقائد ہی کے جھگڑے کی بنا پر شیعہ المذہب حکیم نصیر الدین طوسی نے ہلاکو جیسے خونخوار و خونریز کو مسلمانوں کے گھر میں بلایا، صدیوں کی اسلامی شان و شوکت کو فنا کر وا دیا، یادگار زمانہ تاریخی عمارات کو منہدم کرایا، نایاب علمی خزانہ کو دجلہ میں غرق کرا دیا، اور انتخاب روزگار علماء و فضلاء کو ظالم و سفاک چنگیزیوں کے ہاتھوں سے ذبح کروا ڈالا،

اس حادثہ فاجعہ پر علامہ شیراز کے یہ خونبار اشعار رہتی دنیا تک دنیائے اسلام میں پیام ماتم دیتے رہینگے،

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں	بر زوالِ ملکِ مستعصم امیر المومنیں
اے محمدؐ گر قیامت می برآری سر زخاک	سر برآور ایں قیامت درمیانِ خلق بیں
دیدہ بردار ایکہ دیدی شوکتِ بیت الحرام	قیصرانِ روم بر سر خاک و خاقاں بر زمیں

خونِ فرزندانِ عمِ مصطفیٰ شد ریختہ ہم بر آں خاکے کہ سلطاناں نہادندے جبیں

تشتت و افتراق کی یہ لہر اپنے وقت پر سرزمین ہند میں بھی اٹھی اور بہ تبدیل نوعیت اپنا کام کر گئی،

کون نہیں جانتا، کہ میراثی قوم کے افراد سنی المذہب بھی ہیں اور اہل تشیعہ بھی، پس مطاعن صحابہ جیسا میراسیوں اور جن لوگوں کا جزو مذہب ہو اگر وہ اولادِ صحابہ کے ساتھ صورتِ استہزا کے برپا رہنے کی غرض سے حالیہ ادعائے قریشیت کی تحریک کے علمبردار اور حامی ہوں، تو بادی النظر میں ہمیں بدوں اس کے ان سے اور کس بات کی توقع ہو سکتی ہے الیکن ذرا غور و تامل سے دیکھئے اور مبصرانہ نگاہ ڈالئے، کہ جب اصحاب ثلاثہ کا نسب جناب فخر کونین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب مطہر پر منتہی ہوتا ہے تو پھر کیا یہ درحقیقت حضور صلعم کے نسب پاک پر بالواسطہ گستاخانہ اور بے ادبانہ حملہ نہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار،

فخر و مباہات کے لئے نہیں بلکہ امتیاز و شناخت کے لئے اسلام شرافتِ نسب کو تسلیم کرتا ہے اور شرفِ قرابت کا معترف ہے، چنانچہ امام محمد غزالی در کیمیائے سعادت شرف را بصلاحیت مخصوص بہ نسبتِ قریش نگاشتہ،

در صحیح بخاری و مشکوٰۃ و صواعقِ محرقہ حدیثِ صحیح ملاحظہ شد، کہ کُلُّ نَسَبٍ وَحَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا نَسَبِيْ وَحَسَبِيْ وَصِهْرِيْ، خلاصہ آنکہ شرفِ نسب بشرط صلاحیت بدنیا افتخار، و درعقبیٰ بشفاعت و قرابتِ نبوی رستگار، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنیت بعمل حدیث مذکور ام کلثوم دختر حضرت علی مرتضیٰ از بطن فاطمہ زہرا در حبالۂ نکاح خود آوردہ،

پس جہاں تک حالات و واقعات کا تعلق ہے کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسی حدیث شریف کا اثر ہے کہ دورِ حاضرہ میں بعض ہندی الاصل اقوام "ہی قریشی" بننے کی خواہشمند ہیں، بحالیکہ ان کو یہ حدیث شریف بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے کے باپ کو جان بوجھ کر اپنا باپ بتائے، اس پر جنت حرام ہے، لعنۃ اللہ علیٰ دخل النسب،

تیرہ سو چالیس کے لمبے عرصہ تک تو میراثی قوم کے افراد کو نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن نسب سے مسلسل بے خبری، متواتر لاعلمی اور قطعاً ناواقفیت رہی مگر عدم تعاون کے سلسلے میں کسی مراثی کا جیل آشرم سے ہو کر آنا اور پھر ادعائے قریشیت کا راگ الاپنا، حل طلب معمہ سے کم نہیں،

سنہ ۱۹۰۳ء میں جبکہ میں نیابت بھاگ علاقہ بلوچستان میں ابتداءً "جانشین" (انتظامی اور

مالی امور میں بمنزلہ نائب تحصیلدار اور دیوانی مقدمات کے اختیار سماعت کے رو سے بمنزلہ منصف تھا، توفرائض منصبی کے علاوہ نیابت مذکور کا گزیٹیر مرتب کرنے کا زائد کام بھی میرے ذمے لگایا گیا۔ اسوقت قوموں کے تاریخی حالات کی تحقیقات کے دوران میں میراثیوں یعنے لوریوں کی تاریخی حقیقت کے متعلق پایا گیا۔ کہ وہ ہندی النسل ہیں۔ اور نہ صرف سندھ اور بلوچستان ہی میں بلکہ ایران اور مصر وغیرہ مشرقی ممالک میں بھی اوائل میں ہندوستان ہی سے گئی لفظ GYPSY جو انگلستان میں لوریوں کے لئے مروج ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ GYPSY یا لوری جو مصر (EGYPT) سے انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک یورپ میں پہونچے، دراصل وہ بھی ہندوستان ہی سے گئے تھے،

بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر جلد ۶ اے متعلقہ کچھی مطبوعہ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۹۸ میں "LORIS OR GYPSIES" باہم مترادف اور متحد المعنی خیال کئے گئے ہیں،

ویبسٹر ڈکشنری مطبوعہ ۱۸۸۴ء جلد ۱ صفحہ ۵۹۹ میں یوں مرقوم ہے،

webster's Complete Dictionary

Printed 1884 Volume 1, Page 599

Gypsy, one of a Vagabond race, whose tribes Coming originally from India, entered Europe in The 14th or 15th Century, and are now scattered over Turkey, Russia, Hungary, Spain, England etc. living by theft, fortune-telling, horse-jockeying, tinkering and The like.

ترجمہ، لوری ایک آوارہ گرد نسل ہے جس کے قبائل اوائل میں ہندوستان سے آئے، اور چودھویں یا پندرھویں صدی میں یورپ میں داخل ہوئے، اور اس وقت ٹرکی، روس، ہنگری، اسپانیہ، انگلستان وغیرہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں، چوری، رمل، گھوڑوں کا بیوپار اور پرانی معمولی اشیا کی مرمت وغیرہ سے گذارہ کرتے ہیں،

اس موقعہ پر یہ بات خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ ان ہی لوگوں میں سے ہیں، جن کو آج سے پونے سولہ سو سال پیشتر بعہد بہرام گور "لوری" نام دیا گیا، اور یہ انہی گوتوں میں سے ہیں، جن کو آج سے ایکہزار پانچ سو پچھتر سال قبل راجہ شنکل والئے قنوج نے طلبداشت

بہرام پر ہندوستان سے ایران میں بھیجا، دیکھو سائیکلوپیڈیا آف انڈیا، مطبوعہ ۱۸۷۳ء جلد سوم،

Cyclopedia of India, Volume III

Printed 1873

Gypsy.

Porter tells us that the words mean black-race, and is the name given to gypsis in Persia.

ترجمہ - لوریوں کے متعلق پورٹر ہمیں بتلاتا ہے کہ ان الفاظ سے سیاہ نسل مراد ہے، اور لوریوں کو یہ نام ایران میں دیا گیا تھا،

اس قوم کے افراد کے چند خصائل و خصائص کا تذکرہ بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر سیریز جلد ۶ بی، متعلقہ جھالاوان، مطبوعہ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۰۵ میں یوں کیا گیا ہے،

Baluchistan District Gazetteer Series

Volume VI B Jhalawan Printed 1907.

Page 105:-

LORIS.

These curious Gypsy folk are scattered throughout the country and a number of them may be found attached to every tribe or tribal group. Those in Jhalawan are known as the Sarmastaris from Sarmast whom they claim as their Pro-genitor .... These Loris are either handi-craftsmen such as carpenters. blacksmiths and goldsmiths, or musicians and reciters of ballads at marriage and funeral ceremonies in the families of leading tribesmen in whose guest-houses they also discharge the necessary menial services. They are under the Special

Protection of The clans and tribes to which They are attached. and are very jealous of Their Privileges and rights. Those loris who are not Settled, but wander about The Country, besides pursuing The occupations above mentioned, practise jugglery and Their women are said to be experts in palmistry and fortune-telling. The loris are known as rogues and vagabonds and Their pretty Thieving and cheating are proverbial. The total number of loris in The District in 1901 was 4177,

ترجمہ: "یہ عجیب سیاہ فام (لوری) فرقہ تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے، اور ان کی کچھ تعداد ہر قوم یا ہر قبیلہ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے، ان میں سے جو جھالاواں میں رہتے ہیں وہ سرستارری کہلاتے ہیں، اپنے آپ کو سرمست کی اولاد سے بتلاتے ہیں، جو ان کا مورث اعلیٰ تھا، .. .. ..

یہ لوری (میراثی) یا تو دستکار ہیں، جیسے ترکھان، لوہار اور سنار یا مغنی (گوتے) اور سرکردگانِ قبائل کے گھرانوں میں شادی اور ماتم کے موقعہ پر شعر کہنے والے، جن کے مہمان خانوں میں وہ مطلوبہ ادنیٰ خدمات بھی انجام دیتے ہیں، وہ جن قبیلوں اور گروہوں سے وابستہ ہوتے ہیں، انکی خاص پناہ میں رہتے ہیں اور اپنے حقوق و مراعات کیمتعلق متمسک ہوتے ہیں، وہ لوری جو ایک جگہ بود و باش نہیں رکھتے بلکہ ملک میں آوارہ گرد پھرتے ہیں، متذکرہ بالا پیشوں کے علاوہ بھان متی اور مداری کے کھیل کرتے ہیں اور مشہور ہے کہ ان کی مستورات ہاتھ دیکھنے اور قسمت بتانے میں ماہر ہیں، لوری (ڈوم) آوارہ گرد اور بدمعاش مشہور ہیں، اور ان کی چھوٹی چھوٹی چوریاں اور دغابازیاں ضرب المثل ہیں، انکی مجموعی تعداد سنہ ۱۹۰۱ء میں ضلع میں چار ہزار ایک سو ستتر تھی۔"

جھالاواں کے لوری مذہباً مسلمان ہیں اور ہز ہائی نس خان قلات کی رعایا، مگر یہ ہے اس قوم کے افراد کی قومی سیرت کا ایک مختصر خاکہ،

بلوچستان میں گانے کے علاوہ اگر لوہار، سنار اور ترکھان کا پیشہ ان لوگوں نے اختیار کیا، تو پنجاب میں بھی میراثی قوم کے افراد چابک سواری، عطاری، بینڈ ماسٹری اور ملازمت اور درزی گری کے پیشوں کیطرف مائل ہو چکے ہیں، لیکن اس سے کسی تاریخی حقیقت میں فرق نہیں آسکتا، ہندو ازم میں برہمن، کشتری اور ویش کی سیوا کرنا ہی شودروں کے لئے دہارمک اخلاق کے برابر ہے، زندگی کے گذارہ کے لئے وے لوہار، بڑھئی اور دستکاری کا کام کرتے ہوئے باورچی کا کام بھی کر سکتے ہیں۔ دیکھو "چھوت اور اچھوت" مطبوعہ سنہ ۱۹۲۷ء صفحہ ۵۰، بحوالہ گزٹیر پران باب ۹۴

چونکہ تاریخ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے توسل و توسط سے اقوام و ملل کی زندگی اور انکے تعلقات کی کڑیاں ازمنہ ماضیہ سے ملائی جاسکتی ہیں اور اس کے ذریعہ ہی قوموں کی تاریخی حقیقت بے نقاب ہو کر اپنے اصلی رنگ روپ میں عالم شہود میں آسکتی ہے، لہذا تاریخ کا یہ ایک ناقابل تردید فیصلہ ہے کہ سندھ، بلوچستان، ایران، ٹرکی، مصر، فرانس، روس، ہنگری، ہسپانیہ اور انگلستان وغیرہ میں Gypsy یا لوری اور پنجاب میں "میراثی"، "امیر عاصی"، "ڈوم"، "ڈاڈی"، "اکہریالیہ"، "ڈارے"، "بھٹ"، "سرنائی"، "ربابی"، "نقارچی"، "مطرب"، "کلاونت"، "خلیفہ"، "میر"، "میرا"، "ڈومنا" اور کماچی ایک ہی آبشار کے متعدد فوارے ہیں جن کا سرچشمہ ہندوستان ہی کی بہارت بھومی ہے،

پس ایندریں حالات میراسیت کو قریشیت سے اتنا ہی بعد ہے، جتنا کہ عفونت کو خوشبو سے اور تاریکی کو روشنی سے،

مزید براں یہ ایک کھلی صداقت ہے کہ مسیلمہ کذاب کیطرح جیسیوں مدعیان نبوت پیدا ہوئے، اور ناکام و نامراد رہے،

خلافت عباسیہ کے ایام حکومت میں تو رسالت کے علاوہ الوہیت کے دعویدار بھی پیدا ہوئے جو حقانیت کی بے پناہ تلوار کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور خاتمہ کو پہونچے،

لیکن پنجاب ایک ایسا عجیب و غریب خطہ ہے جس میں کل کی بات ہے کہ ایک چنگیزی النسل نے منصب نبوت پر حملہ کیا جس کے بعد فقط نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی باقی تھا جو خطرہ سے محفوظ تھا، اب اس پر بھی بیباکی کے ساتھ شودر کلاس گروہ کے بعض ہندی الاصل مسلم افراد نے دھاوا بولدیا، بحالیکہ اسلام ہر معاندکو ہمیشہ ان الفاظ میں متنبہ کرتا چلا آیا ہے،

الا اے بے ادب گستاخ و بے راہ — بترس از سطوت شان محمدؐ

گوجرانوالہ، یکم ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء، قاضی نظر حسین فاروقی مستوفی (ریٹائرڈ)

شہزادہ آزاد

ذیل کی نظم "انڈین پنچ" بمبئی کی ایک نظم سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے، جو برادرانِ قریش کی دلچسپی کے لئے بغرضِ اشاعت ارسال کی جاتی ہے، والسلام، محبوب لدھیانوی،

اک سمبڑیال میں مراسی تھا — تھا بخش نام وہ رکھتا
ڈاکخانے میں تھا وہ ہرکارہ — چٹھیاں بانٹتا پڑا پھرتا
ایک بیٹا دیا خدا نے اسے — نام برکت علی رکھا اس کا
جب ذرا کچھ اسے سمجھ آئی — باپ کے دل میں یہ خیال آیا
اس کو پیشہ سکھا نہ کچھ اور — طبلہ سارنگی میں ماہر کیا
اب کوئی پوچھتا نہیں ہم کو — جب سے ہر جا ہیں گرامو فون چلا
دل میں یہ سوچ کر مراسی نے — اپنے لڑکے کو مدرسے بھیجا
ابتو پڑھنے لگا یہ انگریزی — ذہن از بسکہ تیز رکھتا تھا
جب مڈل پاس کر لیا اس نے — نوکری کی تلاش میں نکلا
پر یہ قسمت کی بدنصیبی تھی، — کہ نہ بر آیا مدعا دل کا

اب یہ سمجھے کہ ہم مراسی ہیں
اس لئے نوکری کا ہے گھاٹا

اتنے میں ہند میں چلی تحریک — حریت حریت کا شور اٹھا
تھے یہ حضرت بھی ان دنوں بیکار — کام تھا انکو نہ کوئی ملتا
لگا یہ آزادی کی ہٹ رٹنے — اسی علت میں جیل میں پہنچا
خیر سے چند ماہ قید کٹی — ہو گئی انکو پھر رہائی عطا
باہر آتے ہی اس نے سرعت سے — نام کو اپنے بس بدل ڈالا
کل تو برکت علی تھے یہ حضرت — اب بنے یہ جناب شہزادہ
شاعری کا تھا کچھ خبط اس کو — بن کے آزاد یہ پکار اٹھا

میں مراسی نہیں قریشی ہوں
آئے کہ سے میرے آباؤ

سب مراسی بلا لئے فی الفور — لی جمیعۃ قریش اس نے بنا
معتمد آپ ہو گئے اس کے — ذات کو اپنی خود بدل ڈالا
پڑھ کے اخبار میں یہ سب خبریں — مجھکو فی الفور شعر یاد آیا،

یہ کتر بیونت کرنا پڑتی ہے
جب کمینے بدلتے ہیں چولا

ایسے چولے بدلنے والوں کو — ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا
انگریزی ہے بسکہ انگریزی — ابتو اک یورپی بنا کالا،
نہ ملیگی شرافتِ ذاتی — بولے بلبل کی بولیاں کوا
نہیں باور تمہیں تو رکھ دیکھو — نیچے بلبل کے زاغ کا انڈا
جبکہ بچہ نکل کے ہو تیار — دیکھو بلبل ہے یا کہ ہے کوا
راج ہنسی بنے بھلا کیونکر — چوہڑے کا چمار کا لڑکا
شہد سے بھی اگر کوئی سینچے — بن سکیگا نہ بانس کا پونڈا

اس پہ یہ مثل صادق آتی ہے
مینڈکی کو بھی لو زکام ہوا

عرض ہے میری انکی خدمت میں — گر نہ مانیں برا تو ہوں کہتا
تم قریشی ہو اور نہ عربی ہو — نسبت ان سے تمہیں نہیں واللہ
نہ حوالہ ہے کوئی تاریخی — جس سے تم بن سکو عرب زادہ
تم مراسی ہو اور ہندی ہو — واسطہ تم کو قریشیت سے کیا
سب مراسی نسل سے یہ سمجھیں — کہ میں ہوں سب کو ہی برا کہتا
نظم ہے انکے واسطے لکھی — جو کمینے بدلتے ہیں چولا

مجھ کو محبوب لوگ کہتے ہیں
پر تخلص قریشی ہوں کرتا

نقد و نظر

سیرۃ المحمود

اس نام سے ایک دلچسپ تاریخی کتاب ہمیں بغرض ریویو موصول ہوئی ہے جو ۱۱۸ صفحات پر مشتمل ہے جس میں خواجہ جہاں عماد الدین محمود گاواں وزیر سلاطین بہمنیہ کی مکمل سوانح عمری کے علاوہ دکن کی خود مختار سلطنتوں کی تاریخ، دکن کی بیرونی و اندرونی حالت، عہد ہمایوں شاہ بہمنی، نظام شاہ کی تخت نشینی اور ملکہ مخدومہ جہاں کی رحمدلی، رائے اڑیسہ کی چڑھائی، مہم کوکن و فتح گوا وغیرہ اہم تاریخی امور کا بھی نہایت خوبی کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ "سیرۃ المحمود" اپنی گوناگوں دلچسپیوں کی وجہ سے دوسری دفعہ شائع ہوئی ہے، اور اب کے اس میں بیش قدر اضافے کر دیئے گئے ہیں، مولف اور بعض مشہور مقامات کے فوٹو بھی دیئے گئے ہیں، کتابت و طباعت دیدہ زیب، کاغذ عمدہ، تقطیع کتابی، علم دوست احباب ضرور مطالعہ کریں، قیمت فی جلد عہ، پتہ ذیل سے طلب کیجئے،

دی حیدرآباد بک ڈپو چادرگھاٹ حیدرآباد (دکن)

یاد رکھنے کی باتیں

(۱) "القریش" ہر انگریزی مہینہ کی ۲۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے، لہٰذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو تو وہ دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کرلیں، اس کے بعد پرچہ نہ ملنے کی شکایت بے معنی ہوگی،

(۲) اگر کسی وجہ سے پتہ تبدیل ہوجائے تو ضروری ہے کہ جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کرکے اپنے ایڈرس کی صحت کرالیں، ورنہ عدم رسی کا دفتر ذمہ وار نہ ہوگا،

(۳) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائیگا

(۴) بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائینگے،

(۵) ناقابلِ اشاعت مضمون واپس نہ کئے جائیں گے،

(۶) ہر قسم کی خط وکتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا ضروری ہے،

(۷) نمونہ ملاحظہ کرنے والے حضرات اگر ہمیں خریداری و عدم خریداری سے مطلع نہ کرینگے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت میں بصیغہ وی پی بھیجا جائیگا جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی و قومی فرض ہوگا،

(۸) قیمت سالانہ تین روپے بذریعہ منی آرڈر اور تین روپے دو آنہ بذریعہ وی پی مقرر ہے، طلبا بشرط تصدیق ۲ر کی رعائت لے سکتے ہیں، ایسی صورت میں نقد چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنا ہوگا،

(۹) مضامین صاف، خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوئے آنے چاہئیں،

نیازمند - مینجر،

مطبوعہ روز بازار الیکٹرک پریس ال بازار امرتسر، پرنٹر اینڈ پبلشر، ایڈیٹر محمد علی مدن صدیقی، مقام اشاعت دفتر القریش امرتسر

یا معین　　　　ہُو الکل

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

خدا اس قوم کی حالت نہیں ہرگز بدلتا ہے
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

سادات قریش کا قومی اصلاحی ادبی تحقیقی ماہوار

رسالہ

القریش

اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ

جو

بفرمان عالی نشان سلطان العلوم اعلحضرت تاجدار دکن،

ادام اللہ اقبالہ واجلالہ

مدارس محروسہ سرکار عالی کے لئے خرید کیا جاتا ہے

ایڈیٹر

محمد علی رؤف صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے، فی پرچہ ۴ر، تاریخ اشاعت ہر ماہ کی ۱۶، مقام اشاعت امرتسر

فہرست مضامین

جلد ۲ القریش امرتسر بابتہ ماہ نومبر ۱۹۲۸ء نمبر ۱۱

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	خیر مقدم شاہ [illegible] پناہ	گزارندہ اہلیہ حضرت گرامی مرحوم	۴
۲	شذرات	ایڈیٹر	۵
۳	دنیا کا سب سے بڑا محسن	جناب مولانا الف الدین صاحب ڈسکوی	۱۰
۴	قصیدہ	جناب فیروز ڈرالوی	۱۵
۵	آہ سوداں	جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۱۶
۶	سر محبت	جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی	۲[illegible]
۷	لعبت ایز و عبر	(۱) ماخوذ (۲) جناب سید ظہور احمد صاحب	۲۳ و ۲۴
۸	اذکار عالیہ	جناب مولانا حفیظ جالندھری	۲۶
۹	جدید تحقیقات قریشیوں کی تاریخی حقیقت	جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۲۷
۱۰	نقد و نظر	ایڈیٹر	۳۴
۱۱	بزم قریش	سکرٹری انجمن قریشیاں پنجاب و دیگر احباب	۳۷
۱۲	واقعات و حوادث	ایڈیٹر	۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خیر مقدم شاہِ جہاں پناہ

ہزار شکر کہ دہلی ز سر زمینِ دکن
ستارہ مرتبہ شاہ جہاں پناہ رسید

ز ذرہ ذرہ تراود کہ آفتاب آمد
ز گوشہ گوشہ بگوشم رسد کہ شاہ رسید

بآرزوئے قدمبوس پیر و مرشدِ خویش
حریفِ میکدہ و شیخ خانقاہ رسید

بدستِ عقل عنانِ ادب نگہ داریم
دہیم بوسہ رکابش کہ مردِ راہ رسید

ز علم و فضل شہنشاہ نکتہ سنج مپرس
کہ نکتہ نکتہ باگاہیش گواہ رسید

ز دلفریبیِ مضمونِ نظم و نثر نظام
بگوش چرخ فلک شور واہ واہ رسید

ولے نماند گرفتار آہ در عہدش
مگر بزلفِ بتاں پیچ و تاب آہ رسید

قدح کشیم و ز شاخ دمیدہ گل چینیم
کہ سرنگوں شدہ حاسد بقعرِ چاہ رسید

بجانِ مدعی افسوس خود زخوئے بدش
ہماں رسید کہ از برق با گیاہ رسید

ز بخت و دولتِ ما بندگاں چہ می پرسی
کلاہ گوشۂ ما تا باوج ماہ رسید

بقالبِ تنِ بیجانِ ما روانِ دگر
ز آمد آمدِ عثمانِ کج کلاہ رسید

خدایگانا! بہم چاکرا بستم سوزا
منم اسیر نگاہے کہ گاہ گاہ رسید

تصرفِ نظرت خاک را کند اکسیر
نظر بحالِ گرامی کہ داد خواہ رسید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

جلد ۳ نمبر ۱۱، نومبر ۱۹۲۸ء

شذرات

حضور نظام اور مسلمان

اعلیٰحضرت حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کی ذات ستودہ صفات کے اوصاف حسنہ کے لئے ستائش و نیائش کے جو الفاظ بھی استعمال کئے جائیں، بجا، واجب اور موزون ہیں، اخبارات و رسائل، جرائد و صحائف آپ کی مدح و تعریف میں پرزور مضامین لکھنے میں حق بجانب ہیں، ہمیں روزانہ بیسیوں ایسے مضامین کے مطالعہ کا اتفاق ہوتا ہے، لیکن افسوس اور کمال افسوس کا مقام ہے کہ ان مقتدر صحیفہ نگاروں نے آپکے جائز مطالبات آپ کے واجب حقوق کے استرداد سے متعلق کبھی متفقہ مساعی سے کام لیکر اپنی سچی اور حقیقی عقیدتمندی کا اظہار نہیں کیا اور نہ کبھی مسلمانان ہند کو ترغیب دی کہ وہ اپنے محبوب محسن اور نیاض تاجدار کے اس معاملہ میں حکومت انگریزی سے پرزور استدعا کریں، اعلیٰحضرت کا مطالبہ مسلمانوں کا اپنا مطالبہ، سلطان العلوم کا حق مسلمانوں کا اپنا حق ہے، اس معاملہ میں تعاونی، عدم تعاونی کانگرسی، غیر کانگرسی، انتہا پسند و اعتدال پسند، سرکاری و غیر سرکاری خطاب یافتگان اور عامۃ المسلمین اگر سب یکساں ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ متفق اللسان ہو کر برطانیہ کے عدل و انصاف سے حقوق و مطالبات کے لئے استدعا کریں، نظام نمبر میں ہم وضاحت و صراحت کے

ساتھ بتا چکے ہیں، کہ اسلامی جرائد اور مسلمانانِ ہند کا اس مسئلہ میں کیا فرض ہے، ہمیں اس بات کا اعتراف ہے
کہ ہمارے بعض معزز معاصرین نے معاملہ کی اہمیت پر غور کرتے ہوئے اس موضوع پر اپنے قلم کو جنبش دی اور پر زور
مضامین لکھے لیکن نہ وہ تواتر جاری رکھہ سکے اور نہ ان کے تتبع میں عام اسلامی اخبارات نے ادہر توجہ کی،
حالانکہ ضرورت کا اقتضا یہ تہا کہ کوئی صحیح لائحۂ عمل تجویز کرکے مسلمانانِ ہند کو اس پر کاربند ہونیکے لئے تیار کیا
جاتا، ہنگامی مضامین اور عارضی جوش کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوا کرتا، لہٰذا ضرورت ہے کہ اس موضوع پر زوردار مضامین
لکھے جائیں، عوام کو [illegible] کیا جائے۔ نظام کانفرنس کے وجود میں ایک بار پہر روح پہونکی جائے، اور اپنے مطالبات
کے لئے لامتناہی مساعی سے کام لیا جائے، یہی سچی عقیدت [illegible] اور یہی حقیقی [illegible] ہے کیا صحافتِ اسلامیہ
کا فرض نہیں ہے کہ وہ اس ضروری اور اہم فرض کی انجام دہی کے لئے کوئی صحیح راہ عمل اختیار کرے؟

اعلیٰحضرت کے سفر دہلی کی غرض و غائت

دہلی خوش نصیب ہے، کہ اس کی سرزمین کو مسلمانوں کے محبوب فرمانروا مظفر الملک [illegible] اللہ ملکہ [illegible] تاجدار دکن کے قدوم میمنت لزوم سے متفخر ہونے
کا کبھی کبھی موقع مل جاتا ہے، اعلیٰحضرت پیشتر ازیں دو بار دہلی کی تقریب پر ۱۹۱۱ء میں اجلال فرما ہوئے اور پہر آپ
رونق افروز ہوئے ہیں، اہل دہلی کی خوش نصیبی میں کلام نہیں، کہ وہ اپنے دلوں کے بادشاہ کا دلی تپاک کے
ساتھہ خیر مقدم کرکے قلبی جذبات کا اظہار کرسکیں گے، اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو بلا کسی قسم کی تکلیف کے ایک
نیکدل، عادل، مخیر اور روشنضمیر مسلمان تاجدار کی دید سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا موقع ملے گا۔

آپ کے ورود دہلی کے متعلق اخبارات میں مختلف النوع خبریں شائع ہوئیں، بعض کا خیال تہا
کہ اعلیٰحضرت گورمنٹ ہند کے کسی اعتراض کا جواب دینے کے لئے تشریف لا رہے ہیں، لیکن یہ غلط ہے اور اسکی
تردید صیغۂ سیاسیات سرکار عالی کیطرف سے ایک خاص اعلان کے ذریعہ کردیگئی ہے جسمیں واضح کیا
گیا ہے، کہ "حضور ممدوح الشان اپنی خواہش پر اور بلا کسی طلبی کے دہلی تشریف لائیں گے، اور وہاں آپ کی
رونق افروزی کی غرض زیادہ تر یہہ ہے کہ اس عمارت کا خود بدولت معائنہ فرمائیں، جو آپکی حکومت کیطرف
سے دہلی میں تعمیر ہوئی ہے، ضمناً آپ ہز اکسلنسی نواب وائسرائے سے بہی ملاقات فرمائیں گے، لیکن یہ ملاقات
خانگی اور رسمی ہوگی۔"

ایک اعتراض کا جواب

انقرٰیتن عن مقاصد عظمیٰ کو لیکر اٹہا، ان میں سب سے اہم اور ضروری مقصد وحید یہ تہا کہ قوم کے حقوق
کی نگہداشت ہو اور اس کا منتشر و پراگندہ شیرازہ مجتمع ہو، اور اسی ایک مقصد میں ہر اس قوم کی فلاح و بہبود اور
دینی و دنیوی ترقی کے لوازمات مستور ہوا کرتے ہیں، جو ظلمت کدۂ گمنامی سے ابہرنے کے لئے جد و جہد کرنا چاہتی

ہو، خدائے تبارک و تعالیٰ عز اسمہ و سبحانہ کا شکر ہے کہ القریش اپنے مقاصد مجوزہ کی تکمیل میں ہمیشہ عہدہ برا رہا، اور نکتہ رس، معاملہ فہم اور قیقہ رس اور حقیقت شناس بزرگانِ قوم نے ہمیشہ اس کی خدمات کی قدر کی اور اس کی تکمیل مقاصد معینہ میں مدد دی،

القریش کو کتم عدم سے وجود میں آئے ہوئے چودھواں سال ہے، اس اثنا میں مختلف النوع اقوام ہند نے مختلف طریقوں سے "قریش" پر حملے کئے، انسب، ناموس کو خطرے میں ڈالا، اور القریش نے ہمیشہ ان تمام یورشوں کی بطریق احسن مدافعت کی اور کامیاب رہا، شیرازہ بندی کے لئے پنجاب کے مختلف حصص اور نواح ہند میں قومی مرکزوں کی طرح ڈالی برادری کو محبت و مودت کی سلک میں منسلک کرنے اور اتحاد و یگانگت کی سطح پر لانے کے لئے پیہم مساعی سے کام لیا اور لے رہا ہے، اگرچہ یہ بات بزبانِ خود میاں مٹھو بننے کی مصداق ہے لیکن ہمیں فخر ہے کہ بہی خواہان و دردمندانِ قوم کی یادگیری سے اس کی نتیجہ خیز مساعی رنگ لا رہی ہیں، قوم میں اب وہ پہلا سا جمود و خمود نہیں، اب وہ بیدار ہے اور ہو رہی ہے، اب نہ وہ گراں خوابی ہے اور نہ وہ نوم راحت، حالات از بس تسلی بخش ہیں اور خوش آئند مستقبل کی نوید دے رہے ہیں، یہ تمام حسنات و برکات مسلمانوں کے تاجدار اور قریش کے درخشندہ گوہر سلطان العلوم اعلیٰحضرت سر میر عثمان علی خاں بہادر فرمانفرمائے دکن حرسہا اللہ عن الشر والفتن کے ان تلطفات و تفقدات شاہانہ کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں، جو اجرائے "القریش" کے وقت سے آج تک جاری و ساری ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اضعافاً مضاعف رہیں گے، دعا ہے کہ خدائے برتر و اکبر اعلیٰحضرت کو اپنے حفظ میں رکھے اور آپ کے بد اندیشوں کو ذلیل و خوار اور مقہور کرے،

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ان: القریش نے گذشتہ ۱۴ سال میں اپنے مقاصد کی تکمیل میں اصلاحی، تاریخی، تبلیغی، اخلاقی اور اقتصادی مضامین شائع کئے، قوم کو خواب نوشیں سے بیدار کر کے نسب و ناموس اور حقوق کی حفاظت کی جانب متوجہ کیا، آج کل مراسیوں کے فتنہ "قریشیت" کی بدلائل قاطع و براہین ساطع تردید کر رہا ہے، تعجب اور سخت تعجب، حیرت اور بکمال حیرت ہے کہ اس پر بھی ہمارے ایک مخلص دوست، القریش کے قدیم کرمفرما، اور قوم کے ایک سچے بہی خواہ کو اپنے احباب کے اس اعتراض پر کہ "القریش میں چند ایک معمولی قومی باتوں، پچھلے پرانے قصے، اسلامی تاریخی واقعات و حالات بزرگانِ سلف کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، اخباری حالات تو ہوتے ہی نہیں"، کوئی جواب نہ ملا، ہمارے عزیز دوست ۱۴ سال اور القریش کے پہلے پرچہ کی اشاعت سے معاون ہیں، کوئی نیا اور ایسا شخص جو سال چھ ماہ کا ناظر ہوتا وہ اگر ان اعتراض پر ساکت رہتا تو تعجب نہ ہوتا، ہمارے

بھائی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک ماہوار قومی رسالہ میں جس کا حجم اپنی محدود اشاعت کی وجہ سے ۴۸ صفحہ سے زیادہ نہ ہو، ان باتوں کے سوا جن کا تذکرہ سطور فوق میں آچکا یا جن کا ذکر انہوں نے اپنے گرامی نامہ میں کیا، ہو بھی کیا سکتا ہے اور ایک مخصوص مقاصد کے رسالہ میں خارج از موضوع عنوانات کس طرح قائم کئے جاسکتے ہیں، رسالہ کی ہر اشاعت کا غالب حصہ "فتنۂ مراسیت" سے متعلقہ مضامین کی نظر ہو جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ بحالاتِ موجودہ اسے بہت ضروری خیال کیا جارہا ہے۔ جو لوگ عام بازاری مضامین اور اخباری مواد چاہتے ہیں، ان کے لئے قومی مفاد کی باتیں نظر انداز نہیں کیجاسکتیں، لہٰذا آپ ایسے لوگوں سے خریداری و اعانت کی سفارش ہی نہ کیا کریں، مقصود بالذات قوم کی اصلاح اور نسب و ناموس اور حقوق کا تحفظ ہے اور ایسی مذاق کے معاون ہی مفید ہوسکتے ہیں،

باقی رہا یہ کہ کئی سال سے القریش کو ہفتہ وار کرنے کے لئے پانچسو خریداروں کا مطالبہ چلا آتا ہے، نہ مطالبہ پورا ہوا اور نہ القریش ہفتہ وار ہوسکا، اور یہ کہ چار چار روپے سالانہ میں ہفتہ وار اخبار جاری ہیں لہٰذا بتوکل علی اللہ نومبر سے اسے ہفتہ وار کر دیا جائے" اس کے متعلق عرض یہ ہے، کہ القریش کا مطالبہ پورا ہونا تو آپ لوگوں کی ہمت پر موقوف تھا، اگر کوشش کی جاتی تو کچھ مشکل نہ تھا، اس بات سے آپ کو اتفاق ہوگا، کہ جو قوم کئی سال میں اپنے قومی آرگن کا ایک حقیر ترین مطالبہ پورا کرنے میں قاصر رہی ہے، اس کے بھروسہ پر ساٹھ ستر روپے ماہوار کی بجائے دو سو روپے ماہوار کے صرفہ کا حوصلہ کر لینا سراسر غلطی اور دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالنے کے مترادف ہے اور توکل کیلئے تو صاف ارشاد ہے، کہ

برتوکل زانوے اشتر بہ بند

یعنے بلا تدبیر توکل بے سود ہے،

چار روپے سالانہ ہی میں ہمنے ہفتہ وار کرنے کا اعلان کیا ہے اور اگر ایکہزار نئے خریدار مل جائیں تو انشاء اللہ تعالےٰ چار روپے ہی میں ہم ہفتہ میں دو بار کرنے کا وعدہ کرتے ہیں اور اس صورت میں جس قسم کے اخباری حالات درکار ہونگے ہم شائع کریں گے، ۵۰۰ خریدار ہو چکے دو سو پورا ہو جانے پر ہم اسی موجودہ قیمت ہی میں سہ روزہ کر دیں گے، سب کچھ اشاعت پر موقوف ہے، ہر بہی خواہِ قوم کا فرض ہے کہ وہ اس کے لئے امکان بھر کوشش کرے، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ،

"مراسی" ہندوستان کی کس قوم سے متعلق ہیں؟

"جد الیشوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت" کا ہر نمبر مراسیوں کی اصلیت پر ایک کھلی ہوئی روشنی ڈالتے ہوئے اس بات کا بدیہی ثبوت پیش کر رہا ہے، کہ "مراسی ہندی النسل" ہیں، اس سلسلہ کے چھٹے نمبر میں جن قوم

کی گوناگوں نگوتیں" پیش کرنے کے علاوہ مختلف اضلاع پنجاب کے جغرافیہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء کی رو سے انکی قومیت بے نقاب کی گئی ہے۔ اور اب ساتویں نمبر میں جو آپ اسی اشاعت میں ملاحظہ کریں گے جناب آزاد کے اس سوال کا کہ "مراسی اگر قریشی نہیں تو ہندوستان کی کس قوم سے ان کا تعلق ہے" مسکت جواب دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ شوقِ قریشیت کے دیوانے اس جواب کو دل کی آنکھوں سے اگر انہیں سدوفیض سے عطا ہوئی ہیں پڑھیں گے اور صبر وسکون سے اس پر غور کر کے اپنے دعویٰ بے دلیل سے ہاتھ اٹھا کر لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ کا مصداق نہ بنیں گے۔ لیکن

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ۔

معاصر مشرق اور نہرو رپورٹ

نہرو رپورٹ اور اس کے موافقین کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر مذکور لکھتا ہے، کہ

"آنکھوں سے دیکھ کر کبھی نہیں کہا نی جا سکتی، ہم صریحاً دیکھ رہے ہیں، کہ ہمارے مذہب کے خلاف ایک عام پراپگینڈا پھیلا رکھا ہے، اور ہر جگہ ہمارے مذہب کے خلاف جارحانہ کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ اور پھر ہم کو بے وقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کیا جاتا ہے۔ اگر اکبر اعظم کے عہد میں بقول مولانا ابوالکلام گمراہ اور بد دیانت اور خبیث طبیعت مولوی موجود تھے تو آج بھی ایسے مولوی اور ایسے حاجی اور ایسے فتنہ پرداز مولوی موجود ہیں، جو قوم کو قعرِ جہنم میں گرانے کی کوشش کر رہے ہیں، اگر خدا سے ہم مایوس نہیں ہیں، وہ کوئی نہ کوئی صورت بہتری کی پیدا کر دیگا۔"

کتنی بد اعتمادی اور کس قدر مخالفت ہے، افسوس مسلمانوں سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ کسی ایک مرکز پر چین و اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر ان تمام قضیوں کے بہترین حل پر غور کر لیتے، گالی گلوچ اور قلم کاری میں وقت ہاتھ سے نکل چکا، اب جو ہونا ہے ہو کے رہے گا، اور دوسری بے جتنی جی چاہے کر لیجیے،

فاعتبروا یا اولی الابصار

دعوتِ اسلام محترم بھائی ڈاکٹر محمد امین صاحب قریشی سکرٹری انجمن تبلیغ الاسلام سکھر کی ادارت میں یہ ماہوار رسالہ اعلائے کلمۃ الحق کیلئے جاری ہوا ہے ادبی، اخلاقی اور تفریحی مضامین کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، رسالہ اردو ٹائپ میں سندھی اور اردو زبانوں میں شائع ہوا ہے، ٹائٹل رنگین خوشنما، کاغذ عمدہ قیمت ۲ سالانہ، حسبِ ذوق پتہ سے نمونہ طلب کیجیے۔ (ایڈیٹر)

دنیا کا سب سے بڑا محسن

ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا محسن محمد عبدہٗ ہیں اور ان کا سب سے بڑا احسان "توحید" ہے، شاید بعض حلقوں میں ہمارا یہ دعوےٰ مبالغہ آمیز سمجھا جائے، لیکن ہم پیروانِ ادیانِ متداولہ اور ہر قوم کے تعلیمیافتہ اصحاب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ خالی الذہن ہو کر اور تعصبات کو چھوڑ کر آئیں، مجادلہ اور مکابرہ بحث و مباحثہ مقصود نہ ہو، انصاف پسندی کے ساتھ تعلیمات کے مقابلہ اور موازنہ میں منشا صرف تحقیق حق ہو تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا یہ دعویٰ عین اظہار حقیقت ہے،

"توحید" دین الفطرۃ ہے اور یہی وہ دین قیم ہے جو انبیا کرام اور ادیانِ عظام نے اپنے اپنے وقت میں ہر ملک اور قوم کے سامنے پیش کیا اور یہی وہ جوہر مجردہ ہے جو ہر حال میں جوں کا توں رہیگا، انبیا جو بخلاف فلاسفہ کے سراپا ایمان و عمل ہوتے ہیں "توحید" پر عمل پیرائی کی دعوت دیتے رہے، لیکن ہمیں معلوم ہے کہ مختصر الوقت، مختص المقام قومی روایات اور ملکی رسومات و رواجات کے سیلاب میں توحید اپنی اصل پیرائی میں مرکز ثقل سے ہٹ گئی، نبی ماحول سے بہت آگے ہوتا ہے، اگر قدرے قلیل ماحول کی اصلاح ہوئی تو نبی کے بعد پھر وہی مشرکانہ رسوم و عادات عود کر آتی ہیں، چنانچہ یہ ایک ناقابل انکار واقعہ ہے کہ "شرک" کا سد باب نہ ہوا مخلوق پرستی کئی ایک شکلوں میں بڑی شد و مد کے ساتھ جاری رہی کبھی اشیا پرستی کبھی عناصر پرستی کہیں ستارہ پرستی کہیں دیوتا اور بت پرستی اور کہیں مخلوط صورتوں میں نوع انسان کے خیالات اور اعمال پر مسلط رہی تا آنکہ شرک سے حفاظت اور توحید کے استحکام اور خدا پرستی کا سہرا محمد عبدہٗ کی فرق مبارک پر باندھا گیا،

(۲)

بعثت سنہ ۶۱۰ء

اب وہ مسعود اور مبارک وقت آگیا کہ تاریخ دنیا یکسر تبدیل کر دیجائے اور اس خوشگوار انقلاب میں "شرک" جو ظلم عظیم اور منبع رذائل ہے مع اپنے مسلمہ نتائج اور مفاسد کے مملکتِ انسانیت سے نکال دیا جائے، پیدائشی، حسبی و نسبی، مذہبی، ملکی، وطنی غرضیکہ ہر قسم کی تعصباتی اور وہمی ناہمواریاں انسانیت کی راہ سے ہٹا دیجائیں "توحید" جو عدل کامل اور سرچشمۂ فضائل ہے اپنے جلو میں محامد اور محاسن اپنے ساتھ لائی، وحدت خدا اور توحید کے ماتحت وحدت انسان اپنا نورانی چہرہ دکھلائے

جو عارضی عوارض کے پس پردہ چھپا ہوا تھا، اور یہی وہ دو گرامی بہا نعمتیں تھیں یعنی توحید اور توحید کے تحت وحدت انسان جو ہر قسم کی روحانی اور اخلاقی ترقیوں کا اساس ہیں، اب سیرت یا تقویٰ معیار فضیلت ہے نہ کہ جاہ وحشم،

توحید روحانی تمدن کی بنیاد ہے، اگر کاروباری دنیا کے امور مہمہ میں جائیں وہاں توحید کا ہی جلوہ ہے اور اگر مکارم اخلاق کی تحلیل کریں تو وہ توحید ہی پر منتہی ہوتے ہیں، توحید کی جس عدیم المثال طریق پر حفاظت کی گئی اور ہمیشہ کے لئے اسے شرک کی آمیزش سے پاک کر دیا گیا، اور جس عدیم النظیر اور بلیغ انداز میں علمی اور عملی رنگ میں پیش کر کے علوی دنیا کا منظر ہمیں دکھایا، وہ ان کے مامور من اللہ ہونے کے شاہد عادل ہیں اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور خاتم الانبیاء اور ان کا دین خاتم الادیان ہے: توحید توحید کامل اور تکمیل دین مترادف ہیں، اور جب ہمیں غیر کی غلامی سے بکلی آزاد کر کے خدا کے حوالہ کر دیا یہی "رضیت لکم الاسلام دینا" کے معنی ہیں،

۳

عبدہ

تاریخ انسان میں یہ معزز و مکرم خطاب جو سب سے بڑے انسان کو دیا گیا، "دور ہبوط" کا اختتام اور "دور صعود" کا افتتاح ہے، قبل از بعثت انسان ذلیل و خوار نا اہل و نابکار تھا، ہمیں کسی قسم کی استعداد یا قابلیت تسلیم نہیں کی گئی تھی جس سے وہ اپنی ذات یا دیگر بنی نوع کی اصلاح کر سکے، یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کوئی مصلح یا ہادی ان میں پیدا ہوا تو انہوں نے اپنے اوہام کی بنا پر یہی سمجھا کہ یہ خدا کا اوتار ہے، یا دیوتا یا دیوتاؤں کی اولاد یا ابن خدا ہے، اس دور کو "دور ہبوط" کہنا چاہیئے، کہ خدا انسانی شکل میں اصلاح خلق کے لئے اترا کرتا تھا،

تاریخ مذہب و اخلاق میں یہ پہلا دن ہے کہ سب سے بڑا ہادی اور سب سے بڑا مصلح قرآن مجید میں "عبدہ" کے اعلیٰ ترین خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے یہ تھا اعلان آزادی اور یہ تھا وہ نکتہ جہاں انسان قعر ذلت سے نکل کر اوج عزت پر متمکن ہوتا ہے، شرف و مجد انسانی کی تاریخ کا آغاز ہے، انسان خدا کا بندہ اور غیر کی غلامی سے بکلی آزاد و تخت خلافت پر متمکن ہے، اور ناریت اور الٰہیت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہے "عبدہ" سے معبود واحد کا تحقق اور معبود کے تعلق میں عبدیت متحقق ہوتی ہے اور یہی عبدیت اصل زندگی ہے جہاں شرکا اور شفعا منسوخ کیے گئے، عبد اور معبود میں کوئی چیز حائل نہ رہی، توحید شرک کی آمیزش سے ہمیشہ کیلئے پاک ہو گئی، سہ

افضل الناس "عبدہ" ہے خطاب   ہیں بشر مثلکم وہ عالی جناب

عبدہ سے یہ کھل گئے اسرار — اب نہ آئے گا یاں کوئی اوتار
واسطے سارے ہوگئے زائل — تھے جو معبود و عبد میں حائل
بام رفعت سے گر گئے یک بار — برہمن، پوپ، موبد اور احبار

سب سے اعلےٰ ہے شان عبدیت
"فادخلی فی عبادی" ہے غائت

(۴)

عقیدہ

"لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر"

اسلامی عقیدۂ توحید آخریں اور بہترین عقیدہ ہے، "ان الدین عند اللہ الاسلام" توحید فی الذات توحید فی الصفات اور توحید فی العبادات اسی آپ نظیر ہیں، معبود واحد ہے، اس کی عبادت میں کوئی شریک نہیں، انسان کا خصوصی کام عبادت ہے "ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" عبادت نام ہے حسن عمل کا "خلق الموت والحیات لیبلوکم ایکم احسن عملاً" انسان کی یہ غایت ہے کہ وہ اخلاقی مقصد پورا کرے مذہب، فلسفہ اور فنون لطیفہ اس غائت کا ایک ذریعہ ہیں اور وہ بھی اس وقت مستحسن ہیں، کہ اس غائت کے حصول کے لئے معاون ہوں، اخلاقی یا روحانی مقصد پورا نہ ہوا کہ عقائد میں تخالف اور تضاد تھا، اسلامی عقیدہ نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا، اور اصولی طور پر اس تخالف اور تضاد کا خاتمہ کر دیا، آریائی مذاہب کو جن میں یونانی اور ایرانی بھی شامل ہیں جانے دو کہ ان کا خدا قائم بالذات نہ تھا، یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھو جو سامی مذاہب ہیں، کہ انہیں بھی عزیر اور حضرت عیسیٰ کو ابن خدا قرار دیا گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ بعثت حضورؐ سے پہلے کبھی بھی "توحید" ایسی جامعیت اور قطعیت کے ساتھ پیش نہیں کی گئی تھی، جو تجسم اور تشبیہ یا تمثیل سے محفوظ رہ سکے، یہ شرف یہ فوقیت خاتم الانبیاء محمد عبدہ کے حصہ میں آیا، کہ "لیس کمثلہ شئی" کے قانون محکم کے مطابق خدائے بلند و برتر ہمیشہ کے لئے تخت تنزہ اور تقدس پر متمکن ہوا،

ہمیں معلوم ہے کہ قبل از بعثت حضورؐ کہیں حلول تھا، کہیں سریان کہیں مجموعہ کائنات خدا اور کہیں ہمہ خدا باقی، مایا یا فریب حواس، کہیں مادہ اور روح اناہی اور شریک خدا جس پر عقیدۂ تناسخ متفرع اور حصول نروان کے لئے راہبانہ زندگی اور نفس کشی کا دور دورہ، بالآخر تیسری صدی عیسوی میں بسرکردگی پلوٹینس ویدانت اور افلاطونیت کے امتزاج سے اشراقیت جدید پیدا ہوئی جس کا ماحصل یہ تھا کہ روح جزو خدا ہے، جو جسم میں مقید ہو کر ماند پڑ گیا ہے جسم کو فنا کرنا چاہیئے تا یزدانی عنصر چمکے،

اس عقیدہ کا اثر عیسائیت پر بھی ہوا، چنانچہ چھٹی صدی عیسوی میں تمام دنیا رہبانیت کے زیر اثر تھی، اور عمل کے طور پر نفس پرستی اور نفس پر ودی بھی اپنی انتہائی عروج پر تھی، مختصر یہ کہ زندگی یا راہبانہ افسردگی کا نام تھا یا وحشیانہ وارفتگی محیط عالم تھی،

ان مختلف اور متضاد عقائد نے زندگی کو تباہ کر دیا تھا "ظہر الفساد فی البر والبحر" اسلامی عقیدہ نے ان عقائد کو ناجائز قرار دیتے ہوئے قائم بالذات خدا کا معیار "لیس کمثلہ شیٔ" قائم کیا، تاکہ حلول اوتار اور دیگر مشرکانہ عقائد کا ہمیشہ کیلئے سدباب ہو جائے، فلاسفر نے نظریے بنائے توڑے پھر بنائے پھر توڑے اور لے دیکر دنیا کو "لاادریت" پر لے آئے۔ مگر جب اخلاقی نکتہ نگاہ سے زندگی کے مقتضیات کو پیش نظر رکھ کر دیکھا جائیگا تو صاف طور پر واضح ہوگا، کہ حقیقت اعلیٰ کا اثبات، عبد کی عبدیت اور روحانی و اخلاقی زندگی اسلامی عقیدہ کی ممنون ہیں، اقوام قدیمہ اور انکی زندگیوں کا جائزہ لو اور انہیں امت مسلمہ یا عباد الرحمٰن کے کارناموں کے سامنے لاؤ تو معلوم ہوگا، کہ ایمان اور عمل، آمنوا و عملوا ہی میں قوت بے بہا اور طاقتِ لازوال مضمر ہے،

(۵)

خلاصہ

(۱) معبود واحد، بیچوں بیچگوں، مگر قائم بالذات حی و قیوم (۲) معبود واحد کے تعلق ہیں، عبد شکور رتبہ عبدیت پر فائز (۳) زندگی ہاں اخلاقی زندگی نفس مطمئنہ کی زندگی، بالفاظ دیگر یوں کہو انسان کل کی زندگی جس کی آبیاری عبدیت سے ہوتی ہے، اور اپنی نوبت میں ایسی عبدیت جو "تخلقوا باخلاق اللہ" کی شان اپنے اندر رکھتی ہے، یہ تینوں لازوال نعمتیں ہیں، حضور کی مقدس اور بابرکات تعلیم میں ملتی ہیں، ایسا خدا ایسا عبد، اور ایسی زندگی اپنی آپ نظیر ہے،

لاالٰہ الااللہ کے لانے والے کو ہم "محمد رسول اللہ" کہتے ہیں، اگر دنیا قولاً اس حقیقت کی تصدیق نہ کرے گی تو عملاً ضرور مانے گی، کہ ایسا خدا پیش کرنے والے مامور من اللہ ہیں،

صلی اللہ علیہ وسلم

خاکسار الف دین ڈسکوی

تصحیح "حدید الشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت" نمبر ۶ مطبوعہ اکتوبر میں حسب ذیل تصحیح فرما لیجیے،

صفحہ ۲۷ پندرہ سولہ روپیہ کی بجائے پندرہ سو روپیہ، صفحہ ۱۱ unfound کی بجائے unfounded

صفحہ ۳۵ گونچہ ہا کی بجائے کوچہ ہا، صفحہ ۱۳۱ میراثی (اس سے) کی بجائے میراسی (اس سے) ہونا چاہیئے۔

قصیده

مدحیهٔ بشانِ همایونی سلطان العلوم اعلیحضرت تاجدارِ دکن ادام الله اقباله و اجلاله

بیا ساقی که در گلشن بهارِ تازه می آید — بده جامی که در طبعم بهارِ نو بغیر آید

لبِ هر غنچه خندان گشت از بادِ فیوضِ تو — نگاهی بر دلم، غم سینهٔ آن را همی کاهد

چنان در صحنِ گلشن سبزهٔ بیگانه می پیچد — که پیچاپیچ سرِ گیسوی خوبان را بشرماند

صبا مستانه میگردد عذارِ گل چو می بوسد — بهر سو زنده نفسی لطفِ آن اعجاز بنماید

خدا را پیرِ میخانه ببوسم چشمِ الطافی — بآن جامی که شوریده سری هوشم بفرماید

ز فیضت بوی ریحان را ز سر شوریدگی رفته — ز لطفت چشمِ نرگس از جهولان خواب بر باید

بخواهم رفت در بزمی که مستان باده‌ها را داد — بخواهم خفت آن دردی که دُردِ جامِ تو زاید

بخواهم خفت بر بالین که بالش تشنام تکیه — بخواهم گفت آن سخنی که بهرش بیخودی باید

بخواهم نوش آن آبی که سیل آتشی تا عرش — بخواهم پوشش جامه که می را صاف بنماید

بیا مطرب چرا بنشسته خاموش در کنجی — در این باعث که مرغِ سوخته جان نغمه بر آید

کجا رفت است قانونت چه شد مضراب را آخر — حدیثی گو که تا یک نفس ماهم در نوا آید

مرا از سینه کاهیدن جگر را کاستن سودی — چو از یک تار عودت لشکرِ غم در گریز آید

بگو سخنی ز آن کز بهرِ آن این اهتمام آمد
می صد گونه عشرت بزمِ آن بیجام آمد

سرود مه دماغ و راحتی در کامِ جان آمد — دلم را چو اسمِ میر عثمان در میان آمد

بقصدِ راحتی کو تکیه گاهِ آن مسلّم است — ز بهرِ طوفِ وی هر روز مهرِ آسمان آمد

فلک یک قبه از بارگاهِ عظمتِ آن است — بساطِ قصرِ جاهش در این زمین در داستان آمد

ز جاهش لرزه بر اندامش افتد مرتعش گردد — نسیمِ صبح مستانه چو در گلزارِ شان آمد

ز هیبت پیکرِ افلاک [illegible] نگاهِ من [illegible] — ز صورت آن که نسان گفته شد اندر گمان آمد

به هنگام تدبر بین که فاروق دگر پیداست — بگاه حکمت افلاطون دنیا هم عیاں آمد
به هنگام تفکر رازی و سقراط دریابی — بگاه تاختن زاں صد سکندر ناتواں آمد
نگاه مست آں کیفیت جام جمے دارد — که ز لول جنبش ابرو عیاں راز نہاں آمد
به تقریب سخن گلہائے گوناگوں ببش زاید (ریزد) — که از تاب گلے خجلت زده صد لعل کاں آمد
بگویم مختصر از منزل آں مخبر فانی — دگر باشم من که توصیفش تمام از من بیاں آمد
ازیں یک منزلے صد منزل ملکوتیاں پست است — بدیں گرچه ایں هم مسکن جبروتیاں آمد

فلک جامے است آں را بزم آں بزم سلیماں است
وراں حلقه که معنون حریم ناز عثماں است

نه تاب هر لبے گوید ز احوالش یک عنوانے — بکعبه کے رود هر ناسپاسے نامسلمانے
نه سنجد گوهر مدحش چو من هر بے سروپائے — مگر آں کس که یابد از دماغ عقل سیرانے
بداند گوش و فهمے هر سخن سنجے سخندانے — که هست آں عندلیبے خوش لب گلزار ایقانے
نه فطرت دیگرے زاده چو آں دیگر دریں گلشن — فصیحے نکته دانے نغمه پرداز خوش الحانے
ز خامه هائے آں بشکسته خامه یافت عطارد — چنیں شد خوش رقم کاں را فلک پرداخت دیوانے
فلک را ناخن از اثرهاں گشته هلال نو — ز خوان نعمتش بگرفته بود آں ریزه نانے
حیات تازه دریابد برگ و بار بر آرند — ز باد لطف آں صد تفته قلبے سوخته جانے
عدو را لرزه بر اندام افتد از جلال وے — عیاں بحر مروت بینیش نگه ادب دانے
معارف پروری هائش جهاں داند ز حد رفته — چه جز از حد انجامے که مد شکسته عنوانے
نه جودے ختم بر حاتم شده نوعے که مشهور است — که آں یک بیش خیمه داد بود از حشم عثمانے

بایماں سیرت صدیقؓ را آمد دگر پیکر
بحلم عثمانؓ است فاروقے بداد و در توان حیدر

باقی دارد ——— قریشی فیروز وڈالوی

آہِ سوزاں

نالہ را ہر چند میخواہم کہ پنہاں در کشم
سینہ میگوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

دُنیا میں ہر قوم اپنے اسلاف کے ان واقعاتِ ماضیہ کو تعظیم تکریم کے ساتھ یاد کرتی چلی آئی ہے جن کے اندر افراد قوم کی سود و بہبود اور ترقی کے لئے ایک پُر ہیبت نظارہ اور مقناطیسی کشش موجود ہو ایسے حالات و واقعات کی یاد اور ان کا تذکرہ ان کی عظمت و جلالت کے اظہار ہی کے لئے نہیں، بلکہ ان کے عزم و استقلال اور انکے بہترین افعال و اعمال کی یاد آوری اور علویت کیلئے بھی ہوتے ہیں جو وہ اپنی حیات کے اندر موجود رکھتے تھے،

ایسے تذکرات کا مقصدِ حقیقی اور مدعائے اصلی یہ ہے کہ جو اعمالِ حسنہ، عزائم مہمہ اور نتائج عظیمہ ان نامور ہستیوں کی ذات ستودہ صفات سے وابستہ ہیں اور جنکی یاد اخلاف کے لئے سب سے زیادہ موثر دعوتِ عمل ہے، انکو زندہ اور تازہ رکھا جائے اور ایسے مواقع بہم پہونچائے جائیں جن کے ذریعے حال و استقبال میں وہ کارنامے آنکھوں سے اوجھل نہونے پائیں اور ان سے درس عبرت حاصل کرنیکی کوشش کیجائے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ تاریخ ایک تماشا گاہ ہے، جہاں قوموں کے بننے اور بگڑنے کے عبرتناک تماشے دکھائے جاتے ہیں اور وہی تماشے سب سے بہتر سبق کا کام دیتے ہیں، بالفاظ دیگر تاریخ ایک عجائب خانہ ہے، جس میں ہم اپنے اسلاف کے شاندار کارنامے سلیقہ اور نفاست کے ساتھ مختلف الماریوں میں چنے ہوئے پاتے ہیں اور ان سے اپنی موجودہ حالت کا مقابلہ کرکے اندازہ کرسکتے ہیں کہ آیا ہم برسر ترقی ہیں یا رو بہ تنزل؟

دنیا میں حق اور باطل، روشنی اور تاریکی، صداقت اور جبر و استبداد کے درمیان جس قدر مخاصمانہ آویزشیں ہوئیں اگر کبھی انکی کوئی مکمل تاریخ مرتب ہوئی تو جور و ستم اور غارت کے ان زہرہ گداز اور جگر پاش واقعات کے رو سے جن سے ہمارے اسلافِ کرام کو واسطہ پڑا، مظلوموں کی فہرست میں انکا نام چوٹی پر درج کیا جائے گا،

بنا کردند خوش رسمی بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اگرچہ مذہباً و اعتقاداً

اگر عزّ و جاہ ہست وگر ذل و قید
من از حق شناسم نہ از عمرو زید

مگر بر عایتِ اسباب ظاہر یہ وراثتِ آبائی بہ تبدیلِ نوعیت ذاتی حیثیت میں ذاتی طور پر میرے چند ایک معاندین ازلی نے مختلف حیلوں اور مختلف بہانوں سے مجھ تک بھی پہونچائی ،

نہیں مٹتا نشانِ خوں کبھی دامانِ قاتل سے
لکھی جاتی ہے اک تحریر خونی خونِ بسمل سے

لیکن داد و انصاف کا وہ دن آخری دن ہوگا ، جبکہ اس امر کی اتباع ہوگی کہ

چوں بگذرد نظیری خونیں کفن بہ حشر ،
خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست !

ہمارے لئے جور و تظلم کا وہ پہلا سنگِ بنیاد تھا ، جو ظالم و سفاک چنگیز تاتاری نے کابل میں اپنے ظالمانہ ہاتھوں سے رکھا جسمیں بر دائتِ سیر الاولیا ہمارے جد امجد حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ لشکرِ چنگیز سے جنگ کرتے ہوئے از دستِ کفار شہید ہوئے جس کے بعد حضرت علامہ قاضی شعیب بشمولیت مال و املاک کو چھوڑتے ہوئے سرزمین کابل سے ہمیشہ کیلئے پنجاب میں نقل مکانی کرانے پر مجبور ہوئے ، اور

فلک نے ہم کو کیا منتخب مثالے کو
ہمیں سے داد بھی چاہی خوشِ امتیازی کی ،

جد بزرگوار قاضی شعیب (نوراللہ مرقدہ) کی سلسلہ اولاد میں سے فاضلِ اجل ، عالمِ بے بدل ، جدِ معظم علامہ شیخ محمد ہاشم فاروقی ۲۵ ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ کو بمقام امین آباد ضیا پاشِ عالمِ امکاں ہوئے ، آپ علم منقول و معقول ، فقہ و حدیث حکمت و ہیئت اور نجوم و ہندسہ میں دستگاہ اعلیٰ رکھتے تھے ، اسطرلاب مسمی شرح زیچ ، تصوف ، طب ، سیاق و حساب دفتر ، انشا و مکاتبات بے نقط اور شعر تاریخگوئی میں آپکا پایہ بہت بلند تھا ، آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے ، آپکے زہد و اتقا کا یہ عالم تھا کہ سن تمیز سے لیکر دمِ واپسین تک نماز تہجد قضا نہ ہونے پائی ،

آپ پرگنہ ہائے گوجرات ، حافظ آباد اور تارڑ وغیرہ کا اجارہ بطریق مستاجری حاصل کیا کرتے ، حکومتِ وقت کے نزدیک آپ کے اثر و اقتدار اور قدر و منزلت کی یہ کیفیت تھی ، کہ آئین حکومت کے مطابق آپکو اسبابِ حکومت از قسم اسپاں و قاطران اور خیمہ و نقارہ و شتران مہیا تھے ،

ہند: بعہد سلطنت دہلی پادشاہ وقت نے بالاستحقاق منصب قضا پر فائز ہوئے ،

---

[1] تاریخ وصال نہیں مل سکی ، آپکا مزار پر انوار امین آباد میں چاہ ظاہر والا پر واقعہ ہے ، قاضی ،

دنیائے اسلام میں جن مشاہیر قوم پر تاریخ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے، جن ممتاز اور برگزیدہ ہستیوں کے شاندار کارنامے آنیوالی نسلوں کے لئے سبق آموز ہو سکتے ہیں، جن بزرگوں کی سوانح حیات عبرت اور بصیرت کا درس دے سکتی ہے، جن بزرگ نفوس کے افعال و اعمال بعد کی نسلوں کیلئے سرمایۂ ہدایت و ارشاد ہیں، جن پاک سرشتوں کے آثار و کوائف بنی نوع انسان کے لئے ذخیرۂ خیر و سعادت ہیں، انہیں نفوس قدسیہ میں سے ایک آپ بھی تھے، جنہوں نے دنیا کے سامنے فضائل اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا، جنکی سرگذشت استقلال اور اولوالعزمی کی ایک تابناک اور روشن مثال ہے ،

آپ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے، آپکی متعدد قابل قدر تصانیف دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکیں اور ضائع ہوگئیں، تاہم آپ کے علم و فضل کی یادگاریں سے ، بعضے ازانکہ باقیماندہ ، مناقب جدی الاعلیٰ والاطہر حضرت فرید الملۃ والدین گنجشکر رحہ، نسب نامہ خاندان، مراتب السادات، تفسیر اسمیٰ بالنقط مع جواب ضیعنی کہ بے نقط گفتہ بود، اور خلاصۃ الحکمۃ وغیرہ کتب موجود تھیں جنہیں سے کئی ایک کے بعض اوراق امتداد زمانہ سے کرم خوردہ اور دیمک زدہ تھے ، مزید براں متعدد مراسلہ جات مشتمل بر خط نستعلیق، خط کوفی اور خط معکوس بھی تھے اور کچھ متفرق مطلا اوراق، جو اس زمانہ کے خط عربی کی نادر ونایاب یادگار تھے ،

اسلافِ کرام کے علم و فضل کا یہ قیمتی ورثہ یکے بعد دیگرے اخلاف تک منتقل ہوتا چلا آیا جسے ہم اپنا موروثی خزانہ اور خاندانی تاج و تخت سمجھتے تھے ،،

اس واقعہ نادرہ کی بنا پر جس کا تذکرہ اکتوبر ۱۹۲۴ء کے الفرقان میں ہو چکا ہے، جب ظالم جرّت سنگھ (جد ساجہ رنجیت سنگھ) نے ۱۷۶۲ء کے دوران میں ہمیں امین آباد میں لوٹا، تو خاندان پر افتاد زمانہ اس قسم کی آپڑی کہ بھاگڑ اور افراتفری میں بیش قیمت اثاث البیت اور قیمتی مال و املاک کا چھوڑنا تو رہا ایک طرف، فقط جانوں ہی کا سلامت لے نکلنا مغتنمات سے ہوا ، اور سکھ چونکہ جان کے لاگو ہو چکے تھے اور تعاقب جاری تھا ، اس لئے حفاظتِ سر کی غرض سے تمام خاندانی حیثیتوں کو بامر مجبوری مستور رکھنا لازم آیا جو ضرورت پیش آمدہ کی اہمیت کے لحاظ سے عین مدبرانہ اور دانشمندانہ مصلحت تھی ،

اس کے بالمقابل دوسری طرف قدرت کے زبردست آہنی پنجہ نے جرّت سنگھ ایسے منبع ظلم و فساد اور مصدرِ جور و جفا کی نسل کا تعلق حکمرانی بالآخر سرزمین پنجاب سے ہمیشہ کیلئے منقطع کر دیا، انکا تمام مال و املاک غیروں کے تصرّف اور قبضہ میں دیا گیا، اور پرکاہ (تنکہ) تک باقی نہ چھوڑا ــــہ۵

جنہوں نے کی ستم کوشی وہ ظالم مٹ گئے آخر   کیا ہے بارہا ثابت یہ تاریخی مثالوں نے

ــہ۵ فرمودہ جناب والد بزرگوار قبلہ و کعبہ قاضی محمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ ــہ۵۳ الفرقان ؛

جب یہ سین ڈراپ ہوچکا تو پھر اس سے پون صدی کے بعد ان بچے کھچے علمی جواہر ریزوں کی میعاد کے خاتمہ کا زمانہ بھی آگیا اور وہ نایاب علمی خزانہ حوادث روزگار سے نہ بچ سکا۔ آہ کن الفاظ میں بیان کیا جائے کہ ۲۴ اور ۲۵ اگست ۱۹۲۴ء کی مسلسل ۴۸ گھنٹے کی باران رحمت ان کے اختتام میعاد کا پیغام اپنے ساتھ لائی جس کوٹھڑی میں یہ سب کچھ تھا وہ پرزور اور لگاتار موسلا دھار مینہ کی تاب مقاومت نہ لاسکی،

اب جہاں اس گرانمایہ وراثت علمی کے ضائع جانے کا ہمیں قلبی رنج ہے، وہاں ساتھ ہی اس دیرینہ قلمی شجرۂ نسب[1] کے تلف ہو جانے کا بھی بے حد ملال ہے جس کے متعلق ۱۹۱۹ء کے اخیر تک ایک مخصوص پابندی عائد تھی،

زمانہ نے اگرچہ ان کتب و کواغذ کا وجود اور نشان تک باقی نہیں چھوڑا، مگر انکی یاد ہمارے سینۂ بریاں میں آہِ سوزاں کا کام کر رہی ہے، ہم ان سے اپنے نامور آباؤ اجداد کی عظمت و شوکت کی یاد کو تازہ رکھنے کا کام لیا کرتے تھے، اس لئے آج ہم انکی ابدی جدائی کی یادگار میں اپنے قومی پیغامبر اور قومی نقادہ "القریش" کی وساطت سے الفاظ ذیل میں آنسوؤں کے چند پھول انکی یاد پر نچھاور کرتے ہیں،

قریشِ خستہ جاں تو نے کبھی سوچا بھی ہے دلگیر	رہا مدت تلک زیرِ نگیں تیرے جہاں سارا
یکایک انقلاب آیا حکومت چھن گئی ساری	ثریا[2] سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شئے تھی	نہیں دنیا کی آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی	تھا اک ورق جن کا ہمکو جان و دل سے بھی پیارا
اٹھا طوفانِ باراں لیکے پیغامِ اجل آیا	کتابوں کا خزانہ کر گیا برباد جو سارا
یہی لے دے کے بس اسلاف کی میراث باقی تھی	کیا جس نے دل اپنا حسرت و ارماں کا گہوارا

بیا روزِ سیاہ ما عشر بیاں ما تما شاکن
سپردیم ایں متاعِ بیش قیمت باد و باراں را

گوجرانوالہ ۸ ستمبر ۱۹۲۸ء	فلک کا سب سے زیادہ ستایا ہوا قاضی نظیر حسین فاروقی مستوفی (ریٹائرڈ)

---

[1] موجودہ صورت میں اب صرف ایک ہی پرانا قلمی شجرہ نسب خاندان میں باقی ہے جو ہمارے جد امجد برگزیدہ صمدیہ قاضی غلام محمد فاروقی نور اللہ مرقدہ کے برادرزادہ قاضی علی اصغر صاحب مرحوم نے تاریخ خاندان موسومہ جواہرات بے قیمت میں ۱۲۵۲ھ کے دوران میں زیب رقم فرمایا اور اب وہ بھیجد محترم قاضی فضل حسین صاحب فاروقی رئیس امین آباد کے آبائی کتب خانہ میں موجود ہے، نظیر،

[2] علامہ سر محمد اقبال کے کلام میں تصرف کیا گیا، بیشتر حصہ آپ ہی کے اشعار کا ہے، قاضی،

سرِّ محبت

(از جناب مولانا غلام حسین صاحب شاکر صدیقی)

حدیثِ حسنِ او دادم زباں را ، زچشم انداختم ہر این و آں را

من آں مستِ شرابِ عشق اویم کہ بینم غرق در حسنش جہاں را

گرفتارِ شکے غافل چرائی بآغوشِ یقیں آور گماں را

بسر دارم چرا سودائے سودے کہ ایں بخشیدہ اند جیبِ زیاں را

بخلوت اندکے با دل نشستم نہاں دیدم سجودِ کون و مکاں را

دلم در ہجرِ او ہم بہرہ یاب است کہ یادش مید ہد تسکین جاں را

چو من از جستجو لطفِ دگر خود ، بگو اے دل زمقصد کامراں را

ازاں نورے کہ یثرب گشت سینا منور ساز بزمِ کن فکاں را !

چو سحرِ عشق خود بر من اثر کرد برآوردم زگل انوارِ جاں را

بآں رفعت محبت مے پراند کہ می دانم ز مینے آسماں را

شہیدِ نغمۂ اقبال ہستم
بگو شاکر زمن صاحبدلاں را

ایک ضروری اطلاع

جن احباب کا سالِ خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے وہ مہربانی کرکے سالِ آئندہ کا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور کریں، ورنہ وی پی وصول کرنے کیلئے تیار رہیں، کیا اچھا ہو کہ احباب ایک ایک خریدار کے اضافہ کے لئے بھی سعی فرماکر ہمیں مزید شکریہ کا موقع دیں ، نیاز مند منیجر ،

بصائر و عبر

دمِ واپسیں پر ایک انگریز کا درد انگیز پیغام

مسٹر جیمس وائٹ لندن کا مشہور کروڑپتی تھا لیکن ایک زبردست خسارہ نے اسے دیوالیہ کر دیا۔ گذشتہ ماہ اس نے زندگی سے بیزار ہو کر خودکشی کر لی، لیکن مرنے سے پہلے ذیل کی تحریر لکھ کر میز پر رکھ دی تھی،

میں اس وقت عبدیت اور خلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دنیا کے نام اپنا آخری پیغام لکھ رہا ہوں میں نے زندگی پر اس نکتہ نظر سے نگاہ ڈالی ہے، جو ایک مرنے والے انسان ہی کا نقطہ نگاہ ہو سکتا ہے۔

میرے فنا پذیر عقیدے میں دنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۴، اگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کیطرف اشارہ کرتا ہے) میں مر گیا، اس کے بعد اب تک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہے،

میں نے بادشاہوں کی میزبانی کی، امیروں کو بے تکلفانہ انکے سادہ ناموں سے پکارا، میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جس پر میں نے پورے کرہ ارضی کی سیر کی، میرے اصطبل میں حسین گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں، میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا، بڑی بڑی اخبار جاری کرنیوالی کمپنیوں میں بھی میرے حصے تھے، میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے، میرا راس المال پندرہ کروڑ پاونڈ تک پہونچ گیا تھا، میں نے صرف ایک دن کے اندر ۷،۵۰۰،۰۰۰ پونڈ نفع کمایا تھا، ان حالات میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہے،

مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد ہر طرح کے موسم گذر چکے ہیں، میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہے اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تین دن کے بھوکے کا احساس کیا ہوتا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت کی فراوانی دل و دماغ پر کیا اثر ڈالتی ہے، مجھ پر وہ وقت گذر چکا ہے، جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو، میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں، جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کیلئے میرا ہاتھ تکتے تھے،

گھوڑ دوڑ کی ایک دوڑ میں میں نے ۱،۰۰۰،۰۰۰ پونڈ جیتے تھے، لیکن ایک وقت وہ بھی تھا، جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی، دولتمندی کے ایک لاکھ اور غربت کے ۱ شلنگ دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے، ایک مرتبہ سنہ ۱۹ء میں لندن سے ڈبل تک کی

۵ میل کی مسافت میں نے اپنے پیروں سے طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا، پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی، تاکہ مجھے مختصر پہونچا دیا کرے،

میری زندگی کے انتہائی آخری لمحوں میں میرا حافظہ زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے سے گذراہے، اس وقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈالوں، زندگی کے متعلق میرا نرم سے نرم فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم انسانی کرٹھائی ہے، جو طمع، شہوت اور طاقت کے سبب آتشیں مادوں پر پک رہی ہے، تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہو چکے ہیں انکی جگہ خبیث فاجرانہ پرشور عناصر نے لیلی ہے، قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہوگئی ہے، کہ بالشوزم کے سوا کوئی دوسری قوت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی،

زندگی کے تمام دن باہم مشابہ ہیں اکتا ڈالنے والے ہیں، ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں، ہر نیا دن ویسا ہی برا جیسا پچھلا دن تھا، ہر نفس طمع و ہوس سے اسیطرح لبریز جسطرح دنیا کا ہر باشندہ زیادہ مال کی مجنونانہ طلب، زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش، مگر کام بہت کم، نیکی اور بھی کم، انسانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر لوٹ پڑی ہے، کسی کو خودداری کا خیال نہیں، کسی کو شرافت کی پرواہ نہیں، ایک حساس آدمی کیلئے یہ منظر موت سے کم نہیں، اسٹیج پر دولت کا کوئی دیوتا نمودار ہوتا ہے، خوشامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اس پر لوٹ پڑتی ہیں وہ کھلاتا پلاتا ہے، جلسے کرتا ہے، لہو ولعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہے، انکی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں، اسکی دوستی کا لاکھوں دم بھرنے لگتے ہیں، اسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے، کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں، میں خدا کا پسندیدہ اور اس کی مخلوق کی آنکھ کا تارا ہوں،

لیکن ادھر اس کا سونا چاندی ختم ہوا ادھر دنیا کی نظریں بھی پھر گئیں، اب نہ دوست دوست ہیں نہ عزیز عزیز، حسرت اور ندامت صرف یہ دو مکروہ رفیق زندگی بھر کی رفاقت کے لئے اسکے پہلو میں رہجاتے ہیں، میرے خیال جو کوئی بھی زندگی کو اس نظر سے دیکھیگا اور اس معیار نظر سے وزن کریگا وہ ہرگز ہمیشہ کی نیند سوجانے پر افسردہ نہیں ہوسکتا،

لیکن ٹھہرو، مجھے اپنی زندگی کے اس آخری لمحے میں ایک نظر اوپر اٹھانے دو، آہ! یہ دیواروں پر میری بیوی کی محبت واخلاص سے لبریز آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں،

اُف یہ میرے لڑکے کے متبسم ہونٹ ہل رہے ہیں، مجھے یہ آواز سنائی دے رہی ہے، بابا! یہ تم ہو،

الٰہی! یہ میری دونوں لڑکیاں کھڑی ہیں، اپنی طویل پلکوں کے اندر سے مجھے دیکھتی اور پدرانہ شفقت کے بوسہ کیلئے بڑھ رہی ہیں،

ہاں! اب میں زندگی کی مسرت محسوس کرتا ہوں، لیکن ہم اس مسرت سے بھی کیوں نہ دست بردار ہوجائیں کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان زندگی کے تمام مصائب و آلام اپنی محبوبیوں کے روبرو پہنچکر بھول جاتا ہے،

لیکن یہ دیکھو! میری محبوبیوں کی تصویروں پر پردہ پڑگیا، اب میرا سر چکرا رہا ہے، میرے سینے کے اندر شعلے سے بھڑک رہے ہیں، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک دہکتے ہوئے تنور پر کھڑا ہوں، میں نے تمارمیں اپنی پوری دنیا کھودی، مجھے اس معصیت کا کفارہ ادا کرنا چاہیئے،

میری بیوی، میرے عزیز بچو! میرے وہ تمام دوستو! جو اس وقت بھی میرے دل میں موجود ہو، خدا تمہیں برکت دے اور تمہارے ساتھ ہو، خدا کرے تم دنیا کی زندگی کو اس سے زیادہ نہ سمجھو جسقدر وہ فی الحقیقۃ ہے،

جُوتی کی سرگذشت

از کلکِ گوہر سلک جناب سید ظہور احمد صاحب مدیر "عصمتی" دہلی

پھینک دو مجھے کوڑے میں ڈالدو، خاکروب کے ٹوکرے کی نذر کرو، تمہیں اختیار ہے لیکن یاد رکھو کہ میں بھی زبان رکھتی ہوں، تمہاری طرح عضلات کی بنی ہوئی، زبان نہ سہی، زبانِ حال سہی، زبان بھی رکھتی ہوں اور تاریخ بھی رکھتی ہوں، آج تم مجھے ذلت سے دیکھتے ہو لیکن کل میں ذلیل نہ تھی، میں خود بھی عزت رکھتی تھی اور تمہارے ساتھ تھی اور ہر رستہ میں تمہارے ہمراہ تھی،

مجھے ذلت سے نہ دیکھو، میں اس معزز ہستی کا ایک جزو ہوں جسے بیس کروڑ ہندوستانی ماں کے نام سے پکارتے ہیں، یعنی میں گائے کے شانے کا پوست ہوں، مجھے قصاب نے گوشت سے جدا کیا، مدتوں میرا سودا ہوتا رہا، اور میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل ہوئی، اس کے بعد مدراس کی مشہور ٹینری میں میری دباغت کا آخری فرض ادا کیا گیا، اور ایکدفعہ اور میں ناپاکیوں اور بدنامیوں سے نجات پاکر روپ کی دنیا میں آئی، ٹینری کی صناعیوں نے ایکدفعہ اور مجھے رنگ و بو کی دولت عطا کی، ایکدفعہ اور میرے اندر رونق اور چمک پیدا ہوئی، اور اے ناسپاس انسان ایکدفعہ اور میں اس قابل ہوگئی کہ تیری خدمت کرسکوں ٹینری کی تکمیلات کے بعد میرے گاہک پیدا ہوئے، میں ریلوں میں سفر کرتی ہوئی اور شہر در شہر پھرتی ہوئی

ایک شو فیکٹری میں آئی ، اب میری قسمت موچی کے ہاتھ میں تھی ، مجھ میں روح نہ تھی ، احساس نہ تھا ، لیکن
دیکھنے والے دیکھتے تھے کہ کس بیدردی کیا تھا اس کی رانپیاں میرے سینہ پر چلتی تھیں ، اس نے جتنے چاہے
ٹکڑے کئے اور مجھے ایک قالب (کالبد) پر چڑھا کر پرکیں جڑ دیں ، کیا پوچھتے ہو میری سرگذشت ،

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

بہرحال میں ایک شو کی شاپ میں لائی گئی ، پھر ایک چیز بنی ، پھر میری طرف رغبت کی نگاہ اٹھی ، پھر
مجھ پر دیکھنے والے کو پیار آنے لگا ، ایک بکس میں بند کی گئی اور چند روز کے بعد آنکھ جو کھولی تو اپنے آپ کو
دہلی کے مشہور بازار چاندنی چوک میں پایا ، آہ ! میں جس نے بنارس میں جنم پایا ، فیض آباد میں جوان ہوئی
لکھنؤ میں زندگی ختم کی ، بمبئی میں کہاں بنکر گئی ، مدراس میں پکائی گئی ، آگرہ میں جوتی بنی آج دلی میں تھی
اور "پپ شو" میرا لقب تھا ، میں بکس میں بند تھی اور ہندستان کی ناکتخدا لڑکیوں کیطرح نہیں جانتی تھی
کہ میرا نصیب کب کھلیگا ، میں کس کے ہاتھ بکنے والی ہوں اور کن پیروں سے مجھے واسطہ پڑنے والا ہے ،

میرا سودا ابھی نہیں ہوا تھا لیکن تاجر مجھے دن میں کئی مرتبہ بکس سے نکالتا تھا ، اور اس خیال سے
کہ مجھے کسی نہ کسی کے سر منڈھ دے ، ہر گاہک کے سامنے جس کو وہ میرے لئے موزوں سمجھتا تھا میری نمائش
کرتا تھا اور وہ کمال بے حسیتی کے ساتھ مجھ آگے پیچھے سے تھامکر گاہک کے پاؤں کو ورآنکی اجازت دیتا تھا
لیکن کسی کا پاؤں اتنا چھوٹا ہوتا کہ میں اس سے بڑی ثابت ہوتی اور کسی گاہک کا میرے اندر پھنس جاتا ، کہ وہ
اف اف کی صدائیں بلند کرکے مجھ سے جدا ہو جاتا ، کبھی میں کسی گاہک کے پاؤں پر ٹھیک آتی تو قیمت کا
معاملہ طے نہ ہوتا ، غرض اس کشاکش اور کشمکش میں کئی مہینے گذر گئے اور تاجر اپنے بازاری تجارب اور چرب
زبانی کے باوجود میرے دام کھرے کرنے اور میرے ذریعہ سے کچھ کمانیں کامیاب نہ ہو سکا ،

آخر کار مراد کی کلی کھلی ، وہ مبارک ساعت آئی جس کا انتظار تھا ، میرا حقیقی گاہک آپہنچا ، دوکاندار
نے اپنی دستی رومال سے میرا منہ پونچھا ، اور بڑی تمیز سے خریدار کو پیش کیا ، اس نے دیکھا بھالا ، پاؤں میں
ڈالا ، دام ادا کئے اور مجھے بدستور بکس میں بند کرکے اور بکس بغل میں دبا کے گھر لے چلا ، یہ کون تھا ؟ شرمائیے
نہیں ، آنکھ ملائیے ، یہ آپ تھے ، ہاں آپ تھے جناب منشی صاحب ، آج مجھے گھر کے گوشہ میں رکھنے کے
روادار نہیں ، لیکن چھ ماہ قبل آپ مجھے بغل میں دبا کر لائے تھے ، ہاتھوں ہاتھ میری رونمائی ہوئی تھی ، آپکے
گھر میں ہر شخص نے میری رعنائی اور خوش ادائی کی تعریف کی تھی ، جب آپ مجھے پہنکر کہیں جاتے تھے تو آپ کی
نگاہ بار بار میری طرف متوجہ ہوتی تھی ، ہفتوں آپکا دستور رہا کہ اپنے پیروں سے دوسروں کے پیروں کا موازنہ

کرتے تھے اور اپنے پاؤں میں مجھے دیکھکر خوش آتے تھے، وہ ابتدائی آوازیں جو میری دوشیزگی اور تروتازگی کا ثبوت تھیں، آپ کیلئے نغمہ ارغنوں سے کم مست کرنیوالی نہ تھیں، یہ وہ زمانہ تھا جب آپ حضرت لقمان کی اس قرآنی نصیحت کو بھول گئے تھے، (ترجمہ: زمین پر اترا کر چل) اور اس ایرانی خوش آہنگ صدا سے آپ دانستہ اغماض فرماتے تھے ؎

آہستہ خرام بلکہ مخرام   زیر قدمت ہزار جاں است

جب میں آپ کی رفیق بنی: اس کے تیسرے دن جو واقعہ پیش آیا، کیا اب وہ آپکے حافظہ میں نہیں؟ اس خیال نے کہ پوشاک بھی اچھی ہے اور جوتی بھی نئی ہے۔ آپ کو ایک روز رات کے ۱۰ بجے کہاں پہونچا دیا تھا میں اگرچہ پاؤں سے آگے نہ بڑھ سکی تھی، لیکن آپ کی سب گفتگو میں نے سنی تھی اور آپکی ہر حرکت میری نظر سے گذری تھی، کیا میں اس تین گھنٹہ کی تفصیل عرض کردوں، یا روز محشر کیلئے اٹھا رکھوں، کبھی بارہا آپکے ہمراہ رقص و سرود کی محفلوں میں بھی شرکت کا اتفاق ہوا جہاں اگر آپ میری پوری حفاظت نکرتے، تو آپکو برہنہ پائی کی حالت میں گھر واپس آنا پڑتا، لیکن "یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا" اب وہ جلسے کہاں، اب تو میری خدمات صرف بیت الخلا تک محدود رکھی ہیں اور مجھے اس خدمت سے بھی سبکدوش کیا جاتا ہے، میں یہ نہیں کہتی کہ آپ کبھی مجھے ساتھ لیکر نیکی کی راہ نہیں چلے، ہاں آپ دو تین دفعہ مسجد میں بھی تشریف لیگئے۔ جب آپ مجھے صفِ نعال میں چھوڑکر اندر تشریف لیگئے۔ تو فضا میں یہ آواز گونج رہی تھی،

اپنی جوتی سے رہیں ساری نمازی ہشیار   اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

بہرحال میری رفاقت پر غور فرمایئے اور میری خدمات کا اندازہ کیجیے، کہ میں ہر نیک و بد میں آپ کے ساتھ رہی اور اپنی تمام قوتیں اور رعنایاں آپکے قدموں پر نثار کردیں، لیکن دنیا کیسی مطلب پرست ہے کہ جب کسی شئے یا شخص میں اس کا مطلب باقی نہیں رہتا تو پھر وہ اس کیطرف نگاہ نہیں اٹھاتی۔ بیشک میں آپکے مطلب کی نہیں رہی ہوں، آپ مجھے پہنکر سڑکوں پر چلیں گے تو آپکی سوسائٹی جو پوشاک سے عزت اور ذات کا معیار قائم کرتی ہے اور جس کیلئے اس معیار نے نہ معلوم کتنے خاندان تباہ کردیے آپکو ذلت کی نظر سے دیکھیگی، لیکن مجھے پھینک دینے سے یہ بہتر ہے، کہ آپ کسی چمار کے ہاتھ مجھے دو تین آنے کو فروخت کر دیجیے، تاکہ آپ بھی فائدہ میں رہیں اور میں بھی اپنے آخری انفاس سے کسی غریب کی خدمت میں بسر کرسکوں، کیونکہ وہ مجھے گانٹھکر ایک دفعہ اور نئی روح پھونک دیگا، اور اس طرح میں کچھ دنوں اپنی زندگی قائم رکھ سکوں گی،

افکارِ عالیہ

ہوا بھی خوشگوار ہے   گلوں پہ بھی نکھار ہے

ترنمِ ہزار ہے   بہار پر بہار ہے

کہاں چلا ہے ساقیا ، ادھر تو لوٹ ادھر تو آ   ارے یہ دیکھتا ہے کیا ، اٹھا سبو ، سبو اٹھا

سبو اٹھا پیالہ بھر ، پیالہ بھر کے دے ادھر   چمن کی سمت کر نظر ، سماں تو دیکھ ہوش کر

وہ کالی کالی بدلیاں ، افق پہ ہو گئیں عیاں   وہ اک ہجومِ میکشاں ہے سوئے میکدہ رواں

یہ کیا گماں ہے بدگماں سمجھ نہ مجھکو ناتواں   خیالِ زہد ابھی کہاں ابھی تو میں جوان ہوں

عبادتوں کا ذکر ہے   نجات کا بھی فکر ہے

جنون ہے ثواب کا   خیال ہے عذاب کا

مگر سنو تو شیخ جی ، عجیب شے ہیں آپ بھی ،   بھلا شباب و عاشقی الگ ہوئی بھی ہیں کبھی ،

حسین جلوہ ریز ہوں ، ہوائیں عطر بیز ہوں   ادائیں فتنہ خیز ہوں تو شوق کیوں نہ تیز ہوں

نگار ہائے فتنہ گر ، کوئی ادہر ، کوئی اُدھر   ابھارتے ہوں عیش پر ، تو کیا کرے کوئی بشر

چلو جی قصہ مختصر ، تمہارا نقطۂ نظر   درست ہے تو ہو مگر ، ابھی تو میں جواں ہوں

یہ گشت کوہسار کی   یہ سیر جوئبار کی ،

یہ گلرخوں کے قہقہے   یہ بلبلوں کے چہچہے

کسی سے میل ہو گیا ، تو رنج و فکر کھو گیا   کبھی جو بخت سو گیا ، یہ ہنس گیا وہ رو گیا

یہ عشق کی کہانیاں ، یہ رس بھری جوانیاں   اُدھر سے مہربانیاں ، ادھر سے لنترانیاں

یہ آسمان یہ زمیں ، نظارہ ہائے دلنشیں   انہیں حیاتِ آفریں ، بھلا میں چھوڑ دوں یہیں

ہے موت اس قدر قریں ، مجھے نہ آئیگا یقیں   نہیں نہیں ابھی نہیں ، ابھی تو میں جواں ہوں

نہ غم کشود و بست کا   بلند کا نہ پست کا

نہ بود کا نہ ہست کا   نہ وعدۂ الست کا

امید اور یاس گم ، حواس گم ، قیاس گم   نظر سے آس پاس گم ، ہمہ بجز گلاس گم ،

نہ مے میں کچھ کمی رہے ، قدح سے ہمدمی رہے   نشست یہ جمی رہے ، یہی ہما ہمی رہے ،

وہ راگ چھیڑ مطربا ! طرب فزا ، الم ربا   اثر صدائے ساز کا ، جگر میں آگ دے لگا

ہر ایک لب پہ ہو صدا نہ ہاتھ روک ساقیا   پلائے جا پلائے جا ، ابھی تو میں جوان ہوں

حفیظ جالندھری

جدید الشیوع قریشیوں کی تاریخی حقیقت

نمبر ۲

مراسی طبقہ میں یہ کہاوت زبان زد عام ہے کہ کپاس۔ کماد۔ کنک اور مراسی سے سب کچھ بن سکتا ہے۔

بادی النظر میں یہ بات بہت بڑی حد تک صحیح پائی جاتی ہے۔ کیونکہ مراسیت کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ پنجاب کے جاٹوں اور دیگر ہندی نژاد اقوام کے علاوہ چوہڑوں کے بھی مراسی۔ مراسیوں کے بھی مراسی۔ اور اسی پر ہی بس نہیں بلکہ سانپوں کے بھی مراسی۔

ازمنہ ماضیہ کی روایات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ایک زمانہ میں مراسی بلحاظ فن حاضر جوابی اور ظرافت و بذلہ سنجی کے امراکی محفلوں کے کھلونے سمجھے جاتے تھے۔ اور روزمرہ کی مشق کے لحاظ سے طلیق اللسانی ان کا عام پیشہ تھا۔ لیکن مابعد جوں جوں زمانہ بدلتا گیا۔ توں توں ان کے پیشہ کی اکتسابی نوعیت میں بھی فرق آتا گیا ؎

شد آں مرغ کو خانہ زریں نہاد
زمانہ دگر گون آئیں نہاد

بیسویں صدی عیسوی میں تو تعلیم جدید کے تاثرات نے کمین کلاس طبقہ کے پیشوں پر نہایت ہی متغیرانہ اثر ڈالا۔ چنانچہ اظہر من الشمس ہے کہ جس طرح واٹر ورکس کی طفیل پانی کے نلوں اور لاریوں نے جھیوروں اور سقوں کی ضرورت میں تخفیف پیدا کردی۔ اسی طرح ہارمونیم گراموفون اور ہز ماسٹرز وائس کی روز افزوں ترقی نے مراسیوں کے گانے کے آبائی پیشہ پر ایک کاری ضرب لگادی۔ تھیٹریکل کمپنیوں اور سینما کی کھیلوں اور تماشوں نے طبلہ کی تھاپ سارنگی کی سُر۔ اور رباب کے رواج کو مدہم کردیا۔ ڈاک خانہ اور تار کے محکمہ جات۔ نے شادی اور غمی کے پیغامات ڈوموں کے ذریعہ پہنچانے کے طریق کو یکسر بدل دیا۔ ریل۔ لاری۔ اور موٹر کی سواریوں نے سفر کی راہیں آسان کردیں۔ جس کی وجہ سے مراسیوں ایسے کمیوں کا خدمت میں ہمراہ رکھنا چنداں ضروری نہ رہا۔ تعلیم جدید کی روشنی نے رشتے ناطوں کی تلاش ڈوموں کے ذریعے لازمی نہ رہنے دی۔ شادی بیاہ کی تقاریب پر پرانے رواجات کے مطابق کلیان اور "فلانے آن" کا دستور

بہت بڑی حد تک جاتا رہا۔ خیرات کے طریقے بدل گئے۔ یتیم خانوں۔ خیراتی شفا خانوں اور دیگر رفاہِ عام کے کاموں نے مفت خوروں اور مانگتوں کے اسباب معیشت کو محدود کر دیا۔ زمینداروں کو شجرۂ نسب بتانے کا کام پٹواریوں نے سنبھال لیا۔ اور ہر گروہ کے تعلیم یافتہ طبقہ نے اپنی سرگزشت خاندانی حالات اور ڈائری کا لکھنا اپنے ذمے لگا لیا۔ پھر بھلا ایسی صورتوں میں کوئی مراسی اپنے آبائی پیشے کے ذریعہ گذر اوقات کرے تو کس طرح؟

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اور زمانہ کو رنگ بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ہندوستان کی وہ قومیں جو قوانین منو کے مطابق تمدنی پہلو کے لحاظ سے ہندوازم میں مراتب سوسائٹی میں ادنیٰ درجہ پر تھیں۔ تبدیل مذہب کے بعد بھی اپنی عادات و کردار اور پیشہ کے لحاظ سے اسلام کی نئی اور عالمگیر برادری میں بھی باعتبار تمدن نیچے درجہ پر ہی رہیں۔

لیکن حال ہی میں میراثی قوم کے افراد کو ایک اشتہار کے ذریعے ان الفاظ میں مخاطب کیا گیا ہے کہ "آپ کی قومی کمیٹی جمعیت القریش پنجاب لاہور نے آپ کے اس حقیقی دعویٰ قریشیت کو جو صدیوں سے بوجہ اقتصادی کمزوری کے آپ کے سینوں میں دبا چلا آتا تھا۔ عرصۂ چال سے از سرِ نو بہانگ دُہل بلند کیا ہے۔"

اور دوسری طرف انہی ایام میں اس قوم کے ایک فرد نے ہم سے استدعا کی ہے کہ "اگر یہ بالفرض بقول آپ کے قریشی اور عربی نہیں۔ تو ہندوستان کی کس قوم سے ان کا تعلق ہے؟ یہ امر اگرچہ ہمارے موجودہ فرائض میں داخل نہیں۔ لیکن اگر وہ اپنے آپ کو مجہول النسب خیال کرتے ہوں اور صحیح پتہ کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ تو ہم ان کو مایوس نہیں کرنا چاہتے۔ گو ہمارا اخلاق ہمیں ایسی تفصیل میں جانے کی اجازت نہ دیتا ہو۔

چونکہ کوئی تحقیر مقصود نہیں بلکہ تاریخی تحقیقات مطلوب ہے۔ لہٰذا متوجہ ہو جئے۔ بحوالہ مردم شماری ہندوستان رسال ۱۸۹۱ء جلد ۱۹ ستاھو صوبہ پنجاب۔ مراسی جس کو "امیر عادھی" بھی لکھا جاتا ہے۔ صوبہ کے گویئے اور شجرۂ نسب بتانے والے ہیں۔

بحوالہ رہبر سید وارث شاہ "مراسی" بحوالہ سٹوڈنٹ پریکٹیکل ڈکشنری "میراثی" یعنی گویا بلحاظ پیشہ موسیقی۔ بحوالہ گزیٹیر علاقہ کچھی (بلوچستان) گویا یعنی میراثی یا ڈومب۔ بحوالہ گزیٹیر مذکور Lori or Gypsy بحوالہ تاریخ بلوچستان۔ لوری یعنی ڈوم۔ اب ڈوم کی پیدائش کی تاریخی حقیقت ملاحظہ فرمائیے گا۔ وھو ہذا "ڈوم" یہ ایک ہندو اور مسلمان

جاتی ہے۔ ہندؤوں[1] ہی سے مسلمان بنائے گئے۔ ان کو کہیں ڈوم[2]۔ کہیں ڈُوم[3] اور کہیں ڈومب[4] کہتے ہیں۔ یہ ایک جنگلی[5] جاتی ہے۔ یہ بھارت[6] ورش کے ہر علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ راجپوتانہ میں بھی ہیں۔ جہاں یہ بہت غریب[7] ہیں۔ یہ اپنے جمانوں کی "پیڑھیاں[8]" (انساب) یاد رکھتے ہیں۔ اور جب ان کی کلیان کرتے ہیں تو دس دس بیس بیس پشتوں[9] تک سرِزبانی کہہ جاتے ہیں۔ اور ان کے اچھے اچھے گیت بنا کر سارنگی اور رباب پر گاتے[10] ہیں۔

دہرم شاستروں میں ان کی پیدائش "اُگر استری[11]" اور "کشتری[12] پتا" سے کہی ہے اس لئے تخم کی تفضیلت[13] کے لحاظ سے یہ جاتی "چھتری[14] ورن" میں شمار ہوتی ہے۔

دوسری روایت کے رو سے ڈوم لوگ راجہ[15] بین کے خاندان میں سے ٹھیرتے ہیں جس سے ان کی ایک شاخ بین بنسی مشہور ہے (بحوالہ مسٹر کروک)۔

لیکن ان کے بھیدوں (فرق) کے دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ ان میں کئی طرح کی جاتیاں[16] شامل ہیں جس سے ان کی حالت ہر جگہ ایک جیسی نہیں۔ جیسے تزکیہ۔ گیپر۔ گائے مار۔ گھارکر۔ چھرلی۔ چر بلیا۔ ست چو ہلیا۔ ہمند۔ اسربٹ۔ مہتان۔ نہرکارے۔ منگر ہا۔ نانہت۔ کیتھل۔ سوادور۔ جوگن۔ نگربند۔ بھوسیا۔ بڑہا۔ سرکھیا۔ بکسریا۔ گجریا اور لنگوٹیا۔

یو۔ پی۔ میں ڈوموں کی تعداد ۲۹۸۹۲۳ ہے جن میں سے ۲۸۲۶۳ مسلمان ہیں اور باقی ۲۷۰۶۶۰ ہندو۔

دیکھو رکشتری ونس پردیپ، مطبوعہ ۱۹۲۸ء جلد دوم۔ صفحہ ۱۷ و ۹۱۶۔

نہ یوں تم ادعا کرتے نہ ہم تردید یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

---

[1] مراسیو! ایں چہ؟ [2] بہ واو معروف۔ [3] بہ واو مجہول۔ [4] علاقہ کچھی (بلوچستان) میں ڈوم، ڈومب۔ مراسی اور لوری ہر چہار مستعمل ہیں۔ [5] ہندوستان کے جنگل کی۔ [6] اسی جگہ کی پیدا وار ٹھہرے۔ [7] سب جگہ ایسے ہیں۔ [8] پنجاب میں بھی یہ انکا پشتینی پیشہ ہے۔ [9] روزمرہ کی مشق کا نتیجہ ہے۔ [10] آبائی پیشہ ہے۔ [11] کھتری سے بیاہی گئی عورت شودرا ہن سے رات پن سنکیرن (دوغلا) ورن۔ دیکھو۔ پدم چندرا کوش سنسکرت۔ [12] راجپوت باپ۔ [13] فارسی زبان کے لفظ میرزادہ بروزن شہزادہ کی وجہ تسمیہ کیا؟ [14] ترشیت جدیدہ کجا رفت۔

[15] جدا مجد معلوم شد۔

[16] پنجاب میں بھی مراسیوں کی بے شمار گوتیں ہیں۔

یہ کہنا کہ میراسیوں یا ڈوموں کا وجود غیر مسلموں میں نہیں پایا جاتا۔ تاریخی ناواقفیت اور قلت معلومات پر مبنی ہے۔

Minstrel (Meraasi or Domb)

گویا یعنے میراثی یا ڈومب ۔ دیکھو۔ گزیٹیر علاقہ کچھی۔

پس میراثی یا ڈوم قوم کے وہ افراد جنہیں حال میں چار سال سے ادعائے قرشیت کا بنا شوق چرایا ہے۔ کشتری ونس پردیپ یعنے "چھتری خاندانوں کا چراغ" کی روشنی میں ڈوم کی پیدائش کے راز حقیقت کو معلوم کرلیں اگر احیاناً پہلے معلوم نہ ہو سے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

کیا اندریں صورت ڈوموں کو حدود عرب سے بھی کوئی جغرافیائی نسبت حاصل ہوسکتی ہے؟ چہ جائیکہ قوم قریش سے۔

آہ۔ کس قدر ناکامی ونامرادی اور کس قدر ذلت وندامت کا مقام ہے کہ نسب تو وہ ثابت ہو۔ جو دوغلاپن کی حقیقت کو افشا کرے۔ اور بین بنسی کا اطلاق ادعائے قرشیت کو باطل ٹھہرائے اور پھر تاریخی لحاظ سے اس نتیجہ کے مترتب ہونے کا موجب ہو کہ ازیں سو رانده وازاں سو درمانده۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

کاش کہ ادعائے قرشیت سے پہلے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لیا ہوتا۔ یا اپنے بڑے بوڑھوں ہی سے پوچھ لیا ہوتا۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آرد پشیمانی

ہمیں بے حد ہمدردی ہے۔ لیکن تاریخ ہمارے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا یہ بھی سن لیجئے کہ ویبسٹر ڈکشنری میں ڈوم یا لوری یا جپسی (Gypsy) کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

Gypsy (1) one of a vagabond race, whose tribes Coming... originally from India ...... Living by theft... (2) a dark Coloured person (3) a Cunning or crafty... Person.

ترجمہ۔ لوری (۱) آوارہ گرد قوم کا ایک فرد جس کی قبائل اوائل میں ہندوستان سے آئے۔ .... چوری وغیرہ پر گذارہ کرتے ہیں (۲) سیاہ فام آدمی (۳) مکار اور عیار آدمی۔ علاقہ جہالاوان

کے گزیٹیر مطبوعہ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۰۵ میں یوں مرقوم ہے۔ The Loris are known as rogues and vagabonds and their petty thieving and cheating are proverbial.

ترجمہ۔ لوری یا ڈوم۔ آوارہ گرد اور بدمعاش مشہور ہیں اور ان کی چھوٹی چھوٹی چوریاں اور دغابازیاں ضرب المثل ہیں۔

ایکٹ نمبر ۶۔ مجریہ ۱۹۲۴ء۔ متعلقہ اقوام جرائم پیشہ میں یوں مذکور ہے۔

The Criminal Tribes Act VI of 1924, List of notified Criminal tribes and Gangs in the Native States

Bharatpur State

"Gypsy tribes".

ترجمہ دیسی ریاستوں میں مشتہر شدہ جرائم پیشہ اقوام یا گروہ کی فہرست۔ ریاست بھرتپور "لوری اقوام" یعنے ریاست بھرتپور میں منجملہ چند دیگر افراد یا اقوام کے "لوری یا ڈوم" جرائم پیشہ قوموں میں داخل ہیں۔

اب یہ بتلانا ہمارے لئے ضروری نہیں کہ جرائم پیشہ لوگوں کی نقل و حرکت اور ان کے بود و باش کے متعلق کس قسم کی نگرانی اور کس قدر پابندی روا رکھی جاتی ہے اور ان کو سوسائٹی اور حکومت کس نگاہ سے دیکھتی ہے؟ اگر ضرورت ہو۔ تو کسی ذمہ وار پولیس آفیسر سے معلوم کر لیجئے۔

لوری یا ڈوم قوم کی اپنی ایک جداگانہ بولی بھی ہے جس کے متعلق مردم شماری ہندوستان سال ۱۹۰۱ء متعلقہ بلوچستان۔ جلد ۵ حصہ اول کے صفحہ ۱۷۔ میں یوں لکھا ہے:۔

Lorichini is spoken by the Loris or professional musicians ...... and is probably a Gypsy language.

ترجمہ۔ لوری چینی لوریوں یا پیشہ ور مطربوں میں رائج ہے۔ اور غالباً یہ "جپسیوں" کی زبان ہے۔

گانا میراثیوں کا آبائی اور قدیمی پیشہ ہے۔ اسی لحاظ سے سٹوڈنٹ پریکٹیکل ڈکشنری میں "میراثی" کے معنے یوں بیان کئے گئے ہیں۔

A Singer by hereditary profession.

یعنے گویا بلحاظ پیشہ موروثی۔

جنگ یا امن کے ایام میں چونکہ گھوڑوں کی نعلبندی اور معمولی ضروریات از قسم چوب کی سرانجام دہی بھی بلوچستان میں لوریوں ہی کے ذمے ہے۔ اسلئے ما ورائے اپنے آبائی پیشہ کے لوہارہ اور ترکھانہ کام کی طرف بھی ان کو رجوع کرنا پڑا۔ چنانچہ بلوچستان کے علاقۂ جھالاوان کے گزیٹیر مطبوعہ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۰۹ میں یوں مرقوم ہے۔

The artisans are chiefly derived from among the Lories.... Their chiefly occupations are those of blacksmith, carpenter, bard, and musician.

ترجمہ۔ کاریگر عموماً لوریوں میں سے ہوتے ہیں . . . . ان کے بڑے بڑے پیشے لوہار ترکھان بھٹ اور گویا ہیں۔

علاقہ جھالاواں کا مجموعی رقبہ اکیس ہزار ایک سو اٹھائیس (۲۱۱۲۸) مربع میل ہے۔

۱۸۹۴ء میں جبکہ میں "چیف آف جھالاواں" کا اتالیق تھا۔ تو اس وقت وہاں ایک قبائلی جنگ کا نظارہ بھی دیکھا جس میں فریقین کے لوری (میراثی) اپنے اپنے کیمپ کے لشکر کا دل بڑھانے کے لئے فی البدیہ رزمیہ اشعار گاتے [۴] اور براہوی زبان میں ان کے آباؤاجداد کے جنگی کارنامے یاد دلاتے ہوئے بکوشید۔ بجوشید۔ بخروشید۔ اور سربفروشید کے نعرے لگاتے تھے۔ قاموس العلوم والفنون یعنے سائیکلوپیڈیا آف انڈیا۔ جلد سوم۔ مطبوعہ ۱۸۷۳ء میں میراثیوں کے اس قبیل پیشہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

In Sind, the Mirasi is a bard, who accompanied his... chief to the field and sang the Shair or War song during the combat.

ترجمہ۔ سندھ میں میراثی ایک بھٹ ہے۔ جو اپنے آقا (جہان) کے ہمراہ میدان میں جاتا اور دورانِ جنگ میں شعر یا جنگی گیت گاتا۔ کی تصدیق ہو چکی۔

قطع نظر اس کے پنجاب ہی میں نہیں بلکہ میراثی قوم کے افراد جہاں جہاں پہنچے۔ اپنی ہجوگوئی عادات کو بھی ساتھ ہی لیتے گئے۔ چنانچہ بلوچستان کے علاقہ جھالاوان کے گزیٹیر مطبوعہ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۲۳ میں یوں مندرج ہے۔

[۴] اور اکساہٹ پیدا کرنے کیلئے جوش و خروش سے ڈھول پیٹتے۔

The Doris were specially dreaded for their ability to compose satirical poems.

ترجمہ۔ میراثیوں سے خاص طور پر اسلئے خوف کیا جاتا تھا کہ وہ ہجویہ[1] نظمیں مرتب کرنے میں دستگاہ رکھتے تھے۔

جھالاواں میں شادی کے موقعہ پر ایک خاص قسم کے ناچ کا رواج ہے جس کو بروہی زبان میں "چاپ[2]" کہتے ہیں۔ گزیٹیر مذکور کے صفحہ ۱۱۹ میں اس کا یوں تذکرہ کیا گیا ہے۔

The dancers move in a circle, clapping their hands. Dori generally stands in the centre and beats the drum.

ترجمہ۔ رقاص دست افشانی کرتے ہوئے ایک دائرہ میں حرکت کرتے ہیں۔ اور مرکز میں ایک میراثی کھڑا ہو کر ڈھول پیٹتا ہے۔

گانا بھی میراثیوں کے پیشہ میں داخل ہے جس کا ذکر گزیٹیر مذکور کے صفحہ مذبور میں یوں کیا گیا ہے۔

Singing is also a popular amusement, but is practised generally by Doris, who make a speciality of ballads ---- commemorating tribal heroes, each tribe generally possessing a musician whose whose services are requisitioned on festive - occasions.

ترجمہ۔ موسیقی بھی عام پسند تفریح ہے۔ لیکن عام طور پر یہ میراثیوں تک ہی محدود ہے۔ جن کا پیشہ قومی بہادروں کی شان میں گیت تصنیف کرنا ہے۔ عام طور پر ہر ایک قوم کا اپنا اپنا مطرب (گویا) ہوتا ہے۔ جس کی خدمات سے مختلف تیوہاروں کے موقعہ پر استفادہ کیا جاتا ہے۔ پس یہ ہے مراسی قوم کے افراد کے حسب و نسب۔ پیشہ۔ عادات و اطوار۔ اور خصائل و خصائص کی تفصیلات کا ایک مرقع۔ جس سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ شرافت و نجابت۔ اور غیرت و حمیت جو قریش کا خاص جوہر ہے۔ اس کے ساتھ ان کو کوئی دور کی نسبت بھی ہو سکتی ہے؟

---

[1] بزبانِ پنجابی "سٹھ جوڑنا" جو میراثیوں کا عام شیوہ ہے۔

[2] پنجاب کے "بھنگڑا" سے مشابہ۔

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

اب مراسیت کے لئے صعب ترین مشکل اور اٹل مصیبت یہ ہے کہ تاریخ و جغرافیہ، فارسی اور ہندی لٹریچر، گزیٹیر اور مردم شماری کی رپورٹوں کی تصریحات اور عام واقعات اس کو قرشیت کی ہوا کے نزدیک تک نہیں پھٹکنے دیتے اور سدِ سکندری کی طرح حائل ہیں۔

سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماریٔ ہندوستان۔ جلد ۴ متعلقہ بلوچستان حصہ اول مرتبہ مسٹر ڈینیز برے[1]۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ کے صفحات ۱۷۳ و ۱۷۴ کا بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

Census of India, 1911 Volume IV Baluchistan Part 1 by Denys Bray, I.C.S. Page 173, 174

Lori of more than local interest, I fancy, are the Lori, who ought to have little difficulty in worming themselves into any congregation of the catholic brotherhood of gypsies all the world over. They are dispersed throughout the whole country, and reach far away into persia and beyond. Asked about their origin, they usually spin some yarn connecting them with the particular race among whom they live.. .... By craft they are tinkers, first and last; after their own fashion they work well enough in gold and silver; they are not bad hands at carpentry; they are expert .... beggars; several of them are dumb

---

[1] سنہ ۱۹۱۱ء میں جب آپ مردم شماری بلوچستان کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ تو بحیثیت مستوفی مجھے بمقام بھاگ آپ سے شرفِ تعارف حاصل ہوا۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں جب آپ ایجنٹ گورنر جنرل و چیف کمشنر بلوچستان کے فسٹ اسسٹنٹ تھے۔ تو آپ نے ایک اہم معاملہ میں جو میری ذاتِ خاص سے متعلق تھا۔ ازراہ انصاف معقول معاونت فرمائی۔ جس کا میں شکرگذاری کے ساتھ معترف ہوں۔ اب آپ "سر" کے معزز خطاب سے مفتخر اور گورنمنٹ آف انڈیا کے فارن سکرٹری ہیں۔ قاضی۔

or professional minstrels; the wives of the domb are the midwives of the Country .... It is in Makran. Therefore, that we find the Lori in his element. And this is the way this merry, careless, ne'er-do-weel gypsy - this tinker, goldsmith, minstrel, ballad-monger, donkey-coper, juggler, circumcisor, quack, this jack-of-all-trades, everything by starts and nothing long - sums up the story of his life: .... "Wanderers we were born, wanderers we live, and wanderers we shall die. When our bellies are full we pray. When our bellies are empty, we cheat - for are we not the rightful sharers in the food and the drink of you all? No birthplace nor home nor burying-ground is ours. Our birth is in the jungle and the*

(ترجمہ) مقامی دلچسپی سے زیادہ اہمیت رکھنے والا میرے خیال میں لوری فرقہ ہے جس کو دنیا جہان کے وحشیوں کی کسی وسیع المشرب برادری کے ساتھ ملنے میں مطلقاً کوئی دقت نہیں ہو سکتی۔ وہ تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ایران اور اس سے پرے تک پہنچے ہوئے ہیں اگر ان کے حسب و نسب کے متعلق ان سے پوچھا جائے تو وہ بالعموم اپنا تار و پود اُس خاص قوم کے ساتھ وابستہ کر لیتے ہیں جس کے ساتھ کہ وہ رہتے ہیں ...... بلحاظ پیشہ از اول تا آخر وہ ٹین ساز ہیں۔ اپنی طرز کے مطابق وہ سونے اور چاندی کا اچھا کام کر سکتے ہیں۔ نجاری میں برے نہیں ہیں۔ گداگری میں کمال رکھتے ہیں۔ کئی ان میں سے ڈومب یا پیشہ ور مطرب ہیں۔ ڈوموں کی مستورات ملک بھر میں دایہ گری کا کام کرتی ہیں .... لیکن علاقہ مکران میں لوری کو ہم اپنے صحیح عنصر میں دیکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ خوش باش۔ لا اُبالی۔ رند لم یزل۔ خانہ بدوش۔ ٹین ساز۔ سنار۔ گویا۔ کبت گو۔ خرکش۔ مداری۔ ختنہ کرنے والا۔ نیم حکیم۔ ہرفن مولیٰ۔ ہر ایک امر میں جلد باز۔ لیکن کسی امر میں بھی پائیندگی نہ رکھنے والا ہے۔ وہ اپنی داستانِ زندگی کو ان الفاظ میں تلخیص کرتا ہے کہ "ہم خانہ بدوش ہی پیدا ہوئے۔ خانہ بدوش ہی جیئے۔ اور خانہ بدوش ہی مریں گے۔ جب ہم شکم سیر ہوتے ہیں تو اُس وقت تحمید کرتے ہیں اور جب ہمارا

۵؎ بہرام گور کے وقت سے۔ جس کو ۱۵۰۰ سال کا عرصہ ہوا۔

* desert: the desert and the jungle are our home and our grave."

پیٹ خالی ہوتا ہے۔ تو دسیسہ کاری یا خدائی کرتے ہیں۔ کیا ہم آپ سب کے سامان خورد و نوش میں جائز حصہ دار نہیں ہیں؟ نہ ہمارا کوئی مولد و منشا ہے۔ نہ ہمارا کوئی مسکن۔ اور نہ کہیں ہمارا مدفن۔ ولادت ہماری جنگل۔ گھر گھاٹ ہمارا بیابان۔ اور قبر ہماری صحرا۔

اب ایک طرف یہ تمام تر تاریخی حقیقت ہے۔ اور دوسری طرف مراسیت کا ادعائے قرشیت۔ پس ناظرین کرام اب از راہِ انصاف خود ہی فرمائیں کہ پنجابی زبان کی اس ضرب المثل کا کہ

ذات دی کوہڑ کرلی چھتیراں نوں جپھے

محل استعمال کیا ہے؟۔

جو جنگل کی جاتی سے موسوم تھے	وہ بنتے ہیں فخرِ زمن دیکھ لو
جو کرتے تھے جھک جھک کے سو سو سلام	انہیں اور ہی اب لگن دیکھ لو
کریں دعوئے برتری بوالعجب	تماشائے چرخِ کہن دیکھ لو

گوجرانوالہ
یکم نومبر ۱۹۲۸ء

قاضی نظیر حسین فاروقی مستوفی (ریٹائرڈ)

نقد و نظر

"روزگار"

اس نام سے القریش کے سائز و حجم کے برابر ہمارے دوست منشی عبدالرحمن صاحب نے علمی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، زراعتی، صنعتی، تجارتی اور طبی مضامین کا ایک ماہوار رسالہ امرتسر سے جاری کیا ہے جس کا دوسرا نمبر اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ معمولہ فوق عنوانات کے تحت چھوٹے چھوٹے مگر مفید، دلچسپ اور پراز معلومات مضامین بہم پہنچانے میں نہایت محنت و عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے۔ صنعتی اور اقتصادی مضامین میں گوناگوں مفاد کی باتیں اور عملی صورتیں بتلانے کیلئے وسیع معلومات اور بہت بڑی ذخیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسالہ کی ترتیب تنظیم اور تکمیل اس بات کی شہادت ہے کہ "روزگار" نے اس کیلئے خاص اہتمام و التزام کر لیا ہے۔ ملک اور خاص کر مسلمانوں کی اقتصادی حالت اس بات کی محتاج ہے کہ ایسے مشیروں کی قیمتی رائوں سے استفادہ کرنے کیلئے ذوق و شوق کا اپنے بڑھایا جائے۔ "روزگار" صوری و معنوی حیثیت میں دلفریب و دیدہ زیب ہے۔ قیمت سالانہ عہ/ منیجر "روزگار" امرتسر سے طلب کیجئے۔

وطن

مشہور ادیب اور صحیفہ نگار مولانا انشاء اللہ صاحب کا مشہور ہفتہ وار اخبار آپکی وفات کے بعد نئی ادارت میں نئی معلومات لئے ہوئے نئے سائز پر نکلنا شروع ہوا ہے۔ محنت و عرق ریزی سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ دعا ہے کہ ترقی کرے اور مرحوم کی یاد زندہ رہے۔ منیجر صاحب اخبار "وطن" لاہور سے طلب فرمائیے۔

بزمِ قریش

انجمن قریشیان پنجاب

۲۹ اکتوبر کے جلسہ کی کارروائی انجمن کا یہ جلسہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے مناسب خیال کرتا ہے کہ انجمن کے اجلاس منعقدہ ۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء کی کارروائی کی ایک نقل جناب سر جان سائمن کے سی ای او کے سی صدر انڈین تحقیقاتی کمیشن کی خدمت میں بھیجی جائے، محرک، ڈاکٹر فیروز الدین قریشی ڈینٹل سرجن، موید، پیر محمد شاہ فاروقی انگلش ماسٹر،

انجمن کے اجلاس منعقدہ ۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء کی کارروائی کی نقول مختلف تاریخوں پر حسب ذیل مختلف مقامات پر بھیجی گئیں،

جناب ہز اکسلنسی گورنر صاحب بہادر پنجاب لاہور، جناب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب لاہور، جناب سر جان سائمن صاحب بالقابہ لاہور، جناب کمشنر صاحب قسمت لاہور، ڈپٹی کمشنر صاحبان اضلاع لاہور، شیخوپورہ، گورداسپور، گوجرانوالہ، امرتسر، سیالکوٹ، جناب کمشنر صاحب قسمت ملتان، ڈپٹی کمشنر صاحبان اضلاع ملتان، مظفرگڈھ، ڈیرہ غازی خاں، جھنگ، لائل پور، منٹگمری، جناب کمشنر صاحب قسمت راولپنڈی، ڈپٹی کمشنر صاحبان اضلاع راولپنڈی، سرگودھا، جہلم، گجرات، میانوالی، اٹک، جناب کمشنر صاحب قسمت انبالہ، صاحبان ڈپٹی کمشنران اضلاع انبالہ، حصار، رہتک، گوڑگانوں، کرنال، شملہ، جناب کمشنر صاحب قسمت جالندہر، ڈپٹی کمشنر صاحبان اضلاع جالندہر، کانگڑہ، ہوشیارپور، لدھیانہ، فیروزپور،

جن احباب نے رکنیت انجمن منظور فرمائی ہے، انکے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہیں، (۱) ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی، (۲) ڈاکٹر سید محمد عبد اللہ شاہ صاحب بخاری، (۵ نومبر ۱۹۲۸ء)

۳ نومبر کے غیر معمولی اجلاس کی کارروائی انجمن قریشیان پنجاب جناب ہز اگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام شہریار دکن خلد اللہ ملکہ کے دار السلطنتہ ہند میں نزول اجلال فرمانے پر حضور اقدس کی خدمت اقدس میں دلی خلوص اور عقیدت سے ہدیۂ خیر مقدم پیش کرتی ہے اور مخلصانہ دعا کرتی ہے کہ خدائے ذوالجلال حضور ارفع و اعلیٰ کی ذات شاہانہ کو باحشمت و اقبال زمانہ دراز تک زندہ و سلامت رکھے،

محرک، مولوی محمد علی رونق صدیقی ایڈیٹر رسالہ القریش امرتسر، موید قاضی نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی ذیلدار سیٹلمنٹ، گوجرانوالہ

To

His Exalted Highness مضمون تلغرام،

The Nizam of Deccan, Delhi

Anjuman i Quraishian i Punjab offer their heartiest and most cordial tribute of welcome to your Exalted Highness on your Exalted Highness's visit to the Capital of India and fervently pray that the Almighty God may in grace grant a long lease of life and prosperity to your royal Personage. ________

جن برادران گرامی نے توسیع اشاعت میں امداد فرمائی اور جو معاون ہوئے ان کے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہیں، کوشش کیجئے کہ اشاعت میں کچھ ترقی ہو،

(۱) قریشی میاں عبدالقادر صاحب انسپکٹر پولیس ، بتوسل قریشی محمد ایزد بخش صاحب ،

(۲) ڈاکٹر ایم محی الدین صاحب صدیقی " صوفی عبدالغنی صاحب ،

(۳) ایک خریدار کی قیمت منجانب ڈاکٹر ایم محی الدین صاحب صدیقی ،

(اس قیمت میں حکیم مولوی علم الدین صاحب کے نام رسالہ جاری کر دیا گیا)

(۴) قریشی فضل حسین صاحب سب اوورسیر ، خود

(۵) قریشی فضل الرحمٰن صاحب سب انسپکٹر بتوسل شیخ غلام حسین صاحب شاکر

(۶) حکیم عالم شاہ صاحب پٹواری " مولوی امیر علی صاحب فاروقی

(۷) منشی چراغ الدین صاحب قریشی " " " " "

(۸) شیخ حیدر بخش صاحب سپروائزر " قریشی عبدالرشید صاحب جنرل مرچنٹ

کل میزان بشمول تعداد مطبوعہ اکتوبر ۴۵ + ۸ = ۵۳ ،

مکرمی قریشی ایزد بخش صاحب نے ماہانہ امداد کی دوسری قسط ارسال فرما کر مشکور فرمایا ، اور مولینا انعام اللہ صاحب صدیقی نے پانچ روپے کی رقم القریش کے ہفتہ وار فنڈ میں اور پانچ روپے کی رقم قومی اجلاس کے اخراجات کیلئے ارسال فرما کر اپنی قومی حمیت کا ثبوت دیا ، فجزاہم اللہ احسن الجزاء ،

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے "شہزادہ آزاد جواب دیں" سے متعلق مستفسر صاحب سے اکتوبر کے رسالہ میں جو خواہش کی تھی، اسکے جواب میں اطلاع موصول ہوئی ہے، کہ مستفسر صاحب عنقریب اس بارہ میں ایک جامع اور مبسوط ...

[illegible]

واقعات و حوادث

تاجدار دکن کا سفر

روانگی از حیدرآباد اعلیحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطانہ اس قصر شاہی کا جو حضور نے دہلی میں تعمیر کرایا ہے، خود بدولت معائنہ فرمانے اور رسم افتتاح ادا کرنے کیلئے دہلی تشریف لائے ہیں، حیدرآباد دکن سے یکم نومبر پانچ بجے شام آپ اور آپکے حسب ذیل ارکان دولت کو شاہی سلامی کے ساتھ

بسفر رفتنت مبارک باد　　　　بسلامت روی و باز آئی

کی دعاؤں کے ساتھ وداع کیا گیا،

(۱) شہزادہ میر حمایت علی خاں اعظم جاہ بہادر ولیعہد
(۲) شہزادہ میر معظم جاہ بہادر
(۳) شہزادہ اصالت جاہ بہادر برادر شاہ جمجاہ
(۴) شہزادہ بسالت جاہ بہادر برادر شاہ جمجاہ
(۵) نواب اظہر جنگ بہادر منتظم اعلیٰ مہمات ذات خاص شاہانہ
(۶) نواب سر امین جنگ بہادر چیف سکرٹری
(۷) نواب افسر الدولہ بہادر کمانڈر انچیف،
(۸) نواب عثمان یار الدولہ کمانڈر افواج شاہی،
(۹) نواب مہدی یار جنگ بہادر معتمد سیاسیات،
(۱۰) نواب ناصر نواز الدولہ بہادر مصاحب
(۱۱) نواب قدرت نواز جنگ بہادر مصاحب
(۱۲) حبیب یار جنگ بہادر
(۱۳) مسٹر بریڈ گاسٹ اتالیق صاحبزادگان
(۱۴) مسٹر ہوگاف،

مہاراجہ دتیا کیطرف سے پر تکلف دعوۃ، اعلیحضرت قدر قدرت کی سپیشل ٹرین بمبئی سے ہوتی ہوئی جب ریاست دتیا کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو فرمانروائے دتیا کی خواہش پر حضور وہاں ٹھیر گئے، مہاراجہ بہادر دتیا اور آپکے وزیر اعظم خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد نے سٹیشن پر آپکا پرجوش خیر مقدم کیا اور ۲۱ توپ کی سلامی کے بعد حضور کو ارکان شاہی سمیت قلعہ میں لیگئے، جہاں ولیعہد دتیا نے دربار ہال کی ڈیوڑھی میں حضور کا خیر مقدم کیا۔ ریاست کے اعلیٰ حکام و سرداران حضور میں پیش کئے گئے،، اور ۳۲ مہمانوں کے سامنے خالص سونے و چاندی کے برتنوں میں کھانا پیش کیا گیا، ازاں بعد مہاراجہ نے اعلیحضرت کا جام صحت تجویز کیا اور آپکی تشریف آوری پر فخر و مباہات کا اظہار کیا

موکب شاہی کا ورود دہلی اہل دہلی اور دیگر مشتاقین دیدار کو بذریعہ خاص اعلان معلوم ہو گیا تھا کہ جہاں پناہ کی سپیشل ٹرین ۴ تاریخ کو دہلی ریلوے سٹیشن پر پہونچ جائیگی الوگ جوق در جوق سٹیشن کیطرف رواں دواں دوڑنے لگے اور اس قدر مجمع ہوا کہ دہلی ریلوے سٹیشن سے نظام الدین اولیا کے ریلوے سٹیشن تک انسانوں

کے دل کے دل لگ گئے اور تین چار میل تک سڑک کے اطراف وجوانب آدمیوں کا ایک جنگل نظر آتا تھا شوق و انتظار میں مضطربانہ نگاہیں اٹھ رہی تھیں اور لوگ فرط عقیدت میں کھڑے تھے، کہ ٹھیک ۱۱ بجے دن سپیشل سٹیشن پر پونچگئی، چونکہ اعلیٰحضرت کے ہمراہ پردہ نشین بیگمات تھیں اور سٹیشن پر چاروں طرف پردہ کا انتظام کردیا گیا تھا، اسلئے عوام حضور کے شرف دیدار سے بہرہ ور نہ ہوسکے، ایک بجے سپیشل قصر شاہی کیطرف روانہ ہوگئی اور مجمع مایوسی کیساتھ منتشر ہوگیا۔

دہلی میں چہل پہل | ہندوستان کے مختلف مقامات سے لوگ جہاں پناہ کے خلوص عقیدت سے کھنچے چلے آئے ہیں، اس لئے دہلی میں غیر معمولی رونق ہے، مطابع میں سپاس نامے، قصیدے اور معروضے اس کثرت سے چھپ رہے ہیں کہ کوئی حساب نہیں، اہل مطابع کو دم لینے کی بھی فرصت نہیں، خواجہ حسن نظامی نے اس تقریب پر "نظام گزٹ" نامی ایک اخبار جاری کردیا ہے، جو دن میں دو بار صبح و شام شائع ہوتا ہے اور حضور نظام عالی مقام سے متعلقہ خبریں بہم پہونچاتا ہے،

پہرہ کا انتظام | اعلیٰحضرت کے قصر کے چاروں طرف فوجی پہرے دار رات دن رہتے ہیں، پولیس کی ڈیوٹی بھی ہے جو باوردی و بے وردی چاروں طرف گشت لگاتی رہتی ہے، صدر دروازہ پر ایک بڑا خیمہ دریافت و معلومات کیلئے نصب کیا گیا ہے وہاں ہر قسم کے سائل جمع رہتے ہیں، مہمانوں اور ملاقاتیوں کیلئے ایک اور خیمہ نصب کیا گیا ہے، تاکہ جو لوگ بارگاہ عالی میں حاضر ہونے والے ہوں وہ یہاں بیٹھ کر شاہی حکم کا انتظار کریں،

پرچم شاہی | قصر شاہی کے گنبد پر شاہی پرچم لہراتا ہے اور دیکھنے والوں کو دور سے بہت بھلا معلوم دیتا ہے،

وائسرائے سے ملاقات | ۶ تاریخ کو حضور وائسرائے نے اعلیٰحضرت کو لنچ میں مدعو کیا اور ۷ کو خود وائسرائے اعلیٰحضرت کے محل مبارک میں تشریف لےگئے، جہاں آپ کے ساتھ چائے نوش کی،

پرانے قلعہ کا معائنہ | ۸ تاریخ کو اعلیٰحضرت بنفس نفیس تنہا پرانے قلعہ میں تشریف لےگئے کوئی امیر و مصاحب آپکے ہمراہ نہ تھا، قلعہ کے اندر جاکر حضور نے شیرشاہ کی مسجد اور شیر منزل کو بڑے غور سے ملاحظہ فرمایا،

نماز جمعہ | ۹ نومبر کو اعلیٰحضرت حضور نظام سرکاری طور سے پہلی بار پرانی دہلی میں تشریف فرما ہوئے، نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد تشریف لےگئے، ایک بڑے مجمع نے اللہ اکبر کے نعروں سے آپکا استقبال کیا، ہجوم اسقدر تھا کہ ایک مسجد کا مینار جس پر بہت آدمی چڑھے ہوئے تھے گر پڑا چند اشخاص مجروح ہوئے، حضور ممدوح جب شاہی دروازہ سے جامع مسجد میں داخل ہوئے اور لاکھوں مسلمانوں کی معیت میں نماز جمعہ ادا فرمائی تو لوگوں میں عہد مغلیہ حکومت کی یاد تازہ ہوگئی، تمام نمازیوں نے اعلیٰحضرت کے جاہ وجلال کی زیادتی کے لئے بارگاہ الٰہی میں مخلصانہ دعائیں کیں، امام مسجد نے وعظ کے دوران میں حضور اقدس کی سلامتی و اقبال کے لئے دعائیں کیں،

آپکا قیام دہلی | معلوم ہوا ہے کہ حضور ممدوح الشان کم وبیش تین ہفتہ دہلی میں سکونت فرما رہینگے،

(باقی حالات پھر درج ہونگے)

سائمن کمیشن اور پبلک

۲۰ فروری کو کمیشن کا ورود ساحل ہند پر ہوا، اب تک مختلف مقامات پر کئی ایک اجلاس ہو چکے ہیں، تعاون و عدم تعاون کے متعلق قائدین ملک کوئی بہترین لائحہ عمل تجویز نہیں کر سکے، یہی وجہ ہے کہ کوئی صحیح راہ اختیار نہیں کی جا سکی، اس سلسلہ میں نہرو کمیٹی نے جو رپورٹ مرتب کی ہے متفقہ طور پر نہ وہ قبول کی گئی اور نہ وہ اس قابل ہے کہ اسے قبول کیا جائے، اس میں بڑا نقص اور قابل اعتراض بات یہ ہے کہ وہ خواتین کو پولنگ سٹیشنوں پر آنے کی دعوت دیتی ہے، پردہ نشین خواتین کو بے نقاب کرنا چاہتی ہے جس کی تہ میں اسلامی روایات کو مٹا دینے کا راز مضمر ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا غالب حصہ اس کمیٹی کی سفارشات کو تسلیم نہیں کرتا اور مخالف ہے، مستند اخبارات اور معتبر لیڈر باہم دست و گریباں ہیں اور قوم میں کی الجھنوں میں یہ قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے،

۳۰ اکتوبر کو سرکاری کمیشن کا ورود لاہور میں ہوا، دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہو جانے کے باوجود ارکان خلافت و کانگرس نے جلسے کئے، جلوس نکالے اور زبردست مظاہرہ کیا، دوسری جانب تعاونی لوگوں نے پرتپاک استقبال کیا، ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ دورنگی آخر کیا رنگ پیدا کرے، سچ تو یہ ہے کہ ملک میں ایک فرد بھی تو ایسا نہیں جو نفسیات اور ذاتیات سے بے نیاز ہو کر صحیح معنوں میں ملک کی خدمت کر رہا ہو، اور یہی وہ خامی ہے جو کشتی امید کو ساحل مراد پر پہنچنے نہیں دیتی، خدا فضل کرے،

ایک جاذبِ توجہ بیان

سر جان سائمن اور رفقا نے لاہور میں اپنی کارروائی شروع کر دی ہے، ہندو مسلمان اور سکھ بیانات قلمبند کرا رہے ہیں اور اپنے اپنے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مطالبات کر رہے ہیں، لیکن ان تمام میں اگر کوئی جاذب توجہ اور انقلاب انگیز بیان یا مطالبہ ہے تو وہ ان لوگوں کا ہے جنہیں "شودر" یا "اچھوت" کہا جاتا ہے، ان کی قومی سوسائٹی "آد دھرم منڈل آف پنجاب" کی طرف سے ایک میموریل پیش کیا گیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ "ہم اس قوم میں سے ہیں جو آرین قوم کے ہندوستان میں حملہ آور ہونے سے پیشتر آج سے پانچ ہزار برس پہلے حکومت کرتی تھی، مہذب آرین کی وحشیانہ ذہنیت نے ہمیں جنگلوں میں دھکیل دیا، آرین جن کی موجودہ نسل اپنے آپکو اونچی ذات کہتے ہیں، ہمارے ساتھ بہت بیرحمانہ سلوک کرتے آئے ہیں، ہماری قوم میں تعلیمیافتہ اور قابل آدمی ہونے کے باوجود ہمیں کوئی اعلیٰ سرکاری جگہ نہیں دی جاتی" آریوں کے مظالم کا درد انگیز لہجہ میں ذکر کرتے ہوئے "آد دھرم منڈل" کے اس وفد نے کہا، کہ "ہماری ہی تعداد کے حقوق سے ہندو ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، ہمارا ہندو مذہب میں اعتقاد نہیں اور نہ ہی اس کے لئے عزت ہے، ہم ہندوؤں کے ساتھ سوشل یا پولیٹکل تعلق نہیں رکھنا چاہتے، ہم اپنے آپکو ہندو کہلانا پسند نہیں کرتے، موجودہ حالات میں ہم سوراج نہیں چاہتے، کیونکہ اس کا مطلب ہندوؤں کا اجارہ ہوگا" اور مطالبہ کیا کہ "منو سمرتی اور دیگر ایسی کتابیں جنمیں ہمارا ذکر بے عزتی سے کیا گیا ہے، ضبط کی جائیں" اس کے بعد برابر کے حقوق کا مطالبہ کیا گیا ہے، ہندو حلقوں میں اس میموریل نے ایک سنسنی سی پیدا کر دی ہے، دیکھیں اب ہندو جماعت کیا رویہ اختیار کرتی ہے اور انکی قسمت کا کیا فیصلہ ہوتا ہے،

ایک سحر خیز انکشاف

ارکان خلافت کی سرفروشیوں نے مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا، ان کے ایک اشارہ پر جان و مال تک نثار کر دینے میں دریغ نہ تھا، لیکن افسوس کہ عمائدین خلافت کی بعض بے اعتدالیوں نے یہ سارا وقار و اعتماد ضائع کر دیا، روپے پیسے کے معاملہ میں اگر کوئی شخص، جماعت یا فرقہ اپنا فرض محسوس نہیں کرتا تو اس کی تمام خدمات تمام قربانیاں اور جانفروشیاں حباب آسا مٹ جاتی ہیں، وقار و اعتماد اٹھ جاتا ہے اور قوم اسے عزت کی نگاہ سے دیکھنے کیلئے تیار نہیں ہوتی، بالعینہ یہی حالت ارباب خلافت کی ہوئی، عوام کو شکایت ہے کہ مالیات کے معاملہ میں انہوں نے کامل احتیاط کے ساتھ کام نہیں لیا، اور یہ شکایت اب بھی کسی نہ کسی صورت میں تازہ ہو جاتی ہے، چنانچہ حال ہی میں ½ ۲۲ ہزار روپے کا اسراف بیجا کا حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے، یہ گرانقدر رقم مولانا محمد علی صاحب نے لنڈن کے انگریزی اخبار "ڈیلی ہیرلڈ" کو اس غرض کے لئے عطا کی تھی کہ اخبار مذکور ملوکیت پرستی کے خلاف جہاد کرے، معاصر ذوالقرنین کا بحوالہ اودھ اخبار بیان ہے کہ اس گرانقدر بذل و بخشش کا خلافت کے حسابات میں کہیں ذکر تک نہیں کیا گیا، یہ ہیں وہ باتیں جو مجلس خلافت کی بدنامی اور تباہی کا موجب ہوئیں اور یہ ہیں وہ بے پروائیاں جو قوم سے روا رکھی گئیں اور یہ ہیں وہ بد اعتدالیاں جو نیک و بد سب کو ایک نظر دیکھنے کیلئے مجبور کرتی ہیں، انا للہ و انا الیہ راجعون،

اخبار مذکور لکھتا ہے کہ حضرت مولانا اب جب ولایت تشریف لیگئے، تو آپ نے شاید اس خیال سے کہ اخبار مذکور نے وعدہ ایفا نہیں کیا رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا جس پر گاندھی کے پورے منیجر نے آپ کو ٹکا سا جواب دیدیا کہ میاں کس سے بات کرتے ہو ہم تو آپ کو جانتے ہی نہیں، حضرت مولانا صاحب یہ سنکر دم بخود رہگئے، اور ضرورت سمجھی کہ پبلک، تقریروں کے ذریعہ سے اخبار مذکور پر زور ڈالیں، ہمعصر مذکور کا خیال ہے کہ مولانا کو یہ رقم اگر اب بھی خاموشی کے ساتھ وصول ہو جاتی تو پبلک کو خبر تک نہوتی، لیکن ایسا نہ ہوا اور راز کھل گیا، یہ ہے مسلمانوں کی حالت، یہ ہیں انکے معتمد، بھائی کو بھائی کھا رہا ہے، ابھی یہ تو کیسے سنبھلیں تو کیونکر، فاعتبروا یا اولی الابصار

بانیان رسم و رواج کا لغویات سے احتراز

پچھلے دنوں ہردوار میں جبکہ اس پرنسپل کی شادی رام دیو پروفیسر کی لڑکی سے عمل میں آئی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شادی ذات پات کی قید و بند سے آزاد اور رسومات سے بے نیاز ہو کر کیگئی ہے، دولہا کیطرف سے دلہن کے لئے سادہ کھدر کی ایک ساڑھی دیگئی اور زیورات میں صرف ایک انگشتری، برات کا مجمع صرف آٹھ آدمیوں پر مشتمل تھا جن کا اسٹیشن پر استقبال کیا گیا اور کوئی بات ایسی نہیں کی گئی جس سے اسراف کا کوئی پہلو نکلتا ہو، یہ ان لوگوں کی اصلاحی کوششوں کا نتیجہ ہے، جو ہندوستانی رسم و رواج کے بانی ہیں، لیکن جنہیں ان اللہ لا یحب المسرفین کی تعلیم دیگئی ہے وہ اپنے ہاں کی ادنی سے ادنی تقریب پر بھی دل کھول کر خرچ کر دیتے ہیں، قرض لیکر آبرو بیچکر، اور جس طرح بھی بن پڑے رسم و رواج کی پابندی سے نہیں چوکتے، اگر کوئی ذرا احتیاط سے کام لے لے تو یار و اغیار اس کی پھبتیاں اڑاتے ہیں، ذلیل کرتے ہیں اور ناک کٹنے کٹانے کے طعن و تشنیع سے انکی جان عذاب میں ڈالدیتے ہیں، خدا ہے کہ ہمیں ہدایت دے اور صراط مستقیم دیکھنے کے لئے دیدۂ بینا عطا کرے،

ساٹھ کروڑ سالانہ کا نقصان

شمار و اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان سترہ کروڑ روپیہ سالانہ سود ادا کرتے ہیں اور چار کروڑ روزانہ کا وہ ہندو دوکانداروں سے سودا خریدتے ہیں اور اس طرح سے ۶۰ کروڑ کی گرانقدر رقم مسلمان سال بسال غیروں کی نذر کر دیتے ہیں، جائے غور ہے کہ جو قوم اسقدر بیش بہا روپیہ غیروں کو دینے کے باوصف اپنے حالات کی اصلاح کی جانب متوجہ نہو اس سیل رواں کو جو اسے دمبدم قعر مذلت میں گرا رہا ہے روکنے کے لئے انسدادی تدابیر عمل میں لانے میں بکمال سستی و کاہلی سے کام لیتی ہو، وہ کبھی اپنے پاؤں کے بل کھڑا ہونے کی تاب لا سکتی ہے؟ مسلمانوں نے کبھی اس بات کا خیال تک بھی نہ کیا ہوگا کہ ان کی اپنی تجارت نہ ہونیکی وجہ سے انہیں کس قدر سالانہ نقصان کا متحمل ہونا پڑتا ہے اور انکی عدم توجہی کے عواقب و نتایج آخر کیا رنگ لائیں گے، کاش ہم لہو و لعب سے نجات پاکر اپنی قوت و طاقت کے بحال کرنیکی کچھ فکر کریں؛

شجرہ خوانی اور میراثی وغیرہ

رسالہ مسلم راجپوت کے ایک مضمون کا ماحصل ہے "پنجاب میں سانسی، اور میراثی دو قومیں ہیں، جن کا کام بھاٹوں اور راجپوتوں کا شجرۂ نسب یاد رکھنا اور بیان کرنا ہے، راجپوتانہ میں سانسی اپنے آپ کو بھاٹ کہلاتے ہیں، جن کا پیشہ ہی راجپوتوں کا شجرۂ نسب یاد رکھنا ہے، فیروزپور کے ڈوگروں، ضلع گوجرات کے وڑائچ جاٹوں، ہوشیارپور و جالندھر کے راجپوتوں اور آنندپور کے سوڈیوں کو بھی یہی لوگ کام دیتے ہیں"

مراثیوں اور سانسیوں کی نسبت اور ان کا اصل پیشہ اور شجرہ دانی کی حقیقت ایک غیر جانبدار کی زبان سے سنیئے، اور پھر ان کے دعوی قرشیت پر غور فرمائیے، سبحان اللہ!

یاد رکھنے کی باتیں

(۱) "القریش" ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا
۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو تو وہ دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر
سے مکرر طلب کریں۔ اس کے بعد پرچہ نہ ملنے کی شکایت بے معنی ہوگی،

(۲) اگر کسی وجہ سے پتہ تبدیل ہو جائے تو ضروری ہے کہ جدید پتہ سے دفتر کو مطلع
کرکے اپنے ایڈرس کی صحت کرالیں، ورنہ عدم رسی کا دفتر ذمہ وار نہ ہوگا،

(۳) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائیگا

(۴) بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائینگے،

(۵) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ کئے جائیں گے،

(۶) ہر قسم کی خط وکتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا ضروری ہے،

(۷) نمونہ ملاحظہ کرنے والے حضرات اگر منشائے خریداری وعدم خریداری سے مطلع نہ
کرینگے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت میں بصیغہ وی پی بھیجا جائیگا جس کا وصول
کرنا ان کا اخلاقی و قومی فرض ہوگا،

(۸) قیمت سالانہ تین روپے بذریعہ منی آرڈر اور تین روپے دو آنہ بذریعہ وی پی
منظور ہے۔ طلبا بشرط تصدیق ۸ ؍ کی رعائت لے سکتے ہیں، ایسی صورت میں زر
چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا ہوگا،

(۹) مضامین صاف، خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوئے آنے چاہئیں،

نیازمند - مینجر،

مطبوعہ رونق بازار برقی پریس ابابازار امرتسر، پرنٹر اینڈ پبلشر، ایڈیٹر محمد علی رونق صدیقی، مقام اشاعت دفتر القریش امرتسر

کتب خانہ
جامعہ عثمانیہ

۱- اراکین مجلس اعلیٰ [illegible]

بجائے [illegible] شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں [illegible]

۲- اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات [illegible] ایک وقت میں [illegible]

اور اراکین دارالترجمہ و شریک [illegible] دو کتابیں [illegible]

۳- طیلسانین [illegible] ایم اے، ایل ایل بی [illegible] لے سکیں گے

۴- طلبہ تین کتابیں [illegible] دو [illegible] کتابیں [illegible]

طلبہ پانچ کتابیں [illegible]

۵- مدت مقررہ پر کتابیں واپس [illegible]

ایک آنہ یومیہ فی کتاب [illegible]

بشرط موقع کتابیں [illegible] جاری کی جا سکتی ہیں [illegible]

۶- کتب خانہ میں [illegible] کتاب کا لانا لازم ہے۔

۷- کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو [illegible] عائد ہو گی۔

۸- کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا [illegible] جائے۔

۹- قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط